الحق المبین

بجواب

اُمہات المومنین

حصہ اول

مؤلفہ

جناب مولانا مولوی غلام قادر صاحب مصنف آب حیات ثانی توضیح

تردید عیسایاں سکن پنڈوریاں پوڑیاں ملکاں جہلم نمبر ۱۱

حسب فرمایش

منشی کریم بخش منیجر مفید عام پریس سیالکوٹ

۱۳۱۷ھ

مطبوعہ مفید عام پریس سیالکوٹ

بار اول — تعداد ۱۵۰۰ — قیمت ۸ر

دنیا میں پہلی طرز کا قرآن مجید

ایسی مترجم حمایل شریف بامحاورہ جس کی نظیر ہفت اقلیم میں نہیں جس میں ۱۴ خوبیاں نمبروار پائی جاتی ہیں
(۱) تقطیع ایسی نہایت عمدہ اور موزوں ہے یعنی ۵ انچ لمبی ۳ انچ چوڑی جو جیب میں باسانی آسکتی ہے - اور
شائق کلام مجید ہر وقت اپنے پاس رکھ سکتا ہے (۲) ترجمہ حمایل شریف بالمقابل صفحہ پر کیا گیا ہے - ایک صفحہ پر
اصلی متن اور دوسرے صفحہ پر اسکا ترجمہ تاکہ ترجمہ و متن گچ مچ نہ ہو جاوے - متن و ترجمہ نہایت صفائی کے ساتھ پڑھا
جاتا ہے (۳) صفحہ بصفحہ آیات کے نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ ترجمہ دیکھنے میں کوئی دقت نہ ہو (۴) ہر صفحہ کے
اخیر پر آیت اور اسکا ترجمہ ختم ہوتا ہے جس سے آیت کے لئے قرآن شریف کا ورق الٹنا نہیں پڑتا یہ خوبی
آجتک کسی مترجم قرآن شریف میں نہیں ہے (۵) عربی فارسی تحریر نہایت اعلی درجہ کی ہے بڑی ہی خوش رقم
و خوش قلم حمایل شریف ہے (۶) ترجمہ جدید بامحاورہ زبان حال کے اردو کو موافق کر دیا گیا ہے - ترجمہ ایسا
شائستہ اور لطیف ہے کہ خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور تمام مقدرات و محذوفات ترجمہ کو اندر خطوط
وحدانی میں لکھدیئے ہیں جس سے تفسیر کی تفسیر اور ترجمہ کا ترجمہ ہے اور بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے (۷)
اس حمایل مقدس کے شروع میں سیپاروں اور سورتوں کی فہرست دیگئی ہے جس سے جھٹ سیپارہ اور سورت نکال
سکتے ہیں (۸) شروع میں تمام قرآن شریف کی مضامین کی فہرست ہے جو واعظوں خطیبوں اور تمام مسلمانوں
کے لئے نہایت کارآمد ہے - نماز زکوۃ صبر شکر وغیرہ تمام امور کے متعلق ایکہی جگہ حوالہ لکھدیئے گئے ہیں نماز
کا لفظ دیکھو اور قرآن شریف میں جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے تمام مقامات معہ حوالہ سورت و رکوع ایک منٹ
میں دیکھ لو (۹) سوا اسکے تمام انبیا کا ذکر قرآن شریف میں جہاں جہاں آیا ہے انکی نسبت بھی ایک جگہ سارے
حوالے لکھدیئے گئے ہیں ابراہیم یا نوح وغیرہ کا لفظ نکالو اور جہاں جہاں قرآن شریف میں انکا قصہ آیا ہے وہ سب
مقامات دم بھر میں دیکھ لو (۱۰) کاغذ سفید نفیس ڈمی لگایا گیا ہے جس سے حمایل شریف کا حجم بھی اندازہ سے نہیں
بڑھا (۱۱) جلد خالص سنہری مرصع کار نہایت سبک اور موزوں کرائی گئی ہے اوسکے اوپر قرآن شریف کا لفظ
اور لا یمسہ الا المطہرون سنہری مزین ہے (۱۲) باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت نہایت ہی کم یعنی مفصلہ ذیل رکھی
گئی ہے قیمت فی جلد [illegible] قیمت [illegible] جلد معہ [illegible] یعنی [illegible] خرچ ڈاک بذمہ خریدار (۱۳) پہلی دفعہ یہہ حمایل شریف دو تین ماہ
میں بالکل فروخت ہوگئی تھی اب طبع دوم میں لطیف لباس پہنکر مشتہر کی گئی ہے - شائقین نہایت جلد جلد
فرماویں اور موقعہ ہاتھ سے نہ گنواویں ورنہ تیسرے ایڈیشن تک انتظار کرنا پڑیگا -

کل درخواستیں بنام محمد ابراہیم و محمد اسمعیل مالکان جنرل ایجنسی سیالکوٹ آنی چاہئیں

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کتاب اُمّہات المؤمنین جو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب شایق عیسائی نے حال میں تالیف کی ہے۔ اس قدر دلفرتی۔ ناشایستہ اور دلآزار کتاب ہے کہ محض اسکی خلاف تہذیب اور دلفرتی ہونے کی وجہ سے اسلامی دُنیا میں ایک زلزلہ برپا ہوگیا ہے۔ عیسائیوں نے اسلام اور بانئے اسلام کی مخالفت میں کوڑیوں کتابیں بنائی ہیں۔ لیکن ایسا غوغا کسی کتاب پر نہیں ہوا جس قدر اس ناپاک کتاب کی تصنیف پر ہوا ہے۔ مگر اُسکی وجہ یہہ نہیں کہ مصنف اُمّہات کی منطق ایسی زبردست یا کتاب ایسی لاجواب ہے جس کا جواب کسی مسلمان سے ہو نہیں سکتا۔ بلکہ اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ اُسکی عبارت نہایت خلاف تہذیب۔ طرز نہایت گندی۔ پیرایہ کمال بھونڈا۔ اور الفاظ بڑے کرخت ہیں جس کے دیکھنے کو بھی کسی غیور طبع مسلمان کا جی نہیں چاہتا۔ مصنّف اُمّہات نے جابجا اُس سید المطہّرین و امام المعصومین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس کے شان میں (یزکیہم و یعلّمہم الکتاب والحکمۃ (دنیا کو مقدس بناتا ہے اور اُن کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے) وارد ہے۔ صریح الفاظ میں گالیاں دی ہیں۔ اور سخت ناشایستہ

اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس کتاب کا جواب دینے کیلئے بھی کوئی اسی ظرف کا آدمی ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ ڈاکٹر احمد شاہ شایق ہے۔ لیکن افسوس کہ بفحوائے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن کے اسلام میں کوئی شخص اسقدر گندہ دماغ اور بدتہذیب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ڈاکٹر موصوف ہے۔ اگرچہ سنا گیا ہے کہ اس ناپاک کتاب کا جواب کئی اور صاحب بھی لکھ رہے ہیں لیکن مسلمانوں کا سخت جوش اور اضطراب دیکھکر خاکسار نے ارادہ کیا۔ کہ بطور عجالۃ الوقت کے کسی قدر خامہ فرسائی کروں۔ تاکہ ان کا جوش اور اشتعال دھیما ہو جائے۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر ہی اسکا **جواب** خاکسار نے ختم کر دیا۔ اور پھر چھپنا شروع ہو گیا ✣

خاکسار کی مرضی تو پارسال ہی جواب لکھ دینے کی تھی۔ لیکن ایک تو میں اس انتظار میں رہا۔ کہ شاید کوئی اور باحمیت مسلمان اسکا جواب لکھدے تو خاکسار سبکدوش ہو جائے۔ اور دوسرے یہہ کہ کوئی ایسا بندوبست ہو جائے کہ اسکا جواب چھپواکر مفت شایع کیا جائے جس طرح پر کہ عیسایوں نے مفت شایع کیا ہے۔ سو اگرچہ غریب مسلمانوں میں تو یہہ استطاعت کہاں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس قدر چندہ ہو گیا۔ کہ غربا اور واعظین کو یہہ کتاب مفت تقسیم کی جا سکتی ہے سو جو لوگ مفلد یا غربا و واعظین سے ہوں۔ وہ ۱ر کا ٹکٹ بھیجکر نیچے لکھے ہوئے پتہ پر خاکسار مصنف سے منگائیں اور ذی استطاعت لوگ بقیمت ۸ر میاں کریم بخش صاحب مینجر مفید عام پریس سیالکوٹ سے طلب فرمائیں۔ فقط۔

خاکسار

غلام قادر از پنڈوریاں۔ ٹلک بار۔ چک نمبر ۱۲۲

سابق مدرس مشن سکول ظفروال مصنف کتاب آسمانی توپ و آسمانی کڑک وغیرہ

اس کتاب کے شروع میں تیمناً و تبرکاً مولوی محمد فیروزالدین فیروز ڈسکوی کی مسدس متضمن مدح قرآن شریف زیب اندراج کی جاتی ہے ✣

مُسدّس از فیروز ڈسکوی سلّمہٗ

در مدحِ قرآن شریف

کلامِ پاک خالق کی عجب عظمت عجب شاں ہے
کہ مثلِ مہرِ تاباں چرخِ رفعت پر درخشاں ہے
نجومِ آسماں کی طرح ہر اک نقطہ رخشاں ہے
مثالِ کہکشاں ہر ایک سطر اُسکی نمایاں ہے
جمال و نور قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

کلامِ پاک ربانی ہے جگ میں گوہرِ یکتا
چمک میں آفتابِ آسماں ہرگز نہیں ویسا
زمین و آسماں میں جگمگاتا نور ہے اُسکا
ہر اک اک لفظ میں اُسکے عیاں اللہ کا جلوہ
نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے؟

نہیں ایسا درختِ پُر ثمر اک باغِ قدرت میں
جو خوشبو اس میں ہے ہرگز نہیں گلہائے جنت میں
یہ ہے اک پھول سہرے بڑھ گیا خوشبو و نکہت میں
معطر ہو گئے سارے دماغ اس سے ہیں ساعت میں
بہارِ جاوداں پیدا ہے اُسکی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے

کہیں حق کے گلستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس باغ و بُستاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس نیرِ تاباں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کہیں اس مہرِ رخشاں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں نہ ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

زمیں پر کوئی ہو نورِ صداقت یا فلک پر ہو
نہ اس خورشیدِ تاباں سے کبھی وہ نور باہر ہو
حکیمانِ جہاں کا قول کوئی کتنا بڑھ کر ہو
کلامِ پاک رحماں کے نہ ہرگز وہ ہمسر ہو

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وُہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

بشر کتنا لگائے زور اور کوشش کرے کتنی
مدد کو وہ بلائے ساتھ اپنے سب جہاں کو بھی
نہ اس کے قول کو نسبت کلامِ حق سے ہو اتنی
کہ نسبت آفتابِ چرخ کو ذرہ سے ہو جتنی

ملایک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لا علمی
سخن میں اُسکی ہمتائی کہاں مقدورِ انساں ہے

نظر آتا نہیں قرآن سا نورِ نظر ہرگز
نہ ایسا چشمِ دل کو ہے کوئی کحل البصر ہرگز
نظیر اُسکی نہ کوئی لا سکے جن و بشر ہرگز
نہیں دنیا میں ایسا چاند کوئی جلوہ گر ہرگز

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑی کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُسپہ آساں ہے

کلامِ حق کو کہنا افترا اور حیل اور جھوٹا
بلا شک ہے خدا کی عرش کو یہہ قول لرزاتا
یہہ ایسا بول تمکو بولنا ہرگز نہیں زیبا
کلامِ پاک کی تکذیب یوں کرنا نہیں اچھا

ارے لوگو کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

مقابل میں کلام اللہ کے کیا توریت کی شاں ہی
یہ انجیلِ محرّف کب کلامِ حق کی شایاں ہے
جو بیدِ بے ثمر ہے۔ اُسمیں کیا طاقتِ تبیاں ہی
تصرف ہی بشر کا اُنمیں اور یہ قولِ رحماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو یہہ کیسا کذب و بہتاں ہے

معارف اور حقایق میں فقط قرآن ہے یکتا
نظیر اسکی نہیں ممکن تصور میں کبھی اصلا
خدا کی ذاتِ واحد کا نہیں جس طرح پر ہمتا
کلامِ پاک کا بھی کوئی ہمسر ہو نہیں سکتا

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرکِ پنہاں ہے

خدا کے پاک قرآں سے جو مُنہ پھیرا ہے تم سب نے
جو اس انجیلِ محرّف کو کلامِ حق ہو تم سمجھے

جو وید و ژند کو مانو کلام حق جہالت سے ۔ مخالف ہو گئے تم جو کلام پاک رحماں سے

یہہ کیسے پڑ گئے دلپر تمہارے جہل کے پردے ۔
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے ۔

محبت میں ہوا قرآن کے فیروز دیوانہ ۔ یہی کہتا ہے ہر اک کو کہ ہو سچا یہہ پروانہ
ہر اک کو چاہئے اس شمع کا ہو جائے پروانہ ۔ نہ پروا اسکی خلق کو جسکو ہو کچھ اس کی پروانہ

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہی غریبانہ ۔
کوئی جو پاک دل ہووے تو دل و جاں اُسپہ قرباں ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

مسلمانوں کا مسیح اور عیسائیوں کا مسیح

اس سے پیشتر کہ ہم مشہور دلآزار کتاب اُمّہات المومنین نامی کا جواب تحریر کریں اپنے برادران اہل اسلام وغیرہ کی خدمت میں یہہ عرض کئے دیتے ہیں کہ اگرچہ ہمارا اصلی منشا تو بالکل تحقیقی جوابات دینے کا تھا۔ لیکن چونکہ جواب کی تکمیل الزامی اور تحقیقی دونو قسم کے جوابوں سے ہوتی ہے۔ بلکہ بعض طبایع کے لئے الزامی جواب ہی مکتفی ہو جاتے ہیں اور ہے بھی یونہی کیونکہ جب ایک امر ایک فرقہ میں موجود ہونے کے باوجود عیب اور قبیح نہیں خیال کیا جاتا۔ تو دوسرے فرقہ میں وہی امر کیوں عیب اور قبیح خیال کئے جانے لگا اور محل طعن ہونے لگا اسی لئے ہمنے اس کتاب میں باوجود لازم پکڑنے تحقیقی جوابات کے جا بجا الزامی جوابات بھی دیئے ہیں۔ تاکہ منصف مزاج طبیعتوں کو معلوم ہو جائے کہ جب وہی اسی قسم کی باتیں خود فرقہ مسیحیہ

موجود ہیں تو وہ سرور کیسے تھے وہ کس طرح محل طعن و عیب ہوسکتی ہے اور اپنا شہتیر ہوتے ہوئے دوسرے
کا تنکا کیوں دیکھا جاتا ہے ۔
مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے ۔ کہ جو کچھ اس کتاب میں عیسائیوں کے مسیح کی نسبت ہوگا
وہ سب بطور الزام کے اور اُس مسیح کی نسبت ہوگا جسکو یہہ **محرف اور مبدل اناجیل**
پیش کرتی ہیں ۔ گویا **الزامی جوابات** میں یہہ سمجھنا چاہئے کہ وہ مسلمانوں کا **مسیح نہ ہوگا**
بلکہ عیسائیوں کا مفروضہ مسیح ہوگا ۔
اس بات کے اشتہار و اظہار کی یہہ ضرورت پیش آئی کہ جب انجیلی یسوع کی نسبت بطور
الزام کچھ کہا جاتا ہے اور جیسا یسوع مسیح اناجیل مروجہ پیش کرتی ہیں جب اُنکی نسبت کوئی
اعتراض کیا جاتا ہے تو **بعض مسلمان** جو فن مناظرہ سے واقف نہیں ہوتے یہہ سمجھ لیتے ہیں
کہ اس جگہ حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام کی توہین اور بے ادبی کی گئی ہے ۔
حاشا و کلا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے ادبی کریں ۔ وہ ہماری آنکھوں کا نور
اور دل کا سرور ہیں ۔ اور **اولو العزم** انبیاء میں سے ہیں ۔ **وجیہا فی الدنیا والآخرۃ**
ومن المقربین وہ دنیا و آخرت میں ذی عزت اور خدا کے خاص الخاص بندوں میں سے ہیں ۔
انکی **والدہ مریم** بتول مطہرہ اور مقدسہ عورت تھی جنکی عفت و عظمت کا اقرار ہر ایک مسلمان
کا **فرض ایمانی** ہے ۔ پس جو کچھ ہم اس کتاب میں مسیح کی نسبت تحریر کرینگے ۔ وہ سب عیسائیوں
کے مفروضہ اور خود تراشیدہ مسیح کی نسبت ہوگا ۔ جسکو یہ انجیلیں پیش کرتی ہیں ۔ نہ حضرت عیسیٰ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جو **مسلمانوں کے پاک اور مقدس رسول** ہیں ۔ اور
یہہ **فرق** ہر ایک مسلمان اور عیسائی کو یاد رکھنا چاہئے ۔
خاکسار غلام قادر از پنڈوریاں تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ ۔

الزامی جوابات

امہات المومنین کے دیباچہ کے صفحہ ۳ میں مصنف امہات الزامی جوابوں سے گھبراکر یہ پیش بندی کرتا ہے کہ مسلمان لوگ معترضین عیسائیوں کے بزرگوں کی سوٗ اخلاقی دکھلا کر یہ ظاہر کرکے ستانا چاہتے ہیں کہ ہاں **میرا باپ کانا تھا تیرا بھی کانا تھا** یہ بات بالکل غلط ہے۔ الزامی جوابات کا فائدہ تو حضرت مسیحؑ بھی انجیل میں ظاہر فرما چکے ہیں۔ جہاں وہ فرماتے ہیں کہ دوسرے **کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنے شہتیر کو نہیں دیکھتا**۔ یعنی جس بات کو انسان عیب سمجھتا ہے۔ جب اپنے اندر وہ شہتیر کے برابر عیب پاتا ہے۔ تو دوسروں کے تنکے سے (یعنی ادنےٰ عیب) کو انسان کیوں دیکھے۔ پس اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ جن باتوں کو **ڈاکٹر احمد شاہ** نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت منسوب کرکے قبائح اور معائب کی مد میں داخل کیا ہے۔ جب اس قسم کے باتیں بلکہ اس سے بڑھکر اس کے اپنے بزرگوں خصوصاً خدا کے بیٹے یسوعؑ اور یسوعؑ کے آبا و اجداد میں جو انبیا اور رسول بھی تھے۔ پائی جاتی ہیں اور انکی نبوت اور شان میں کوئی فرق نہیں آسکا۔ تو اس قسم کے اعتراضات **شایق صاحب** کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور دین اسلام پر نہیں کرنے چاہئے تھے۔ لیکن اُس نے غلط اور واہیات روایات کی بنا پر آنحضرت صلعم کی نسبت ایسے اعتراض کرکے حضرت مسیحؑ کے اس قول کی عمداً مخالفت کی۔ کہ **تم دوسروں کے تنکے کو دیکھتے ہو اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہیں کرتے**۔

شایق صاحب کی یہ مثال کہ **اگر میرا باپ کانا تھا تو تیرا باپ بھی کانا تھا**۔ یہ مثال مذہبی معاملات میں ٹھیک نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مذہبی معاملات میں کسی امر میں تشارک پایا جائے تو اس امر کو قبح اور عیب ہی کی مد میں داخل نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ جو شخص اس قسم کے متشارک فی المذہب امر کو قبح اور نقص کی مد میں داخل کرتا ہے

اسکی اپنی عقل کا قصور اور فہم کا فتور ہے۔ اور تعجب ہے کہ وہ ایک خاص مذہب کو حق اور صادق
اور بے عیب قرار دیکر اور اُسے اختیار کرکے اُسکی بعض باتوں کو خود ہی نقائص اور معائب
کی مد میں داخل کرے ایسا کرنا تو بالکل اُسکی حماقت اور جہالت اور اپنے اختیار کردہ مذہب کو
آپ عیب ناک اور پُر نقص قرار دینا ہے۔ میرے خیال میں یہہ بات واجب اور نہایت
ضروری ہے۔ کہ جس وقت کوئی شخص دوسرے مذہب پر اعتراض کرنے لگے۔ اُسے پہلے
یہہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کہ وہ اعتراض مجھپر تو وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر وہی اعتراض
خود اسکے اپنے مذہب پر بھی وارد ہو سکتا ہے تو پھر گویا اُسنے دوسرے مذہب کو عیبناک نہیں
بلکہ اپنے مذہب ہی کو اپنے منہ سے عیب ناک قرار دیا ہو۔ یہہ ایک انگریزی مثل ہے کہ **جو لوگ شیشے محل
میں رہتے ہیں اُنہیں دوسروں کی طرف پتھر پھینکنے میں پیش قدمی
نہیں کرنی چاہئے**۔ یہہ واقعی بہت عمدہ مقولہ ہے۔ دوسرے مذہب پر اعتراض
کرنے کے وقت اس بات کا ضرور خیال کرلینا چاہئے۔ کہ کہیں اس سے بڑھکر اعتراضات کے پتھر
وارد ہو کر ہمارے شیشے محل ہی کے ٹوٹنے کا موجب نہ ہو جاویں۔

عیسائی یہہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ اُن کے بزرگوں اور نبیوں نے کیا کیا افعال کئے۔ کسی نے
اپنی لڑکیوں سے زنا کیا۔ کسی نے اپنی بہو سے۔ کسی نے کوٹھے پر اپنے باپ کی جوروں سے زنا کیا۔ کسی نے
پرائی عورت سے زنا کیا۔ اُس عورت کو لینے کے لئے اُسکے خاوند کو قتل کرایا۔ اور عورت کو جبراً
چھین لیا۔ کسی نے نبی ہو کر محبت عورات میں بت پرستی شروع کردی۔ کسی نے بچھڑا پوجا کسی نے
کچھ کیا۔ کسی نے کچھ۔ خدا کے بیٹے کی دادیاں اور نانیاں زانیہ (یشوع ۲ باب۔ پیدائش ۳۸ باب
۲ سموئیل ۱۱ باب) عیسائیوں کا خدا باوجود مجرد ہونے کے غیر محرم بلکہ کسبی عورتوں سے پیار اختلاط کرتا اور
عطر ملواتا رہا۔ اُن سے گود تشریف لیجاتا رہا۔ اب یہہ سب باتیں عیسائیوں کے دلوں میں ایسی کھٹکتی
ہیں کہ خار و خسک ہو کر چبھتی ہیں۔ وہ ان باتوں کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے۔ کہ یہہ لوگ باوجود
نبی اور مقدس ہونے کے اس قسم کا گندہ چال چلن کیوں رکھتے رہے۔ جب بہتیرے عام لوگ
اس قسم کے گناہوں سے بری ہوتے ہیں تو خدا کے نبیوں اور مقدسوں اور بیٹوں کو کیا ہو گیا۔ کہ اُن میں
نور بصیرت بالکل نہیں رہا۔ اب ان باتوں کا جواب تو اگر ستر دفعہ جنم لے کر آویں تاہم عیسائیوں سے

کچھ بن نہیں پڑتا۔ اپنی عیب پوشی کی تدبیر صرف اسی میں دیکھتی ہے۔ کہ فلاں مذہب کے بزرگ پر طعن کریں
فلاں کی ہنسی اڑائیں۔ فلاں کے تنکے کو شہتیر بتائیں۔ بس انہی باتوں پر انکا گذارہ۔ اور انہی باتوں
پر اُن کے دین کی اشاعت کا سہارا ہے۔ ورنہ یہہ اپنے مذہب کی خوبی کوئی بھی نہیں دکھا سکتے۔ اور سچ
ہے کہ جس مذہب میں خدائے واحد کو چھوڑ ایک کی جگہ تین خدا مانے گئے اور پھر تین ایک ہیں اور ایک تین
میں تقسیم ہو گئے۔ اور تینوں یکساں ذات و صفات و خواص والے غیر محدود۔ اور پھر ایک کا ایک جس مذہب
میں یہہ بہان متی کا تماشا ہو۔ اس مذہب میں اور کسی خوبی کی کیا گنجایش ہے ؟

جس مذہب میں تقوی طہارت فضول شریعت پر عمل کرنا غیر ضروری۔ برائیوں سے بچنا نیکی کا کرنا
سب لغو شریعت پر بہروسہ موجب لعنت ہے اس مذہب میں سوائے عیب بینی اور نکتہ چینی کے کوئی فضیلت
یا صداقت تلاش کرنا بید سے پھل اور جھاؤ کے درخت سے انجیریں ڈھونڈنا ہے۔

عیسائی لوگ یہہ جانتے ہیں کہ انکا خدا اور ابن اللہ بڑا کھاؤ۔ اور شرابی آدمی تھا (متی ۱۱ باب ۱۹)
معجزہ کے طور پر شراب بنا کر اونے پہلے پہل اپنا جلال ظاہر کیا۔ شراب کے نشہ میں ماں کی گستاخی کی (لوقا ۲ باب)
باوجود مجرد ہونے کے وہ مریم مگدلینی سے محبت رکھتا۔ اور اُس کا شایق اور پیارا۔ غیر عورات سے مانوس
رہتا تھا۔ اب وہ ان باتوں کا جواب ہرگز ہرگز نہیں دے سکتے۔ کہ ایک شرابی۔ کھاؤ۔ مجرد آدمی
باوجود صحبت عورات فاحشہ وغیرہ کے کس طرح پاک دامن اور عفیف رہ سکتا ہے۔ پیشر ہندی کے طور
پر ان باتوں کے دفعیہ کی یہہ سوجھی کہ حضرت رسول کریم صلعم پر یہہ اعتراض کر دیا۔ کہ اُن کے نکاح میں
چند ایک بیویاں تھیں اور اُنہاں نے کسی وقت آنحضرت صلعم سے عرض کی کہ ابتدا میں حضور
کے ساتھ نکاح کی خواہاں تھیں۔ ورنہ اگر وہ غور کرتے۔ تو بخوبی سمجھ لیتے۔ کہ کیا وہ شخص جو معجزہ سے
شراب بنا دینوالا۔ شراب کا پینے والا اور باوجود اس اُم الخبائث کے پینے کے اُٹھتی ہوئی جوانی کی
اُمنگ اور نشہ کے ترنگ میں تھا وہ اس امر کا زیادہ تر مستحق ہے کہ اُسکی نسبت ایک قیاس کرنیوالا آدمی
قطعی طور پر یقین کرے کہ وہ چال چلن کا بد اور بدنیت تھا یا اُس آدمی کی نسبت جس نے ساری عمر
اس ام الخبائث کی صورت تک نہیں دیکھی۔ اور غیر محرم سے اُس کا اختلاط پایہ ہرگز ہرگز ثابت ہی نہیں
یوں عقیدت کے طور پر مسیح کو پاک پاک اور معصوم معصوم پکارنا ایک امر دیگر ہے جو محض خوش اعتقادی
پر مبنی ہے۔ ورنہ ایک جوان مجرد۔ کھاؤ اور شرابی آدمی کا غیر محرم اور فاحشہ چلن اور خوبصورت

غیر محرم اور فاحشہ عورتوں [illegible]

عورات تک سے اختلاط رکھکر بدکاری اور بدچلنی سے مجتنب رہنا اس امر کو کوئی عقلمند باور نہیں کرسکتا۔ انبیاء سابقہ کے دستور کے موافق بعض مصالح کی وجہ سے کسی ایک نکاح کرلینا اس امر کو کوئی شخص بھی عیاشی قرار نہیں دیسکتا۔ لیکن ایک شخص کا شراب خوار ہو کر بیگانہ عورات سے اختلاط اور اُن سے عطر ملوانا اس امر کی عیاشی ہونے میں کوئی ذی عقل آدمی بھی تامل نہیں کرسکتا شراب خواری بہرحال کثیر الازدواجی ست بدرجہا بڑھکر بدچلنی اور عیاشی کا موجب ہے۔ پس شایق صاحب کا اپنی یسوع کو معصوم قرار دینا اور اس سید المعصومین و امام المطہرین کو غیر معصوم قرار دینا محض اُنکی اپنی عیاش طبع کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

عیسائی لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ نبیوں کے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور انبیا بنی اسرائیل کے جد بزرگوار حضرت یعقوبؑ اور اُن کے یسوع مسیح کے آبا و اجداد حضرت داؤد و سلیمان ۲ اور بے شمار انبیا کثیر الازدواج تھے۔ اور یہ کہ کسی نبی کو اللہ نے کثرت ازدواج سے نہیں روکا۔ بلکہ بہتوں کو برکت کا وعدہ دیا۔ پس اُن انبیا کی طرف سے تو کوئی عذر صحیح نہیں کرسکتے۔ اعتراض سے بچنے کے لئے سید الانبیا حضرت محمد مصطفے صلعم کی کثرت ازدواجی کو محل اعتراض ٹھیرا کر اس آڑ میں اپنے تئیں بچانا اور چھٹکارا پانا چاہتے ہیں جس قدر اعتراضات مصنف امہات نے آنحضرت ص کے چال چلن اور ازواج مطہرات پر کئے ہیں اگر اُن سب روایات سے کوئی مسلمان یک لخت انکار کردے تو مسلمانوں کے لئے کیا حرج کیا نقصان[1] ہے۔ کیونکہ یہ روایات کلام ربانی نہیں بلکہ واہی تباہی روایات کتابوں میں مندرج چلی آتی ہیں اور اُن کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا۔ لیکن ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کے خدا اور ابن خدا کے چال چلن کی نسبت جو اُن کی مقدس کتاب (انجیل) سے ظاہر ہو رہا ہے۔ شایق صاحب کو کہاں جرأت ہے کہ اسکا انکار کرسکیں۔

---

[1] آنحضرت صلعم کی نبوت اور اصول و عقائد دین وغیرہ کے اثبات کے لئے قرآن شریف کافی ہے اور جزوی اور فروعی مسایل کے لئے سلسلہ تواتر و تعامل کافی ہے۔ واہی تباہی روایتوں کے نہ ماننے سے جن کا ماخذ (قرآن شریف و حدیث صحیح ثابت) میں کوئی پتا نہیں۔ مسلمانوں کو کوئی ہرج نہیں ہے۔

تعجب کہ ایک شرابی اور کھاؤ پیو (متی ۱۱ باب ۱۹) کو شہوت پرست نہ کہا جائے - اور حضرت رسول کریم
صلعم کی مقدس ذات کو جو محض اپنی کریمی اور سخاوت اور فیاضی کی وجہ سے جو کی روٹی سیر ہو کر بھی بہت
کم کھاتے بلکہ بارہا بھوک کے پیٹ پر پتھر باندھے رکھتے - اُن کو شہوت پرست کہا جاتا ہے - یہ
بھی عجب تاریکی کا زمانہ ہے - حضرت رسول کریم صلعم کی نسبت تو غلط اور غیر معتبر روایات کی بنا
پر جنکا تسلیم کرنا ہمارے لئے فرض نہیں ہے - اور جو ہمارے لئے کوئی قرآن و حدیث نہیں تم نے
اعتراضات کر دیئے اور اپنے خدا یسوع صاحب کی طرف کچھ خیال نہ کیا - جس کی حالت رونے کے
قابل ہے اور تمہاری مسلمہ مقدس کتاب انجیل جس کے چال چلن کا نقشہ اس طرح کھینچتی ہے کہ باوجود
عین عالم شباب اور مجرد ہونے کے وہ ایک زانیہ عورت کو یہ موقع دیتا - کہ عین جوانی اور حسن کی حالت
میں ننگے سر اُس سے ملکر بیٹھے اور نہایت ناز اور نخرہ سے اُسکے پاؤں پر اپنے بال ملتی - اور حرامکاری
کے عطر سے اُسکے سر پر مالش کرتی - اگر یسوع کا دل بد خیالات سے پاک ہوتا تو وہ ضرور ایک کسبی
عورت کو نزدیک آنے سے منع کرتا - مگر ایسے لوگ جنکو حرامکار عورتوں کے چھونے میں مزہ آتا ہے -
وہ ایسے نفسانی موقعہ پر کسی ناصح کی نصیحت بھی نہیں سنا کرتے - دیکھو یسوع کو ایک غیرت مند
بزرگ نے نصیحت کے طور پر روکنا چاہا - کہ ایسی حرکت کرنا مناسب نہیں - مگر یسوع نے اُس کے چہرہ
کی ترش روئی سے سمجھ لیا - کہ میری اس حرکت سے یہ شخص بیزار ہے تو حیلہ گروں کی طرح اعتراض کو
باتوں میں ٹال دیا اور عذر گناہ بدتر از گناہ کے طور پر کہا تو یہ کہا - کہ یہ کنجری بڑی اخلاص مند ہے
ایسا اخلاص تو تجھ میں بھی پایا نہیں گیا - سبحان اللہ یہ کیا عمدہ جواب ہے - یسوع صاحب ایک ناکارہ
عورت کی تعریف کر رہے ہیں کہ بڑی نیک بخت ہے - دعوی خدائی کا اور کام ایسے - بھلا
جو شخص ہر وقت شراب سے سرمست رہتا ہے اور کنجریوں سے میل جول رکھتا ہے اور کھانے
پینے میں بھی ایسا اول نمبر کا ہے جو لوگوں میں اُنکا نام ہی یہی پڑ گیا ہے - کہ یہ کھاؤ پیو ہے اس سے
کسی تقوے اور نیک بختی کی اُمید ہو سکتی ہے - ہمارے سید و مولا افضل الانبیا
و خیر الاصفیا صلی اللہ علیہ وسلم کا تقوے دیکھئے - کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھ سے بھی ہاتھ
نہیں ملاتے تھے جو پاکدامن اور نیک بخت ہوتی تھیں اور بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں - بلکہ
دور بٹھا کر صرف زبانی تلقین توبہ کرتے تھے - مگر کون عقلمند اور پرہیزگار ایسے شخص کو پاک باطن سمجھیگا

جو جوان عورتوں کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتا۔ ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے - گویا بغل میں ہے۔ کبھی ہاتھ لمبا کرکے سر پر عطر مل رہی ہے۔ کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور کالے کالے بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشا کر رہی ہے۔ یسوع صاحب اُس حالت ذوق و وجد میں بیٹھے ہیں۔ اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اسکو جھڑک دیتے ہیں۔ اور طرفہ یہہ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت۔ اور شراب بنانے کا ہی معجزہ کرنے والا اور پھر مجرد۔ اور ایک خوب صورت کسبی عورت سامنے پڑی ہے۔ جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہہ نیک آدمیوں کا کام ہے اور اسپر کیا دلیل ہے کہ اُس کسبی کے چھونے سے یسوع کی شہوت نے جنبش نہیں کی تھی۔ افسوس کہ ایسی حالت میں یسوع کے مُنہ سے یہہ بھی نہ نکلا کہ اے حرامکار عورت مجھ سے دُور رہ۔ بلکہ باتیں بنانے لگ گیا۔ اور اعتراض کو باتوں میں ٹال دیا۔ اور یہہ بات انجیل سے ثابت ہے۔ کہ وہ عورت طوائف میں سے تھی اور زناکاری اُسکی سارے شہر میں مشہور تھی۔ فتفکروا یا اولی الالباب ✻

مصنف اُمّہات کے ابتدائی اعلان پر ایک نظر

مصنف اُمّہات المومنین نے اپنی کتاب کے شروع میں اعلان مشتہر کے ضمن میں اپنی اُس کتاب پر جو اُس کے گندہ دل اور گندہ طبیعت کا نتیجہ ہے۔ بڑا فخر کیا ہے اور ڈینگ ماری ہے کہ گویا یہہ رسالہ اور اُسکی طرز بالکل جدید اور ایک شمشیر حدید ہے۔ چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ یہہ کتاب ایک بڑا بھاری پتھر ہے جو مسلمانوں کے سر پر گرا (اُمّہات صفحہ ۱) اور کہ دارالاسلام میں کوئی مولوی موجود نہیں کہ اس کتاب کا جواب لکھ سکے (ٹائیٹل صفحہ ۲) بیشک وہ کرسچن جن کا یہہ لیاقت صرف اسی حد تک ہے کہ مسیح کا پہاڑی وعظ پڑھ کر آسمانی بادشاہت میں یوحنا نبی بلکہ حضرت موسیٰ اور داؤد وغیرہ سے بڑھ جاتے ہیں (متی ۱۱ باب ۱۱) ضرور ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کو واقعی ایک لوہے کا قلعہ سمجھے ہوں گے۔ اور ڈاکٹر صاحب کی اس ڈینگ اور تعلی سے بڑے خوش ہوگئے ہوں گے

کو واقعی ڈاکٹر صاحب نے یہہ رسالہ سنگلاخ قلعہ بنا دیا ہوگا اور شاید اس تعلی سے ڈاکٹر صاحب کا
پادریوں کے نزدیک منصب بھی بڑھ جائے لیکن جو لوگ اہل بصیرت ہیں اور عیسائیوں میں سے
بھی باخبر آدمی ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بجز اسکے کہ یہہ رسالہ چند ایک عیسائی مصنفات اور
مسلمانوں کی اکثر موضوع وضعیف روایات کا مجموعہ ہی جسکو مسلمان لوگ ایک آن میں رد کر سکتے
ہیں وہ ڈاکٹر شائق صاحب کے اس پہاڑ کی گھاس پھوس سے بھی زیادہ منزلت نہیں سمجھتے
چونکہ ڈاکٹر صاحب کی یہہ پہلی ہی تصنیف ہی اور اس میں اُنہوں نے ہماری رسول کریم صلعم کو صریح الفاظ
میں گالیاں دی ہیں اور نہایت ہی بد تہذیبی اختیار کی ہے (جس کی حضرت مسیح نے بھی ممانعت
کی ہے - اسی لئے اُنہوں نے بوجہ مرض جہل مرکب کے جو اُنکی طبیعت میں مرکوز معلوم ہوتا ہے - یہہ سمجھ
لیا - کہ مسلمان تو ایسی گندی اور نفرتی کتاب کو دیکھیں گے ہی نہیں اور جواب تک کہاں نوبت
آئے گی - چلو شیخ چلی کی طرح بڑ ہانک لیں - اور پادریوں میں فخر کا تمغہ حاصل کر لیں -
ورنہ اہل بصیرت لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہہ ہی باسی باتیں ہیں جنکا جواب مسلمان بارہا دے چکے
ہیں تحقیقی اور الزامی ہر طرح کے جواب باصواب دیکر عیسائیوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہی - کوئی نئی بات
اس میں نہیں ہے - پھر آگے آپ بڑے جوش میں آکر فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کے اکھاڑے میں
بیسیوں مرد میدان موجود ہیں جو معارضہ کر سکتے ہیں سخت افسوس کی بات ہی کہ ڈاکٹر صاحب کو
اب تک یہہ بھی معلوم نہیں ہے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کا ناطقہ کہاں تک بند کر رکھا ہے کہ معارضہ تو
ایک طرف مسلمانوں کے سامنے وہ کھڑے تک نہیں ہو سکتے - باوجود اس بے سروسامانی اور عدم توجہی
اہل اسلام کے عیسائیوں کی طرف سے کوئی کتاب شایع نہیں ہوتی - جسکے کئی کئی جواب مسلمانوں کی
طرف سے شایع ہوتے ہوں کاش اگر یہہ ڈاکٹر صاحب کتاب پیغام محمدی کے آخر میں کتب مناظرہ اہل اسلام
کی فہرست دیکھتے تو ایسی بڑ نہ ہانکتے - پادری عماد الدین و صفدر علی وغیرہ باوجود
قید حیات میں ہونے کے اپنی کتابوں کا جواب الجواب نہیں دے سکے اور منہ میں گھنگھنیاں ڈالکر
بیٹھ رہے ہیں -

سخت افسوس کی بات ہی اور بڑے شرم کی بات ہے کہ باوجودیکہ مسلمان لوگ صدہا بار
ان باتوں کو رد کر چکے - الزامی و تحقیقی مفصل جوابات دے چکے - اسپر بھی ڈاکٹر احمد شاہ صاحب

کی تسلی نہ ہوئی اور پھر انہیں پرانے اعتراضات اور باسی باتوں کو اکٹھا کرکے پیش کر دیا۔

ہمیں اس کتاب کے مطالعہ سے یہاں تک معلوم ہوا ہے۔ اس کتاب میں کوئی جدت نہیں اور ڈاکٹر صاحب کا یہ دعوی کہ یہ رسالہ بالکل ایک نیا رسالہ ہے۔ صریحاً جھوٹ معلوم ہوتا ہے سب وہی اعتراضات ہیں جو پادری فنڈر۔ عماد الدین۔ صفدر علی وغیرہ وغیرہ کر چکے ہیں اور دندان شکن جواب پاکر دم بخود ہو چکے ہیں اور اسی لئے اس کتاب کے جواب کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

البتہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کمال ضرور کیا ہے کہ ان متفرق اعتراضات کو ایک جگہ اکٹھا کرکے مسیحی سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کرلی ہے اور نام مشہور ضرور کر لیا ہے۔ جس سے امید ہے کہ عیسائی دنیا میں انکی کچھ عزت بھی ہو جائے اور کوئی منصب اعلی بھی نصیب ہو جائے۔ مگر اس مقدس رسول کو صریح الفاظ میں حرامکار اور زانی کہکر اور جا بجا گالیاں دیکر اور ہنسی مخول کرکے اپنی عاقبت بھی ضرور سنوار لی ہے جس کی جزا آپ کو قیامت کے دن خود اس احکم الحاکمین کے حضور میں ملیگی ۔۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اس سے پیشتر اہل تشیع میں سے ہونگے۔ کیونکہ تبرا اور گالی گلوچ اور کتب تواریخ کے رطب و یابس روایات کی بنا پر طعن اور مضحکہ انہی لوگوں کا کام ہے۔ اس سے پیشتر آپ کے تبرا بازی اور سب و طعن کے صحابہ کرام تختہ مشق ہونگے۔ اب کہ آپ نے نئی زندگی حاصل کی اور مسیح کی صلیبی موت اور لعنتی قربانی (گلتیوں ۳ ۱۳) پر ایمان لائے دین و ایمان سے فارغ ہوکر وہی تبرا بازی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت شروع کر دی اور مسیح کے اس قول پر عمل کر دکھایا کہ دوسروں کا تنکا تو نظر آتا ہے پر اپنا شہتیر کسیکو نہیں سوجھتا۔

اس زمانہ میں عیسائیوں کا کچھ عجیب حال ہو رہا ہے کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کیا کریں اور دین عیسوی کے محاسن خلق اللہ کے سامنے پیش کرکے عیسائیت کی دعوت کریں۔ انکا سارا زور ساری طاقت اسی بات میں صرف ہوتی ہے کہ دیگر ادیان کے قبائح و نقائص بیان کیا کریں در اصل وہ نقص ہوں یا نہوں مگر انہوں نے یہ ٹھیکہ ضرور لے رکھا ہے کہ دوسروں کی خوبیوں کو بھی نقائص کے پیرایہ میں ظاہر کریں اور محاسن کو بھی قبح کی شکل میں دکھائیں۔

اپنا شیشہ انکو کبھی نہیں سوجھتا پر دوسروں کا تنکا دیکھنا ضرور ہے - اگر کسی مذہب کی آسمانی کتاب
میں کوئی نقص نہ بھی ملے تو اُن کے مذاہب کی رطب و یابس روایات ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان میں سے
نقائص نکال نکالکر پیش کر دیتے ہیں کاش ایسے لوگ اگر اپنے دین کی خوبیاں لوگوں کے سامنے پیش کیا کرتے
تو کس قدر خوبی کی بات ہوتی - لیکن ان کو تو خدا کی خودکشی نے ایسا دلیر کر رکھا ہے - کہ اب
انہیں نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ عقبے کا ڈر - نیک اعمال کی تو انہیں ضرورت نہیں - گناہ سے
بچنے کی حاجت نہیں - اُن کے گناہ اور خطا - خدا کا مظلوم بیٹا - مسیح مصلوب پہلے اٹھا چکا
اب جو چاہیں کیے جائیں - جتنا چاہیں کوسیں - کوئی پوچھنے والا اور حساب لینے والا نہیں
ورنہ اگر یہ لوگ غور کرتے اور اپنے عقل خداداد سے کام لیکر تدبّر کو کام فرماتے تو بخوبی سمجھ
لیتے - کہ وہ مذہب جس میں خدا خود کنواری کے پیٹ میں گھس گیا روح القدس سے وہ بیچاری
حاملہ پائی گئی خدا کا بیٹا عام لوگوں کی طرح نو ماہ تک خون حیض کھاتا رہا - اور پھر مدت معہود کے
بعد مکان مخصوص سے برآمد ہوا اور اس کے بعد ساری عمر کھاتا - پیتا - بول براز کرتا - فاحشہ عورتوں سے
عطر ملواتا - عورتوں سے پیار کرتا - یہودیوں کے ڈر کے مارے چھپتا اور بھاگتا رہا - اور بالآخر یہودیوں کے
اعتقادات اور انبیاء سابقہ کے تعلمات کے بالکل برخلاف خدائی کا دعوی کرکے کفر کے جرم
میں ہلاک ہو گیا - طمانچے اور کوڑے کھائے اور بالآخر صلیب پر چڑھ کر مر بھی گیا - لعنتی بھی کہلایا
اور تین دن دوزخ کی بھی ہوا کھائی اور اس حد تک ذلت اور بے عزتی اٹھائی کہ خدا دشمنوں
کے بھی نصیب نہ کرے - خدا مانا جا رہا ہے - اُسے دوسرے پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل
ہے - لیکن سچ ہے ایسے ڈھیٹھ لوگوں کے پاس شرم بھی نہیں بھٹکتی - اگر خدا کے بیٹے کی خودکشی
نے ان کو گستاخ اور دلیر کر دیا - تو بارے دنیا ہی کی شرم انہیں دامنگیر ہوتی - کہ ایسی لایعنی بکواس
نہ بکتے - لیکن یہ لوگ تو پولوس کے اس اصول کے موافق کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے - ہر
ایک گناہ و جرم - طعنہ زنی - عیب بینی - نکتہ چینی - لعنت ملامت کو شیر مادر کی طرح حلال و جائز
سمجھے بیٹھے ہیں اور کوئی جرم اور گناہ اُن کو ضرر نہیں کر سکتا - تقوے - طہارت - سچائی - اور انصاف کو
بالکل چھوڑے بیٹھے ہیں - ورنہ اگر ان لوگوں میں کچھ بھی انصاف ہوتا تو اس بات میں اچھی طرح تدبر بعد
غور کر لیتے کہ جن کے مذہب کی اپنی مقدس کتاب میں یہاں تک گل کھلے ہوئے ہیں کہ اسکے پیغمبر

اور بزرگ نہ صرف کثرت ازدواج کے پیرو رہے۔ بلکہ خاص اپنی بیٹیوں سے زنا کرتے رہے (پیدائش ۱۹ باب ۳۰-۳۸) اور اس پر بھی اُنکا فعل ناپاک نہ سمجھا گیا۔ بلکہ راستبازی کا نمونہ قرار دیا گیا (۲ دوم پطرس ۲ باب ۷) پھرتے پی پی کر نشہ کی حالت میں مادر زاد برہنہ ہوتے رہے (پیدائش ۹ باب) اپنی بیویوں کو بہن کہتے رہے (پیدائش ۲۰ باب ۱-۱۶) اور پھر اپنی بہنوں سے مقاربت روا رکھتے رہے (پیدائش ۲۶ باب ۷) اپنے باپ کی حرموں (یعنی ماؤں سے) زنا کرتے رہے (پیدائش ۳۵ باب ۱۲) اس قسم کے لوگوں کو دیگر مذہب پر اعتراض کرنیکا کیا حق حاصل ہے۔

اُن کے خدا کے بیٹے کے دادا یہودا ابن یعقوب نے اپنی بہو تامار سے زنا کیا جس کے نطفہ مبارک سے فارص ولد الزنا پیدا ہوا جس کی نسل مقدس سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا خدا اور خدا کا بیٹا یسوع پیدا ہوا (پیدائش ۳۸ باب ۱۴) (لوقا ۳ باب ۱) اُن کے خداوند یسوع کے سر اپنے فوق نازدادا جناب داؤد نے اوریا کی عورت سے زنا کیا اور پھر اُس کے خاوند کو قتل کروا کے اُسکی عورت کو گھر میں ڈال لیا اور نہ اُس سے نکاح کیا نہ کوئی مہر باندھا۔ بلکہ نعوذ باللہ ہمیشہ اُس سے زناکاری کرتا رہا اور اُس زانیہ عورت سے حضرت سلیمان ہوئے جس کی مقدس نسل سے عیسائیوں کا خدا پیدا ہوا (۲ سموئیل ۱۱ باب ۳) اور اگرچہ معمولی طور پر بائیبل میں اس کے آگے لکھ رکھا ہے کہ حضرت داؤد کا یہ فعل خداوند کی نظر میں برا ہوا لیکن اُسکا کچھ اعتبار نہیں بلکہ یہ فقرہ کسی دیندار کی طرف سے پیچھے لایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ داؤد نے تو کبھی شرارت کر کے خدا سے منہ نہیں موڑا اس کے سارے حکم اُسکے زیر نظر رہے۔ وہ بدکاری سے باز رہا اُس نے خداوند کی راہوں کی محافظت کی اور ہمیشہ وہی کیا جو خداوند کی نگاہ میں اچھا تھا (دیکھو زبور ۱۸ باب ۲۱) (۲ سموئیل ۲۱ باب ۲۲) (لوقا ۱۳ باب ۲۶) پس یقیناً داؤد کا یہ فعل (زنا) خداوند کی نظر میں بھلا تھا جس سے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا شرمانا بالکل فضول ہے (امہات صفحہ ۱۱۹) کیونکہ خدا تو اس فعل کی تقدیس و تحسین کر چکا۔ اور اُسی عفیفہ روزگار سے ڈاکٹر صاحب کا خدا پیدا ہوا۔

پھر عیسائیوں کے خدا کے جد امجد داؤد کے بیٹے ابی سلوم نے اپنے باپ سے اپنی

ہو کر اپنے باپ کی باندیوں سے قصر کی چھت پر خیمہ کھڑا کر کے زنا کیا (۲ سموئیل ۱۶ باب ۲۰-۲۳) ہوسیع نبی کو عیسائیوں کے خدا نے آپ ایک فاحشہ عورت سے محبت رکھنے کا پاک حکم دیا (ہوسیع ۳ باب ۱) عیسائیوں کے داود سلیمان نے جو مہبطِ وحی اور خدا کے برگزیدہ نبی تھے (۱ سلاطین ۶ باب ۱۱) (۱ تواریخ ۲۹ باب ۵-۶) ہزار جوروان رکھیں اور آخر اپنا ایمان بھی جوروؤں کی نذر کیا۔ محبت عورات میں بت پرستی کر کے اپنے خدا کو بھی چھوڑا (۲ سموئیل وغیرہ) عیسائیوں کا خدا آپ صیہون کی بیٹیوں کی چاندلوں کو گنجی کروانے اور اُنکی اندام نہانی کو اُگھاڑنے کا شائق (یسعیاہ ۳ باب ۱۷) بلکہ نقاب اُتار اور ٹانگ ننگی کرا کر بدن کو بھی ننگا کرنے کا عاشق (یسعیاہ ۴۷ باب) صور کی گردن کش اور شوخ چشم رنڈیوں کو خرچی لینے پر بھاڑنے والا اور اُس خرچی کو اپنے لئے اور اپنے پاک بندوں کے لئے مقدس قرار دینے والا (یسعیاہ ۲۳ باب) حزقیل نبی کو انسان کے گوہ سے روٹی پکا کر کھلانے والا (حزقیل ۴ باب ۵-۱۲) اور ازار ننگا پھرنے کو اعلے تہذیب کا نمونہ قرار دینے والا اور اس فعل کا شائق (یسعیاہ ۲۰ باب ۱-۵) بنفس نفیس ٹھنڈی باغوں میں پھرنے کا شائق (پیدائش ۳ باب ۱۸) انسان کے بنے ہوئے برج بابل کو دیکھنے کے لئے اُترنے والا (پیدائش ۱۱ باب ۴) اور ساری حسد اور رشک اور ڈر کے بولیوں میں اختلاف ڈالنے والا (پیدائش ۱۱ باب ۴) اور یعقوب سے کشتی لڑنے والا اور اُسکی ران کو لنگڑا کر دینے والا جس کی یادگار میں بنی اسرائیل ران کے پٹھے کی نس نا حال نہیں کھاتے (پیدائش ۳۲ باب) ڈاکٹر احمد شاہ کے خدا کے پاؤں کے تلے جیسے نیلم کے پتھر کی پچکاری اور اس کی شفافی جرم آسمان کی مانند جس کے ساتھ بنی اسرائیل نے کھایا پیا۔ (خروج ۲۴ باب ۹) بلکہ سنگ یشب اور عقیق کی مانند (مکاشفات یوحنا ۴ باب ۳) یوسف کی جورو روح القدس سے حاملہ پائی گئی (متی ۱ باب ۱۰) خدا کا ایک جزو کبوتر بلکہ شعلہ آتش کی مانند (متی ۱ باب اعمال ۲ باب) سبت کے حرمت کو ذاتی غرض کے لئے توڑنے والا (انجیل ۲ باب) مجردی کی حالت میں مرتا اور اُس کی بہن کو پیار کرنے والا بلکہ بہتیری عورتوں سے خدمت لینے والا (متی ۲۷ باب) فاحشہ عورات کے مال اور خرچی سے فائدہ اُٹھانے والا (لوقا ۸ باب ۴) (لوقا ۷ باب ۹-۳۰) بلکہ ایک کنجری کے بدن سے بدن لگانے والا اور عطر ملوانے والا (متی ۲۶ باب لوقا ۹ ۴ باب ۴) پرلے درجہ کا عہد شکن (شمار ۳۰ باب ۲۳) بلکہ ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے

انسان کو پیدا کرکے پچھتانے والا (پیدایش ۶ باب ۶) اور کام کرتے کرتے تھک جانے والا (خروج ۳۱ باب ۲)

پس جس مذہب کے پیشواؤں۔ مقدس نبیوں۔ خود خدا کے بیٹے کا یہہ حال ہو۔ وہ کیا منصب یا کیا حق رکھتے ہیں۔ کہ دوسرے شخص پر کسی قسم کا بھی کوئی اعتراض کرسکیں سخت افسوس اور بڑے ہی تاسف کی بات ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اسلام جیسے مقدس مذہب کو سلام کرکے ایسے مذہب میں مل گئے۔ جس کے انبیا۔ بلکہ خود خدا کے دادا اور دادی شریف اُن کو شرماتے ہیں اور شرم کے مارے اُن کو سر نہیں اُٹھانے دیتے۔ اور اصل تو یہہ ہے کہ جس مذہب میں ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہو اُس سے بدتر مذہب اور کیا ہوگا اور اس مذہب کو تو کسی پر کسی قسم کا اعتراض کرنے سے سخت شرمانا چاہیے۔ اور آپ کا یہہ شعر ؎

سننے سمجھنے کو بات حق نے دیئے گوش ہوش   حق بطرف جب کے ہو آج نہ ہو کیوں خموش

اول تو آپ کی لیاقت علمیہ اور مہارت عروضیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ جو تقطیع وصحت الفاظ اور لغات کے رو سے بالکل غلط اور واہیات ہے اور آپکی جہالت کو طشت ازبام کرتا ہے اور دوسرے یہہ کہ مسلمانوں کو خدا نے گوش حق نیوش عطا فرمائے ہیں اور وہ عیسائیت کی لغویت کو اچھی طرح ظاہر کرچکے اور دین مسیحی کو پاؤں میں لتاڑ چکے ہیں۔ پس آپکی یہہ تعلی بالکل فضول ہے کون مسلمان ہے جس کے گوش ہوش اسبات کو حق سمجھ سکیں کہ تین خدا بالکل ذات وصفات میں ایک دوسرے کے مساوی اور پھر تینوں ایک ہوں۔ اور پھر تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو یہہ نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ہر شخص اپنے اعمال کا آپ جواب دہ ہے۔ کسی کا پھانسی پانا۔ اور وہ بھی جرم کفر میں۔ دیتین خدا کہلا کر۔ دوسرے کے گناہوں میں کچھ خفت نہیں کرسکتا۔ ایک شخص کی بیماری دوسرے شخص کے سر پھوڑنے سے کبھی نہیں جاسکتی۔ اور پھر کون مسلمان ہے جو نہیں جانتا۔ کہ دنیا گناہ کرے اور مسیح سزا اُٹھائے۔ ناحق خصم کرے دو ہتا جیٹی بھرے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ اور یہہ امر عقل ونقل اور نظام فطرت کے بالکل برخلاف ہے۔ اور پھر کون مسلمان ہے جس کے گوش حق نیوش اسبات کو نہ سمجھ سکتے ہوں کہ مسیح کے سارے احکام جیسے مال کا بالکل جمع نہ کرنا۔ کل کی فکر نہ کرنا۔ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی اُدھر کرنا وغیرہ احکام محض نمائشی اور بالکل ناقابل التعمیل ہیں۔ جس پر کبھی کسی نے عمل کیا نہ کبھی کوئی کرسکتا ہے دربغوائے ہاتھی کے

دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔ دنیا کے تمام عیسائیوں کا ہمیشہ اس کے برخلاف عمل رہا ہے۔
اور پھر کون مسلمان ہے جو یہ بات نہیں سمجھتا۔ کہ عیسائیوں میں تقویٰ (گناہوں سے بچنا) اور طہارت (نیکی کرنا) اور اعمال حسنہ بالکل فضول قرار دئے گئے ہیں۔ اور نجات محض ایک اسی بات کی تسلیم پر ہے۔ کہ مسیح ہماری واسطے مصلوب و ملعون ہوا۔ پس اب سب سے چھوٹے۔ نہ نیکی کرنے کی ضرورت ہے نہ بدی سے بچنے کی حاجت۔ ساری شریعتیں لغو سب احکام ناقابل تعمیل نیکی بدی محض نمائشی ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب ×

لالچی عیسائی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے اشاعۃ السنہ میں نئے عیسائیوں کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ٹکڑا کھانے کے لئے عیسائی ہوتے ہیں۔ اسپر مصنف امہات بہت بگڑا ہے اور سخت پیچ و تاب کھایا ہے اور اس غصہ میں اور پولس نے نومسلموں کو دین فروش کا خطاب دیا ہے۔

مگر مسلمانوں پر ایسا غصہ آپکا بالکل بیجا ہے۔ آپ کی تو انجیل ہی سے اظہر من الشمس ہے کہ شروع سے عیسائی مذہب کی بنا لالچ اور طمع پر ہے۔ اور سارے عیسائی اپنی زبان سے اقرار کر رہے ہیں کہ عیسیٰ کے ابتدائی پیرو محض طامع اور لالچی تھے جو محض دنیاوی لالچ سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ چنانچہ سر ولیم میور صاحب صاف اپنی تواریخ کلیسیا میں اقرار کرتے ہیں۔ کہ مسیح کے حواریوں کا سست ایمان دنیوی نعمتوں اور فائدوں کی امیدمیں لگا ہوا تھا۔ مسیح کے گرفتار ہونے ہی سب فرنٹ ہو گئے۔

پس اگر انجیل کا یہ مقولہ ٹھیک ہے کہ شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں ہوتا تو یہ عیسائی لوگ حواریوں سے کس طرح بڑھ سکتے ہیں۔ انکا ایمان بھی ضرور لالچ اور طمع دنیاوی پر مبنی ہونا چاہئیے۔ اور ہے بھی ایسا ہی۔ یہ ہزارہا چوہڑے چمار جنگو دام فریب میں لاکر پادری لوگ عیسائی بنا رہے ہیں۔ اسکا اصلی سبب لالچ نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ سینکڑوں پادری جو ہزاروں روپیہ تنخواہ پاتے ہیں اور جنگلوں میں جو ہزاروں مصیبتیں اٹھاتے ہیں اگر دنیاوی غرض سے نہیں تو اور کونسی بات انکو اسبات کی طرف برانگیختہ کر رہی ہے۔ آج ہی سب کی تنخواہیں مفقود کر دی جائیں۔ پھر کوئی شخص مسیح کا سچا منادرہ جائے۔

توہم مانیں۔ اگر مصنف کا یہہ دعوی صحیح ہے کہ مسیحی صرف روٹی کماکر کھانے کے واسطے بپتسمہ لیتے اور فی الواقعہ سچے دل سے عیسائی نہیں ہوتے ہیں تو مصنف اسکا تجربہ کر دیکھیں۔ چھ ماہ کیلئے مشن کا کام بند کرا دیویں اور سب پادریوں اور کیٹی کیسٹوں اور مشن ہسپتالوں کے ڈاکٹروں کو بالکل موقوف کرا دیں پھر اگر عیسائی عیسائی رہجاویں۔ تو کل دنیا جان لیگی کہ عیسائی روٹی کے واسطے عیسائی نہیں ہوئے۔ اگر مشن بند نہیں ہوسکتی تو خود ہی مشن کی نوکریاں چھوڑ کر سرکاری ملازمتوں کی تلاش اور تجارت وغیرہ کرکے دکھاویں کہ وہ سچے عیسائی ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ سچے عیسائی ہی نہیں وہ کیونکر ایسا کرینگے۔ اچھا کچھ نہ کرو۔ اسقدر ہی اعلان کردو۔ کہ عیسائیوں پر بڑا اعتراض اور الزام یہ ہے کہ وہ روٹی کمانے کے واسطے عیسائی ہوتے ہیں۔ اسلئے مشن اعلان کرتا ہے۔ کہ آیندہ جو عیسائی دین میں داخل ہونا چاہے۔ وہ سچے دل سے ہو۔ اور روٹی و مشن کی غرض سے نہ ہو۔ کیونکہ مشن کی طرف سے اسکی پرورش نہ ہوگی۔ پھر اگر کوئی عیسائی ہوگیا۔ تو ہم مان لینگے۔ کہ مولوی صاحب کا قول جھوٹ اور پادری صاحب سچے ہیں۔

اجی میاں تم دوسرے کرسچنوں کو کیا کہتے ہو۔ اور تو اور تمہارے فخر مولانا مولوی عماد الدین صاحب بھی محض طمع دنیاوی سے یسوع پر ایمان رکھتے ہیں اور آپکے بھائی بند ہی اسکا اقرار کررہے ہیں۔ چنانچہ پادری صاحبوں کے شمس الاخبار مطبوعہ امریکن مشن پریس لکھنوٴ ۱۵۔ اکتوبر ۱۸۷۵ء نمبر ۱۵ جلد ۷ میں لکھتا ہے کہ نیاز نامہ جسکے مصنف صفدر علی صاحب ہیں عماد الدین کی تائید لفرتی نہیں کہ جسمیں گالیاں لکھی ہوئی ہوں اور اگر گذشتہ کی مانند پھر بند رہا۔ تو اس شخص کی بدزبانیوں اور بیہودگیوں سے ہوگا۔ جب ان کو ماہواری پندرہ روپیہ کوئی بھی نہ پوچھے اور مشن سے ستر روپیہ ماہواری اور کوٹھی ملے جسکے احاطہ کے اندر چاہیں تو تیل نکالنے کا کولھو بھی بنالیں ایسے لالچیوں کو کیا کہنا چاہئے۔

اب آپ کو یقین آیا یا نہیں کہ عیسائی محض طمع دنیاوی سے ایمان لائے ہوئے ہیں اور سچا ایماندار ان لوگوں میں النادر کالمعدوم کا حکم رکھتا ہے۔ اور اخبار نور افشاں مطبوعہ ۱۲ فروری ۱۸۸۷ء نمبر ۷ جلد ۱۴ میں بحوالہ نیشنل پیپر کلکتہ لکھا ہے کہ خواہ پادری اعلی حکام کی مدد سے کچھ ہی کریں مگر دین عیسوی کا تنزل ہو رہا ہے تو عیسائیوں کا شمار از بس کم ہوتا جاتا ہے۔ اور

سچ تو یہ ہے کہ کبھی کبھی رذیل خاندان کی کوئی بیوہ اس گروہ میں شامل ہو جاتی۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دین عیسوی میں ضعف آتا جاتا ہے۔ اخبار رومنس فرماتے ہیں کہ ہم یہ خبر اپنے ہندوستانی دوستوں کو سناتے ہیں کہ اب ان کو دین عیسوی کے روکنے کے لئے کچھ بیہودہ جہد کرنے کی ضرورت نہیں انکی کوشش بے فائدہ ہونگی۔ اسلئے کہ دین عیسوی پر تنزل کا فتویٰ ہوگیا۔ خواہ پادری صاحبان کچھ ہی کیوں نہ کریں۔ اس ملک میں کچھ تاثیر نہ ہوگی۔ پس انہیں دعوی کرنے اور لوگوں کو سنانے دو۔ اہل ہند کے لئے کچھ اندیشہ کا مقام نہیں۔

مصنّف اُمّہات کے دیباچہ پر ایک نظر

تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ مسلمانوں کے مذہب کی اصل کتاب صرف قرآن کریم ہے جو حرف حرف گنا ہوا۔ نقطہ نقطہ شمار کیا ہوا۔ اور لفظ لفظ سلسلہ تواتر سے ثابت ہے۔ اس کے کسی حرف کسی لفظ میں موافق و مخالف کو اختلاف نہیں ہے۔ اُس کے سند لسانی کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے متواتر سینکڑوں حافظ کلام ربانی چلے آئے۔ اور سند کتابی کا یہ حال ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے برابر سینکڑوں۔ ہزاروں اور لاکھوں مجلدات دنیائے اسلام کے ہر ایک قصبہ ہر ایک گاؤں اور ہر ایک محلہ میں شیوع پذیر رہے ہیں۔ پس ساری دنیا میں صرف ایک کتاب قرآن شریف ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا سلسلہ اسناد یہاں تک متصل مسلسل اور متواتر رکھتا ہے۔ کہ اس کے کسی لفظ کسی حرف کی قطعیت میں کسی عاقل کو ذرہ شک نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو امور اسلام کے متعلق یا آنحضرت صلعم کے اخلاق کی نسبت قرآن شریف میں لکھے ہیں وہ اول درجہ پر قطعی اور یقینی طور پر ماننے کے قابل ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ہی دشمن اور دوست۔ موافق و مخالف میں پھیل جاتے۔ اور ہر ایک شخص کے کان میں پہونچ جاتے تھے۔ اُن واقعات کی تسلیم میں کسی دشمن و دوست نے اس زمانہ میں ہی تامل نہیں کیا۔ نہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں کسی مخالف نے اُن واقعات کی تردید میں ایک حرف تک لکھا۔ پس یقیناً وہ واقعات خواہ آنحضرت صلعم کی حالات زندگی کے متعلق ہوں۔ خواہ اخلاق کے

متعلق اوّل درجہ پر ماننے کے لائق ہیں اور جو اُس کے برخلاف ہونگے وہ یقیناً جعلی بناوٹی اور قطعاً انکار کرنے کے لائق - اس لئے مسلمانوں کا یہہ اعتقاد ہے - کہ جو حدیث نص قرآنی کے صریحاً مخالف ہو - اور کسی طرح پر قرآن شریف سے اسکی تطبیق نہو سکے وہ یقیناً یقیناً موضوع اور بناوٹی ہے -

اس تمہید کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں - کہ قرآن شریف میں اللہ تعالی نے آنحضرت ؐ کی صفت میں یہہ الفاظ فرمائے ہیں - کہ انک لعلے خلق عظیم کہ تو یقیناً اعلی درجہ کے اخلاق پر مخلوق ہوا ہے - تیرا کوئی خُلق کوئی عادت شریعت الہی اور اخلاق اعلے کے برخلاف نہیں - اور جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ؐ کا خلق قرآن کریم تھا - آنحضرت ؐ کا کوئی فعل کلام ربانی کے برخلاف نہیں تھا - آپکے تمام عادات و اخلاق اللہ تعالے کی شریعت کے مطابق اور فرمان الہی کے زیر حکم تھے - پس آنحضرت ؐ کی بعثت کی ابتدائی عمر (یعنی ۴۰ سال کی عمر تک کی چال چلن کی شہادت) تو اسی آیت سے ظاہر ہے - جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے - کہ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ - میں اس نزول قرآن شریف سے پیشتر ۴۰ سال تک تم میں رہ چکا ہوں تم میری راستبازی - صداقت - اعلے چال چلن سے کوئی ناواقف نہیں - ساری عمر میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا - کوئی امر راستبازی - عفت - عصمت کے برخلاف نہیں کیا - پس جب ۴۰ سال تک میں پرلے درجہ کا راستباز - نیک نام صادق - امین تم میں مشہور رہا - تو اب دفعتہً اللہ تعالی پر افترا کرنے لگے - اور الہام الہی کا جھوٹا دعوی کرنے لگا -

اور دعوی نبوت کے بعد آپکے چال چلن کی اعلی شہادت وہ آیت ہے - جو سورہ نون میں ہے - اور جس کا ذکر پیچھے کیا گیا - کہ انک لعلے خلق عظیم کہ تو یقیناً یقیناً اعلی سے اعلے اخلاق سے متخلق اور احسن صفات سے موصوف ہے -

یہہ تو قرآن شریف کی شہادت آنحضرت ؐ کی ساری عمر کے چال چلن کی نسبت ہے جس کے برخلاف نہ کبھی اُنہوں نے کیا اور نہ بحیثیت ایک مصلح کامل ہونے کے جس کا آپکو اقرار ہے (امہات صفحہ ۵) وہ کبھی کر سکتے تھے - کیونکہ اُس شخص کی تعلیم کا قدر کر لوگوں پر کبھی اثر نہیں ہو سکتا جو آپ عمداً اور صریحاً اُس تعلیم کے برخلاف کرے - سچے مجددوں اور مصلحین کا سب سے بڑا

فرض یہہ ہوتا ہے کہ پہلے اُس تعلیم پر آپ عمل کر کے نمونہ قایم کریں جسکو وہ لوگوں کے روبرو پیش کیا چاہتے ہیں پس اگر آنحضرت صلعم اپنی شریعت کا ایسا ہی خلاف کرتے - یا جعلی آیات بنا بنا کر لوگوں کے روبرو **عذر گناہ بدتر از گناہ** کے مصداق بنتے - تو آپکی تعلیم کس طرح چل سکتی - اور اس **ریفارمیشن** میں آپ کامیاب کس طرح ہو سکتے - پس اس میں کچھ بھی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ کیا بحکم الٰہی سے کیا اور آپکے سچے متبعین کو بھی کبھی اسبات کا شبہ نہیں ہوا - کہ آپ اپنے مطلب کے موافق آیتیں گھڑ لیتے ہیں -

ہمارا قطعی یہہ اعتقاد ہے کہ جو کچھ کلام ربانی یعنی **قرآن کریم** میں لکھا ہے - وہی قطعیت اور یقین کا حکم رکھتا ہے - علاوہ بر آں شریعت کا جس قدر حصہ سلسلہ **تواتر** سے ثابت ہے - وہ بھی قطعیت کا حکم رکھتا ہے - لیکن وہ احادیث جو صریحاً قرآن شریف کے برخلاف ہیں یا احاد روایات کبھی کسی عقیدہ یا اصول مذہب کے قایم کرنے کے لئے بکار آمد نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی انکی بنا پر ہمارے مذہب پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے - بلکہ **قرآن شریف** کے صریح برخلاف **احادیث یا روایات** تو یک لخت رد کرنے کے لایق ہیں -

ہماری دین کی مسلمہ کتابوں کا سلسلہ یوں ہے - کہ سب سے اول **قرآن شریف** قابل تسلیم اور اسکا ہر ہر لفظ اور ہر ہر بیان لایق یقین ہے - اس کے بعد **اصح الکتب بعد کتاب اللہ** بخاری شریف بشرطیکہ اس میں کوئی حدیث کوئی بیان صریح **قرآن شریف** کے بیانات کے نقیض واقع نہ ہو - اس کے بعد **مسلم شریف** بشرطیکہ **قرآن شریف اور بخاری** کے برخلاف اُس کا کوئی بیان نہ ہو - اس کے بعد **ترمذی - ابن ماجہ موطا** وغیرہ کتب احادیث بشرطیکہ **قرآن شریف** اور **بخاری و مسلم** کو صریحاً برخلاف اُن کا کوئی بیان نہ ہو - اور با ایں ہمہ ان کتب احادیث میں جو حدیث ضعیف یا احاد روایات سے ہو - وہ بھی کسی دینی اصول اور دینی عقیدہ کے پیدا کرنے کا موجب نہیں ہو سکتی پس جبکہ ہماری دینی کتابوں کا سلسلہ یہی ہے تو پھر زید و عمرو کی کتابوں اور بکر و خالد کی روایات کی بنا پر اسلام اور بانی اسلام پر اعتراض کرنا صریحاً انصاف کا خون کرنا اور ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص عیسائیوں کی مختلف روایات سے عیسائی مذہب پر اعتراض کرے - جس کو عیسائی

تو کبھی تسلیم نہیں کر سکتے - اور پران - مہابھارت وغیرہ کی بنا پر آریوں پر اعتراض کرے جنکو
بر سنا بجز ہی آریہ لوگ تسلیم نہیں کرتے -

جب یہہ اصول تجویز ہو چکا - تو اب ہم کہتے ہیں کہ خواہ کوئی **قول** روضتہ الاحباب
میں لکھا ہوا ہو خواہ مدارج النبوت میں خواہ حیات القلوب میں - اور خواہ تاریخ ابوالفدا میں اور
تفسیر کبیر میں اور خواہ معالم التنزیل میں - جب وہ قرآن شریف اور حدیث صحیحہ ثابتہ کے
خلاف ہوگا - یک لخت رد کر دیا جائیگا - کوئی قول اس وجہ سے قابل قبول نہیں ہو سکتا کہ وہ مدارج النبوت
یا تفسیر کبیر میں ہے - بلکہ صرف اسی وجہ سے کہ وہ قرآن کریم یا حدیث صحیحہ ثابتہ کے مطابق ہے - مسلمانوں کے
دین کی اصلی کتابیں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ کتب تواریخ کی احاد یا ضعیف
روایتیں جن میں سے اکثر قرآن و حدیث صحیح کے بھی صریحاً برخلاف ہیں -

اصل یہہ ہے کہ علمائے اسلام (خدا انپر رحم کرے) سادگی سے سب روایات کو کتب
تواریخ اور تفاسیر میں درج کرتے گئے ہیں - اُن کی تنقیح اور تنقید کا خیال نہیں کیا پر اُنہوں نے کبھی یہہ
دعوی نہیں کیا کہ ہماری یہہ سب روایات و گذارشات من اولہ الی آخرہ صحیح اور کالوحی من السماء
ہیں - چنانچہ مصنف اُمہات نے بحوالہ تحفہ سے شاہ عبد العزیز دہلوی رح کا قول جو صفحہ ۸ میں نقل کیا
ہے - اُس سے بھی ظاہر ہے کہ وہ روضتہ الاحباب کو بشرطے کہ الحاق و تحریف سے خالی ہو
معتبر از ہمہ تصانیف اہل بیت سمجھتے ہیں کیونکہ شیعہ وغیرہ ان کتابوں میں اپنے اپنے مطالب کے لئے
الحاق اور تحریف بھی کرتے چلے آئے ہیں - جیسا کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں بھی
اس امر کو بڑی تفصیل کے ساتھ ثابت اور بیان کیا ہے - پس سوائے کتاب اللہ اور احادیث
صحیحہ ثابتہ کے - تو کوئی کتاب بالکل تحریف سے خالی اور نہ بکلی اغلاط و اسقام سے مبرا ہے -

پس مصنف اُمہات کا ہمکو تاریخی واقعات سے انکار کر جانے کا طعن کرنا (امہات صفحہ ۹)
اور یہہ کہنا کہ ہم ان روایات کے برخلاف بھی انہی لوگوں کی زبان سے سنا چاہیں گے - جنکو ان
بزرگ علماء اسلام سے بزرگتر ہونے کا دعوی ہو - اور نیز اُن کے اقوال کے غلط ہونے پر کوئی دلیل
لانے کا یارا

یہہ پیش بندی اسوقت مفید ہو سکتی ہے اگر ان بزرگ علماء نے یہہ دعوی کیا ہو -

کہ ہماری ساری روایات من اولہ الی آخرہ منقدا و منقح اور متواتر یا صحیح ہیں۔ پس جب ان بزرگوں کو اپنی ساری روایات کے صحیح یا الہامی ہونے کا خود دعوی نہیں تو اگر کوئی شخص ان کے کلام کو تنقید و تنقیح کر کے غلط اور صحیح روایات کو جدا اور ممتاز کر دے۔ یا غلط روایات کو رد کر دے تو اس میں ان بزرگوں کی کلام کو کیا دھبا لگ سکتا ہے یا ان لوگوں کا دروغ گو یا کم علم یا جاہل یا دشمن اسلام ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے انکو جو روایات ملیں بریک نیتی سے سب کی سب انہوں نے اپنی کتابوں میں درج کر دیں۔ اور امانت کے طور پر ہم تک پہنچا دیں یہ آگے ایک محقق یا مجدد کا کام ہے کہ وہ حکم اور امام ہو کر صحیح کو غلط سے اور ضعیف کو قوی روایات سے جدا اور ممتاز کرے۔ اور ان بزرگوں کے بعض اقوال کے غلط یا غیر معتبر ہونے کی دلیل جو آپ پوچھتے ہیں تو وہ ہم نے ابھی بیان کر دی جسکے ماننے میں کسی اہل عقل کو ذرا تامل نہیں ہو سکتا یعنے کہ وہ روایت کلام ربانی قرآن شریف اور احادیث صحیحہ ثابتہ کے (جو مذہب اسلام کے اصلی ماخذ ہیں) برخلاف ہے اسلئے قابل قبول نہیں۔ ان لوگوں کا ادب و تعظیم اور احسان ماننا ہم پر واجب ہے۔ اور ہم ان بزرگوں کی جوتی کی بھی برابری نہیں کر سکتے لیکن ان کو درج روایات میں من کل الوجوہ معصوم اور ان کے اقوال کو کالوحی من السماء نہیں سمجھتے وہ بھی بشری تھے اندراج روایات میں ذاتی رائیں ان کی بھی غلطی ممکن ہے وہ کوئی رسول یا ملہم تو نہیں تا ان کی ساری باتیں من اولہ الی آخرہ آسمانی کلام کی طرح قابل حجت سمجھی جائیں +

اور ان بزرگوں کے سب اقوال کے نہ ماننے پر جو آپ بطور پیش بندی ہم کو یہ سناتے ہیں کہ ان لوگوں کی روایات نہ ماننے سے مسلمان لوگ لوگوں کو اپنے اوپر اور ہنسائینگے اور استہزا کرائینگے اسکے جواب میں یہ گذارش ہے کہ اگر ہم تحقیق کو کام میں لا کر بعد تنقید و تنقیح کسی روایت کو رد کر دیں تو ہم پر بجز آپ جیسے طینت کے آدمی کے کون شخص ہنس سکتا ہے ہمارے دین کا اصلی ماخذ سب سے اول درجہ پر قرآن شریف ہے اور اس کے بعد احادیث متواترہ اور صحیحہ ثابتہ ہیں تو اگر ہم کسی کتاب یا تواریخ کی مندرجہ روایت کو قرآن و حدیث کے برخلاف پا کر یک لخت رد کر دیں تو آپ ہی فرمائیں۔ ہم پر کون شخص ہنس سکتا ہے ہمارا اصل دین و ایمان قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ ہیں نہ تواریخ کی کتابیں مثلاً وہ جو آپنے حضرت زینب کے عشق کے متعلق مختلف روایتیں اپنی اہبات میں درج فرمائی ہیں۔ آپ ہی فرمائیں کہ اگر ہم یک لخت رد کر دیں تو کیوں ہم غیر لوگوں کو اپنے اوپر

بنائیں مجھ بعد کون شخص ماننے کیلئے ہمیں مجبور کرسکتا ہے - کیونکہ ہم اپنی روایت کے اس وجہ سے انکار نہیں کرتے کہ اس سے ہمارے ہمارے نبی صلعم کی ہتک ہوتی ہے بلکہ اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ اس روایت کا اصلی ماخذ لی یعنی قرآن شریف واحادیث صحیح میں - نام ونشان ندارد ہے بس خواہ اس روایت کو ملا باخبر اپنی کتاب میں درج کرے خواہ **جلالین** والاخواہ **معالم التنزیل** والا خواہ تفسیر **بیضاوی** والا خواہ کبیر والا ہم اس کو یک لخت رد کر دینگے اس دلیل پر کہ اس روایت کا اصل ماخذ یعنی قرآن شریف وحدیث صحیح میں نشان تک پایا نہیں جاتا +

اس میں کچھ شک نہیں کہ تواریخ اسلامیہ میں آنحضرت صلعم اور صحابہ وغیرہ کے حالات بتفصیل درج ہیں - جن میں بعض کتابیں زیادہ مستند ہیں اور بعض کم معتبر - بعض میں روایات کی تنقید وتنقیح کا زیادہ خیال رکھا گیا ہے - بعض میں کم اور اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ یہ کتابیں ہماری کتب دینیہ میں شامل ہیں لیکن اس بات میں ذرا شک نہیں کہ یہ کتب تواریخ یہ حیثیت ہرگز ہرگز نہیں رکھتیں - کہ ہم ان کو من اولہ الی آخرہ الہامی اور کالوحی من السماء سمجھیں یا جس طرح کہ ہم قرآن شریف کے ہر ایک بیان پر ایمان رکھتے ہیں - ان کتابوں کی بھی ہر ایک روایت ہر ایک نقل پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے خواہ کوئی تواریخ کیسی ہی معتبر سمجھی جائے اس میں بھی کچھ نہ کچھ روایات ضعیف یا غیر صحیح ضرور ہوں گی اور خود ظاہر ہے کہ تواریخ میں معتبر روایات بھی ہوتی ہیں - غیر معتبر بھی - اچھا بھی ضعیف بھی بلکہ قصہ کی چسپیدگی اور تسلسل کلام کے لئے ان مورخین کو بعض جگہ کچھ اپنی طرف سے بھی بڑھانا پڑتا ہے بعض بیان کے متعلق وہ اپنی شخصی رائے بھی ظاہر کرتے ہیں جو دوسرے کے لئے ماننی ضروری نہیں ہوتی - بعض وقت اُن کے بیان یا سمجھ میں بھی فرق پڑ جاتا ہے - ایک واقعہ کہ کوئی کسی طرح سمجھتا ہے کوئی کسی طرح نیز کسی تواریخ کا بیان صرف ایک خاص امر کے لئے کسی طرح حجت قاطعہ اور دلیل شرعی نہیں ہو سکتا - نہ اس سے کوئی عقیدہ پیدا ہو سکتا ہے - دیکھو تاریخ فرشتہ سیر المتاخرین معتبر کو تواریخ قرار دی گئی ہیں - مگر تاہم کوئی شخص اِن پر ایمان نہیں لا سکتا - کہ یہ تواریخ من اولہ الی آخرہ ساری کی ساری سچی اور صحیح ہیں - جب ہم کسی تواریخ کو معتبر قرار دیتے ہیں تو ہمارا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ بہیئت مجموعی قابل اعتماد ہے جو کہ ہر ایک بیان ہر ایک روائت پر ایمان لانا اور اُسے کالوحی من السماء سمجھنا واجب ہے - غرض کہ ان تواریخ پر نہ تو کوئی ایمان لا سکتا ہے اور نہ قسم کھا سکتا ہے کہ یہ شروع سے اخیر تک بالکل صادق صحیح اور

الہامی کتابوں کی طرح ہیں۔ پس جب یہ حال ہے۔ تو صرف ان تواریخ کی بنا پر کوئی اعتراض قائم کرنا
جن کی ہر ایک روایت کو خود کوئی مسلمان کالوحی من السما قطعی یقینی نہیں سمجھتا۔ کس قدر ظلم اور انصاف
سے برخلاف ہے ہمارا تو اِس کتابوں کے مضمون پر بھی خواہ شیخ عبدالحق دہلوی ہوں یا ملا باقر
مجلسی یہی اعتراض ہے کہ یہ روایتیں ان صاحبوں نے کہاں سے لیں۔ جن کا کتاب بہشت میں کہیں پتا
نہیں تو جو لوگ ان روایتوں کی بنا پر اسلام یا بانیٔ اسلام پر اعتراض کریں ان کا اعتراض کرنا کس قدر
انصاف سے بعید ہوگا۔ ایسا ہی تفاسیر کا حال ہے۔ بیشک بعض تفاسیر بعض تفاسیر سے معتبر ہیں۔
لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ تفاسیر من اولہ الی آخرہ بالکل قابل التسلیم اور الہامی ہیں۔ ان
میں بھی بعض جگہ صحیح روایات ہیں بعض جگہ ضعیف۔ بعض جگہ محض شان نزول پیدا کرنے کے لئے قیاسی
روایات بھی وضع کر دی گئی ہیں۔ بعض جگہ شخصی رائیں ہیں۔ جن کے ماننے کے لئے ہر شخص مجبور
نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف سامنے پڑا ہے۔ احادیث موجود ہیں۔ محقق آدمی آپ پڑتال کر سکتا
ٹھہر کر کہہ سکتا ہے۔ غرض کہ خواہ کوئی تواریخ ہو خواہ تفسیر جب کسی امر کی نسبت شبہ
پیدا ہو گا۔ تو ہم وہ رائے خدا اور رسول کی کلام پر حوالہ کر کے اس کی صحت کی جانچ کی جائیگی جیسا
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللّٰہ والرسول اگر تم میں کسی بات میں جھگڑا پڑے
تو اسے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اس بات کی بڑی دلیل کہ ہم لوگ ان تفاسیر یا تواریخ
میں سے معتبر تفاسیر کو صرف بہت اچھی عمدہ اور معتبر قرار دے سکتے ہیں۔ نہ کہ ہر ایک
روایت اور ہر ایک بیان کو۔ یہ ہے کہ اگر ہم ان تفاسیر وغیرہ کی ہر ایک تفسیر اور ہر ایک بیان
کو الہامی کتابوں کی طرح معتبر سمجھیں۔ تو پھر ہمارے لئے بڑی دقت یہ ہوگی۔ کہ ان تفاسیر و تواریخ
کی کتابوں میں بہت سے بیانات ایک دوسرے کے برخلاف اور متضاد واقع ہیں۔ کہ اگر
ایک کو مانا جائے۔ تو دوسری کتاب کا بیان اسے رد کرتا ہے۔ پس اگر ان تفاسیر وغیرہ کو من
اولہ الی آخرہ سارے کا سارا معتبر اور مستند سمجھیں تو گویا ہم عیسائیوں[1] کی طرح ایک ہی وقت
متضاد باتوں پر ایمان لانے والے۔ اور ایک دوسرے کے برخلاف بات کے ماننے والے ٹھہریں

[1] جس طرح عیسائی اناجیل کے مختلف بیانات کو مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ سب کے سب
ایک دوسرے کی ضد اور بعض واقع ہیں۔

گے - اور یہ مراحشہ باطل ہے - پس لا محالہ ہم ان روایات کی تنقیح و تنقید ہی کے لئے مجبور ہوں گے -
اور جن روایات کو صحیح عقل و نقل کے مطابق پائیں گے اُسے مان لیں گے - اور اُس کے برخلاف
روائت کو یک لخت رد کر دیں گے +

اگر ہر ایک تفسیر اور ہر ایک تواریخ من و لہ اے آخرہ مستند اور وہ لوحی من السماء سمجھی جائی ضرور ہے
تو پھر عیسائیوں کے لئے بھی بڑی دقت واقع ہوگی - کیونکہ بلا شبہ ان کی تفاسیر و تواریخ میں ضرور
اختلاف ہے - حتیٰ کہ خود بائبل بلکہ انجیل میں بھی سخت ورہ تضاد ہے - پس ضرور ہوگا کہ وہ بھی
ہر ایک بات ہر ایک امر کو کالوحی من السماء سمجھیں - مثلاً حضرت مسیح ؑ انجیل میں ایک جگہ جہاں ان کی
ماں مریم شراب کی قلت کی شکایت کرتی ہے - ماں کو ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں - اے عورت -
مجھے تجھ سے کیا کام - اس قول کی تفسیر میں مفسر بارنس جلد اول ۲۱۹ میں لکھتے
ہیں کہ بلا شبہ مسیح ؑ نے یہاں ماں کی بہت گستاخی کی - ایسی کہ اُس سے بڑھ کر کوئی کلمہ مشتمل
بر حقارت نہ ہوگا +

پس عیسائیوں کو چاہئے - کہ مسیح ؑ کے اس قول کی تاویل نہ کریں - بلکہ اس گستاخی کو تہ دل سے یقین
کریں - اس کے گناہ کے قائل ہوں - اور کفارہ سے ہاتھ دھوئیں - پس ضرور ہوا - کہ ہر ایک تفسیر و
تواریخ کے بیان کو ماخذ ہی پر حوالہ کیا جائے - اور الہامی کتاب پر عرض کیا جائے - اگر وہاں سے
اُسکی تصدیق ہو - تو مان لیں - ورنہ صاف انکار کر دیں میں حیران ہوں - کہ شائق صاحب نے ان تواریخ
کی بنا پر کیوں آنحضرت صلعم پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے - اور تاریخی واقعات سے آنکھ بند کرنے
کا الزام ہم کو کیوں دیا - (امہات المومنین صفحہ ۲) تاریخی واقعات سے تو کسی کو انکار نہیں - مگر اس امر
سے کس کو شک ہے کہ ان تاریخی واقعات کا سب سے پہلا ماخذ قرآن شریف ہے - جس میں آنحضرت
کی نسبت - اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ - وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے پس ایک
ریفارمر خاص کر ایسے بڑے دین کا بانی جو کلام الٰہی کے نزول کا بھی ساتھ ہی دعوےٰ کرتا ہے -
اسلام ہی کی اشاعت کے لئے سخت سی سخت مصیبتیں برداشت کرتا رہا - کبھی ممکن نہیں کہ کم از
کم اپنے تئیں اخلاق شنیعہ سے بھی باز نہ رکھے اور اگر وہ ایسا ہی کرے صرف لوگوں کو نیک چلنی کی
تاکید کرے تو اُس کی بات کو کون مان سکتا ہے - اور اس کا مذہب کیونکر چل سکتا ہے - کیا آنحضرت صلعم
نے قرآن میں آپ ہی یہود کو یہ ملامت نہیں کی - اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون

اکثاباً فلا تعقلون ۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون ۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون

پس اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام ہدایات کے ماننے والے اول المومنین اور اول المسلمین آنحضرت صلعم

ہی تھے ۔ اعلٰے درجہ کے مکارم اخلاق سے متسم ۔ پس جس تاریخ میں اس نے ایسے اتہامات والزامات

درج ہوں ۔ خواہ اُس کے لکھنے والا کیسا ہی با اعتبار کیوں نہ ہو کبھی مانی نہیں جا سکتی ۔ کیا آپ

نہیں جانتے کہ اگر ہم ان تواریخ کو کالوحی من السماء سمجھ کر ۔ ان کو بالکل اپنا مدار ایمان بنا لیں تو ہم ایک ہی

وقت میں ۔ یا کئی متضاد اقوال و روایات کے ماننے والے ٹھہریں گے اور یہ بالکل خلاف عقل ہے ۔ پس

ثابت ہوا کہ بوجہ ان تعارضات قطعی کے اِن مختلف روایات کو یک لخت رد کر دیں گے اور

اصل بیان کو قرآن و حدیث صحیح کے سامنے عرض کر کے اس کی تنقیح و تنقید کریں گے مثلاً زید و زینب

کے معاملہ میں جو آپ نے یہ اقوال نقل کیے ہیں ۔ صفحہ ۱۷ ۔ ابن بابویہ و دیگراں بسندہائے معتبر از

حضرت امام رضا روایت کردہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم روزے برائے کارے بر خانہ

زید بن حارث برفت ۔ چوں داخل خانہ زید شد ۔ زینب زن او را دید کہ **غسل مے کند** ۔ پس حضرت

فرمود کہ سبحان الذی خلقک ۔ چون زید بخانہ برگشت ۔ زنش خبر داد کہ رسول خدا آمد و چنیں

سخنے گفت و رفت ۔ زید گمان کرد کہ حضرت ایں سخن را برائے ایں گفتہ است کہ حسن او حضرت را خوش

آمدہ حیات القلوب صفحہ ۵۷۳ +

اور پھر صفحہ ۴۷ میں علامہ عبد الرحمن الصفوری الشافعی کا قول اس طرح نقل کرتے ہیں **کانت**

بیضاء جمیلۃ یعنے زینب رنگ کی گوری حسین و جسیم تھی ۔ پس اُس کو نبی صلعم نے دیکھ پایا

پیچھے دن بعد زید کے گھر میں ۔ پس حضرت کو وہ بھلی لگی پس کہا سبحان اللہ مقلب القلوب اور

تھا آنحضرت کے خصایص میں سے تھا کہ جب کسی عورت کو دیکھ پاتے اور وہ آپ کو بھلی لگ جاتی

تو وہ حرام ہو جاتی اپنے شوہر پر ۔ اور حرام ہو جاتا شوہر پر اس عورت کا رکھنا ۔ زینب سوتی تھی

او اُس نے تسبیح سن پائی ۔ پس اپنے شوہر کو خبر دی ۔ اُس بات کی پس اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ

مجھکو اجازت دو تو میں اپنی عورت کو طلاق دوں حضرت نے فرمایا اپنی عورت کو اپنے پاس رکھ

اور ڈر اللہ سے اب دیکھو ان دونو نقلوں میں کس قدر اختلاف ہے ۔ کہاں عورت کا ننگی غسل کرنا

اگر سوتے ہوئے دیکھا ہے تو پھر ڈاکٹر صاحب کے اس اعتراض سارے ہی باطل ہو گئے ۔ کیونکہ وہ سارا اعتراض صرف اس پر لگاتے ہیں کہ زینب کو ننگے ہوئے حضرت نے کئی دفعہ دیکھا تھا ۔ مگر بدن مسل کرتے نہ دیکھا + امہات صفحہ ۲۷ +

اور کہاں اُس کے سوتے ہونا۔ کہاں **سبحان الذی خلقک** کہنا اور کہاں **سبحان اللہ مقلب القلوب** کہنا اور اسی طرح جس جس دیگرہ کتاب میں یہ قصہ ہے۔ بڑے اختلاف کے ساتھ درج ہے۔ جو اس کے بناوٹی اور موضوع ہونے کی صاف دلیل ہے۔ اور کسی صحیح حدیث میں تو اُس کا ذکر ہی نہیں۔ قرآن شریف کے اصل مضمون کے برخلاف ہے جس کا کسی قدر ذکر آگے کیا جاوے گا۔ اس وقت ہماری عرض یہ ہے کہ اگر ان کتب تواریخ کو بمنزلہ بائبل یا قرآن کے ہم اپنا ایمانی یا دینی اصل قرار دیں۔ تو پھر ہم ایک ہی وقت میں متضاد خیالات مختلف روایتوں۔ رطب و یابس حکایات پر ایمان لانے والے ٹھیریں گے۔ جس طرح پر کہ عیسائی لوگ ان مختلف انجیلوں پر ایمان لا رہے ہیں + +

سخت افسوس کی بات ہے۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے مولوی فیروز الدین صاحب کی تاریخ محمدی کو بھی دیکھا۔ مگر ان سے اس نوٹ کو ملاحظہ نہ فرمایا۔ جو تاریخ محمدی کے جلد کے اول صفحہ ۳ دسم میں آٹھ برس اس سے پیشتر درج کر کے انہوں نے عیسائیوں کو [illegible] ماخذ یعنی قرآن و حدیث صحیحہ پر اعتراض کریں یا تمام تفاسیر و تواریخ کو بنائے اعتراض نہ قرار دیا کریں چنانچہ وہ نوٹ یہ ہے مخفی نہ رہے۔ کہ کتاب روضۃ الاحباب جو تواریخ محمدی پدری عماد الدین کا ماخذ ہے۔ کوئی اتنی بڑی کتاب نہیں ہے۔ اور نہ صرف روضۃ الاحباب بلکہ جس قدر مستند فارسی کی بلکہ عربی کی بھی تاریخیں ہیں۔ ساری بالکلیہ ماننے کے قابل نہیں۔ بلکہ کئی جگہ صرف عام مورخانہ بیان ہے ان تاریخوں کو بہیئت مجموعی خود محققین مستند نہیں سمجھتے۔ وہی تاریخ نبوی قابل اعتماد ہو سکتی ہے جس کی روایات کو مصنف نے احادیث صحیحہ سے اخراج کر کے درج کیا ہو یا محدثین سے پرکھ لیا ہو۔ رسول خدا صلعم کی حدیث کا سچا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ اس لئے ہر امر جس پر مخالفین نے اعتراض کیا ہو۔ قرآن اور احادیث صحیحہ کی کسوٹی پر پرکھ لینا چاہیئے۔ **اور اُس کے بعد جواب دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ عیسائیوں کو بھی** مناسب ہے کہ وہ ماخذ (قرآن و حدیث) پر جو چاہیں اعتراض کریں۔ بے سوچ سمجھے۔ ہر ایک رطب و یابس تاریخ یا تفسیر کی بات پر معترض نہ ہوں۔ کہ اعتراض **مسلمات** پر قابل التفات ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے۔ کہ قرآن و حدیث پر کوئی بھی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ انتہی حاشیہ صفحہ

۳ وہ تاریخ محمدی مطبوعہ خادم التعلیم پنجاب لاہور ہے ہم نقل کا اصل عیسائی لوگ تو خود اپنی الہامی اور مقدس کتابوں کی بھی ساری روایات کو قابل تسلیم خیال نہیں کرتے۔ دیکھو نور افشان مطبوعہ ۲۵ جولائی ۱۸۷۸ء نمبر ۳۰ جلد ۶ –

تو مسلمانوں کو ان روایات کے ماننے کے لئے جو صریحاً کلام ربانی کے برخلاف اور رطب و یابس ہیں۔ کیسے مجبور کرسکتے ہیں مسلمانوں نے انجیل متی کے نسب نامہ کو سراسر غلط اور خلاف واقعہ ثابت کر دکھایا (دیکھو تو یہ جاوید) اس پر پادری عماد الدین نے اس نسب نامہ کو غلط مان کر الہام ہی سے خارج کر دیا۔ اب جبکہ عیسائی لوگوں کی آسمانی کتابیں اغلاط و غیر معتبر روایات سے بھری ہیں تو وہ مسلمانوں کی معمولی روایات کو کیوں ؟ (خواہ مخواہ معتبر قرار دے کر جن کو وہ اہل مذہب خود نہیں مانتے) بنائے اعتراض ٹھیرا لیتے ہیں ؟

آریہ لوگوں کا امہات المومنین کی تصنیف سے خوش ہونا

آریہ لوگ کتاب امہات المومنین کی تصنیف پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہ اس کتاب کی تصنیف سے ان کے پیغمبرؐ کے چال چلن کی نسبت عجیب و غریب باتیں معلوم ہوئیں۔ جو آج تک مخفی تھیں۔ اور اسی وجہ سے وہ اس کتاب کی تصنیف پر بڑے خوش ہوتے اور مسلمانوں کو نادم کرتے ہیں کہ کیا تمہارا پیغمبرؐ واقعی اس خصوصیت اور ایسے چال چلن کا تھا۔ ان لوگوں کی تشفی تو ساری اسی ایک بات میں کر دی جاتی ہے۔ کہ صاحب اس کتاب کی روایات و بیانات کوئی وحی نہیں ہیں۔ جن کے ماننے کے لئے مسلمان مجبور ہوں۔ خود غرض اور قصہ خوان لوگوں سے یہ روایات گھڑیں۔ اور پچھلے لوگوں نے بلا تحقیق اپنی کتابوں میں بھرتی کر دیں۔ ان میں سے بے شمار روایات کا مسلمانوں کے دین کی اصل کتابوں یعنی قرآن و احادیث صحیحہ ثابتہ میں پتہ تک نہیں۔ پس ان روایات کی بنا پر حضرت محمد رسول اللہ اور مذہب اسلام پر کیا حرف آسکتا ہے۔ مہابھارت اور بھاگوت کی روایات پر ان کے بیانات اگر آریوں کے اصلی ویدک دھرم پر کوئی دھبا لگا سکتے ہیں۔ تو بے شک ان روایات سے بھی آنحضرتؐ کے چلن پر اور مسلمانوں کے مذہب پر حرف آسکتا ہے۔ لیکن اگر برہمنوں

کی گھڑی ہوئی اسرائیلیں - پرانوں کی خرافتیں - مہابھارت کے افسانے اصل مذہب آریہ میں کوئی عیب و
نقص پیدا نہیں کرسکتے تعصباً بہ غیر مستند و غیر محقق روایات کتب تواریخ و تفاسیر بھی اسلام
اور بانیٔ اسلام پر کوئی حرف پیدا نہیں کرسکتیں ہاں آنحضرت صلعم کا چند ایک عورتوں سے
نکاح کرنا اس بارہ میں کسی مسلمان کو تامل نہیں اور نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہے - سو اس کی
نسبت اسی قدر گذارش ہے کہ اگر مسلمانوں میں صرف ایک جانب سے کثرت ازدواج ہے - تو آریوں میں
دونوں طرف سے کثرت ازدواج ثابت ہے - وید کو دیکھو اس میں کیسی بیسیوں جگہ لکھا ہے کہ ایک
ایک عورت کو دس دس مردوں تک سے نیوگ کرنے کا حکم ہے - اور پھر یہ بتا دیا گیا ہے کہ دوسرے
مردوں سے مباشرت کرانا ثابت ہے اور دوسرے میں تو کچھ انتہا ہی نہیں - چنانچہ پنڈت دیانند کی ستیارتھ
پرکاش صفحہ ۱۱۲ - اور ستیارتھ پرکاش جلد ۱۴۲ میں سب کچھ موجود ہے - خلاصہ یہ ہے کہ خاوند کے مر
جانے یا اس کے بیمار پڑنے سے عورت دوسرے مرد سے یا مرد دوسری عورت سے اولاد کی خواہش میں
نیوگ کرے - ویسا ہی دوسرے مرد کے مرنے اور بیمار ہوجانے کے باعث تیسرے مرد کے ساتھ نیوگ کرے -
اسی طرح دسویں تک نوبت پہنچا دے - یہ وید کا حکم ہے ، اسی طرح مرد کے واسطے بھی گیارہ عورتیں
مرجانے پر بیوہ عورت کے ساتھ نیوگ کرنے کی اجازت ہے اور جب وہ بیوہ مرد کی ہو جاوے یا
جاوے تو بچے جنانے کے لئے دسویں عورت تک نیوگ کرے +

پھر سب سے تعجب انگیز نیوگ کا قاعدہ جو قانون فطرت اور فطرتی غیرت کے بھی برخلاف ہے
کہ اپنا خاوند تندرست مباشرت کرسکتا ہے - مگر اس کی منی قابل تولید نہیں - اس امر میں
وید مقدس کا حکم ہے کہ اپنی بیاہتی اور پیاری بیوی کو صرف اولاد کی خاطر [illegible] دوسرے کے
ساتھ سلا دے - اس کا نطفہ لیوے اور اپنا بچہ بنا وے +

ایسا ہی حاملہ عورت سے ایک سال تک صحبت نہ کرنے کی حالت میں مرد یا عورت سے رہا نہ جائے
تو کسی سے نیوگ کرکے اولاد پیدا کرلیں منکوحہ عورت کا خاوند دھرم سیکھنے کے خاطر سفر میں گیا ہو -
تو آٹھ برس علم و فن سیکھنے تو چھ سال تجارت کی خاطر گیا ہو تو تین سال خاوند کا انتظار کرکے
نیوگ کرے - جب اپنا خاوند سفر سے گھر لوٹ آوے تب نیوگی کو چھوڑ اپنے خاوند سے
مل جاوے اور بھی کئی حالتوں میں نیوگ کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے کسی شخص کی بیوی کا بانجھ

تو آٹھ سال انتظار کرکے یعنی اولاد مر جاتی ہو۔ تو دس سال انتظار کرکے۔ سدا لڑکیاں ہی
پیدا ہوتی ہوں۔ تو گیارہ سال انتظار کرکے۔ عورت دنگہ فساد کرتی ہو۔ تو فوراً اُسے علیحدہ ہو جائے
اور نیوگ کرکے بیٹے جنے یہ نیوگ ہمارے آریہ بھائیوں میں ہے۔ پس تعجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے
صرف کثرت ازواج پر جو ضروری اور جائز امور میں سے نہیں ہے بلکہ محض مصلحت اور تکمیل شریعت
کے لئے ہے اعتراض کرتے ہیں اور اپنا شہتیر نہیں دیکھتے۔

امہات المومنین کا اجمالی جواب۔

ساری کتاب میں مصنف امہات کے آنحضرتؐ کے چال چلن کی نسبت مفصلہ ذیل تین
بڑے اعتراض ہیں۔ جو اس سے زیادہ اور کوئی نہیں۔ (۱) آنحضرتؐ نے بہت سی
بیویاں کرکے عیاشی اور شہوت پرستی کی داد دی (۲) آنحضرتؐ نے بعض بیویوں سے حیلہ
فریب یا جبر وغیرہ سے نکاح کیا۔ (۳) بعض باتوں میں آپ نے اپنے لئے خصوصیت رکھی اور باقی
امت کے لئے دوسری طرح کے احکام بنائے۔ ان باتوں کا اجمالی جواب یہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ پر
کثرت ازواجی کی وجہ سے عیاشی کا اعتراض اس وقت توجہ کے قابل ہے جب کہ آپ ثابت
کر دیں۔ کہ آپؐ کی قوم میں کثرت ازواجی کا رواج نہیں تھا۔ اور آپؐ نے ملکی رواج
کے برخلاف زیادہ عورتوں سے نکاح کرکے اپنے لئے وسعت پیدا کر لی۔ یا آپ یہ ثابت کر دیں
کہ آپ کے اگلے نبیوں میں کثرت ازواجی کا رواج نہیں تھا۔ یا رواج تو تھا۔ پر اُن سے گناہ
[illegible]۔ سدا کثرت ازواجی پر خوش نہیں تھا اور تعدد ازدواج اس کا حکم تھا۔ لیکن جب کہ آنحضرتؐ
سے پہلے [illegible] ازدواج کا عام رواج اور ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ اور سب اگلے
انبیاء اور امتوں میں بھی یہ دستور برابر جاری رہا۔ اور ممانعت بالکل ثابت نہیں۔ تو پھر آپ کا
کثرت ازواجی کی نسبت اعتراض جواب دینے کے لائق تو ایک طرف توجہ کے لائق بھی نہیں ہے
دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ تم اپنی کتاب میں خود آنحضرتؐ کی نسبت لکھتے ہو۔ کہ آپ تو
حضرت عرب کے بادشاہ تھے (امہات صفحہ ۱۰۰) پس جو شخص ایک قوم کا بادشاہ ہو۔ اُسے

مکر یا فریب یا جبر کی کیا ضرورت ہے۔ بادشاہوں کو اگر چاہیں تو جو دل کی کیا کمی ہو سکتی ہے اکبر جہانگیر وغیرہ بادشاہوں کی طرف خیال کرو۔ خوشامد کی مارے ہندو لوگ آپ بیٹیاں دے جایا کرتے تھے۔ پس ایک شخص جس کے قوائے بھی اعلےٰ درجہ کے تندرست اور صحیح ہوں۔ خوبصورت بھی اول درجہ کا ہو۔ قوم کا بادشاہ بھی ہو۔ نبوت کا بھی دعویٰ ہو مقدس بھی تسلیم کیا جائے۔ ایسے لوگ کیا خوشی سے بیٹیاں نہیں دے سکتے۔ جو مکر یا فریب یا جبر وغیرہ کی ضرورت پڑی۔ اس بات کو خیال میں لاؤ اور پھر خیال لاؤ کہ اس قسم کی سب روایتوں کی تردید کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ ایک شخص جو ۴۰ سال پہلے صادق مصدوق امین معزز اور ممتاز قوم کا مرجع وماوائے رہ چکا ہو۔ اور دین ہی کی خاطر ۱۳ برس تک سخت سخت مصیبتوں میں رہا ہو اور بادشاہ بنے مال و دولت اکٹھا کرنے اعلےٰ سے اعلےٰ خاندان کی عورات سے نکاح کرنے وغیرہ کی کچھ پروا نہ رکھتا ہو۔ اور ساری جوانی خدا کی یاد۔ عبادات شاقہ۔ ریاضات ومجاہدات تبلیغ رسالت واشاعت توحید میں صرف کر دی ہو۔ کیا بڑھاپے میں پردیس میں جاکر وہ ایسے چال چلن کا ہو سکتا ہے جیسا کہ تم ظاہر کر رہے ہو۔ بلکہ آخر عمر میں تو انسان بڑا سنجیدہ اور متین ہوتا۔ اپنے چال چلن پر کسی قسم کا دھبہ لگانے سے بچتا اور اپنے تئیں اپنی قوم کی نظر میں معزز ممتاز۔ مقدس ٹھہرانا چاہتا ہے۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ عورات کے معاملہ میں کسی مخلص نے ذرا بھی آپ ؐ پر طعن نہیں دھرا۔ نہ کسی کے اعتقاد میں فرق آیا۔ جس سے اظہر من الشمس ہے کہ ازدواج کے معاملہ میں آپ ؐ نے جو کچھ کیا ہوگا۔ خواہ وہ ہم تک پہنچا ہے۔ یا نہیں۔ بالکل ملکی قانون کے موافق اور بناوٹ سے دور ہوگا۔ اور اس سے اس قسم کی سب روایتوں کا جو آپ کے تقدس کے برخلاف ہو رہی ہیں۔ غلط اور نامعتبر ہونا بدیہی الثبوت ہے (۱) **تیسرے** امر کے جواب میں یہ گذارش ہے کہ کسی امر میں آپ ؐ نے اپنے لئے خصوصیت نہیں رکھی بلکہ اللہ تعالےٰ نے اور نبیوں کی طرح آپ کو بعض امور میں خاص خاص اجازت دی اور خاص خاص احکام نازل کئے۔ بے شک ہم آپ ؐ پر اپنی شرع کے برخلاف کرنے کا الزام بڑے زور سے لگاتے۔ اگر قرآن شریف میں وہ احکام خدا کی طرف سے آپ کے لئے خاص نہ ہو جاتے۔ یعنی قرآن شریف میں انکا کوئی ذکر نہ ہوتا اور

پرائیوٹ طور پر آپ بیان کر دیتے۔ کہ یہ حکم میرے لئے خاص ہو چکے ہیں۔ لیکن جب کہ جو حکم
امت کے لئے ہیں۔ وہ بھی قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور جو آپ ؐ کے لئے خاص کئے گئے ہیں
وہ بھی قرآن شریف ہی میں ہیں۔ تو آپ کو اس بات کے اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں
کہ آنحضرت ؐ نے اپنی شرع کے برخلاف کیا۔ جو حکم آپ کی امت کے لئے ہوا۔ وہ امت کے لئے
شرع ہے۔ جو آپ کے ہوا۔ وہ آپ کے لئے شرع ہے۔ پھر آپ ؐ پر شرع کی مخالفت کا الزام لگانا
کسی شخص کو نہیں پہنچتا ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اس کی وجہ دریافت کرے
کہ آنحضرت ؐ کو بعض امور میں خصوصیت کیوں دی گئی۔ سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ
دستور ملکی اور سنت قدیمہ کے موافق چند ایک نکاح کر چکے۔ تو ارادہ الٰہی اس امر کی طرف متوجہ
ہوا۔ کہ جس طرح اسلام میں اور سب امور اور احکام کی تکمیل کی گئی ہے اسی طرح **ازواج** کے
معاملہ میں بھی ایک تکمیل اور حد بست کر دی جائے۔ تو خدا نے ایسا کیا۔ کہ باقی امت کو تو چار
ازواج تک نکاح کرنے کا حکم دیا۔ مگر اس میں یہ شرط رکھی گئی ہے۔ کہ اُن میں سے ایک جو مر
جائے۔ تو وہ ان کے بدلے میں دوسری جورو کر سکتا ہے۔ آنحضرت کی ازواج کو بوجہ اُس
حقیقی ہونے سید المرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ ہو چکنے کے تعظیماً اور یا چونکہ کوئی شخص حق
پیش لا سکتا۔ اور اسی وجہ سے خدا نے بھی ممانعت کر دی۔ کہ آنحضرت کی ازواج کو
آپ ؐ کی وفات کے بعد کوئی شخص نکاح میں لا دے۔ سو اس کی جگہ آنحضرت ؐ کو آپ ؐ کوئی نئی
عورت کرنے یا بدلنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اور چونکہ آنحضرت ؐ کی تعدد ازواج میں زیادہ تر مصلحت یہ
بھی تھی۔ کہ **دین** کی اشاعت میں اُن سے مدد ملے۔ اس لئے اُن کے پاس باری باری
رہنے کی بھی قید نہ رکھی گئی۔ تاکہ جس عورت کو زیادہ دیر تک مسائل دین کی تعلیم کرنی چاہیے
روک نہ رہے۔

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ آنحضرت ؐ نے امت کے لئے دوسرے احکام سکھلائے اور اپنے لئے خاص
احکام بنائے۔ وہ اس بات میں غور کرے۔ کہ اگر یہ ساری کارروائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے
نہ ہوتی۔ تو آنحضرت ؐ کو کیا پڑی تھی۔ کہ اُمت کو اور طرح کے احکام سکھلا کر خواہ اپنے اوپر شرع کی
مخالفت کا الزام لیتے۔ انہوں نے تعدد ازواج کو ایک ہی میں کیوں نہ محدود کر دیا۔ عدل کی شرط

یوں لگا دی۔ تاکہ آپ پر کوئی اعتراض ہی وارد نہ ہوتا۔ پس جہاں تک خیال کیا جاتا ہے۔ اور جس قدر غور کیا جاتا ہے۔ صاف معلوم ہے۔ کہ آنحضرت ؐ کا جعل اور افترا نہیں بلکہ سب الٰہی احکام ہیں جن میں سے بعض اللہ تعالےٰ نے آنحضرت ؐ کے لئے اُن کی حالت کے لحاظ سے خاص کئے۔ اور باقی سب احکام میں امت اور آنحضرت ؐ کے لئے شراکت رکھی +

یہ خاص احکام صرف حضرت رسول ؐ ہی پر نازل نہیں ہوئے۔ بلکہ انبیاء سابقہ پر بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ توریت وغیرہ سے ثابت ہے حقیقت میں نبی اور اُس کی امت کی حالت ایک نہیں ہوتی چونکہ وہ دین کی اشاعت کا ابتدا ہوتا ہے۔ اس لئے مصلحۃً بعض احکام اُن کے لئے خاص کرنے پڑتے ہیں۔

تعدد ازدواج پر مصنف امہات کی رائے اور اُس پر بحث

مصنف امہات اپنی کتاب نمبر ۵ میں لکھتے ہیں کہ تمام عیسائی قائل ہیں کہ عہد قدیم میں کثرت ازدواجی اُس زمانہ کی تہذیب کے اندازہ سے حلال و مشروع تھی۔ بنی اسرائیل نے اس رسم کو اپنے پیشینوں کی تقلید میں جاری رکھا۔ اُن کے انبیاء و صلحائے امت اسکے جواز کو تسلیم کیا۔ مگر عہد جدید میں جو مسیح موعود کی بعثت سے شروع ہوا اور جس نے بنی آدم کی ترقی تہذیب کا نیا سنہ جاری کیا۔ وہ رسم جو طلاق کے ساتھ ہمیشہ رہی ہے اُٹھ گئی +

میں کہتا ہوں کہ آپ کا یہ لکھنا بالکل غلط بلکہ اغلط ہے حضرت مسیح نے انجیل میں کہیں نہیں فرمایا۔ کہ کثرت ازدواجی منسوخ ہوگئی۔ یا توریت میں کوئی حکم بدل گیا۔ بلکہ وہ تو صاف فرماتے ہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ جو کچھ وہ تمہیں کہیں۔ وہ کرو۔ +

اور پھر فرمایا۔ کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ بلکہ اُسے پورا کرنے آیا ہوں۔ اور جو کوئی توریت کے سب سے چھوٹے حکم کو ٹالتا ہے۔ اور ویسا ہی دوسروں کو سکھاتا ہے آسمان

کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا (متی ۵ باب ۱۷) پس حضرت مسیح ع انبیاء سابقہ کے برخلاف کس طرح تعلیم دے سکتے تھے۔ اور موسیٰ ع کی توریت کو چھوڑ کوئی نیا حکم اس کے برخلاف کس طرح دے سکتے تھے۔ وہ تو صرف توریت ہی کی تعمیل کرنے کرانے آئے۔ اور صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آئے تھے۔ نئی تعلیم جسقدر آنجناب کی طرف یا حواریوں کی طرف منسوب کی جاتی ہے سب بناوٹی اور جعل معلوم ہوتی ہے۔

اور یوں بھی جب سارے انبیا شریعت قدیمہ ہی کی تعلیم دیتے آئے۔ تو حضرت مسیح ع کس طرح شرائع سابقہ کے برخلاف نئی تعلیم دے سکتے تھے۔ ایک نبی قدیم تعلیم میں معمولی تجدید و اصلاح تو رسم زمانہ کے موجب کر سکتا ہے۔ مگر دفعتہً شریعت ہی کو ورد و برد نہیں کر سکتا +

پس جب مسیح ع خود بھی توریت ہی پر تعمیل کرتے رہے۔ دوسروں کو بھی اسی کی تعمیل کے لئے حکم دیا۔ تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ توریت کے بالکل نقیض تعلیم اُن کی طرف منسوب کرنا صریحاً غلط ہے اب اگر مسیح ع نے بالکل نئی تعلیم جاری کی۔ تو مسیح ع کا وہ فرمان غلط ہے۔ کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا۔ اور اگر وہ فرمان صحیح ہے۔ تو جس قدر نئی تعلیم توریت کے برخلاف ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ وہ غلط ہے۔ دونو میں سے ایک بات کی تسلیم سے عیسائیوں کو چارہ نہیں۔

پس جب مسیح توریت ہی کی تعمیل کرنے کرانے آئے۔ اور فریسیوں و فقیہوں کے اقوال پر بھی عملدرآمد کرنے کے لئے تعلیم فرماتے ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب کا دعویٰ کہ مسیح نے نئی تہذیب جاری کی۔ کیسا دروغ بے فروغ ہے۔ کیا آپ بچوں کا دل بہلاتے ہیں۔ انجیل متی کی ان اُردو عبارات کو اور کوئی نہیں سمجھ سکتا +

اچھا تھوڑی دیر کے لئے آپ کی خاطر مان لیتے ہیں۔ کہ مسیح ع نے بقول پولوس توریت کو عیب دار پاکر اس کا تختہ پلٹ دیا (عبرانی ۸ باب ۱۸ وغیرہ) اور اس کا نقطہ بانقطہ شوشہ تک ایک طرف اُسے تقویم پارینہ قرار دے کر اس کا نام و نشان نہ چھوڑا۔ بلکہ شریعت کو پتہ لعنتی قرار دیا (عبرانی رومی وغیرہ) اور تہذیب کا نیا سنہ جاری کر کے تعمیل شریعت تقوے اور طہارت۔ حلت و حرمت۔ سب کو خیر باد کیا۔ اطمینان رکھئے۔ اچھا صاحب فرمائیے۔ تہذیب کے اس نئے سنہ میں مسیح ع نے شاہانہ نمائشیں دکھائیں کہ دیدہ توریت شناس

یا زیادہ جوروں کا کرنا حرام ہے۔ مسیح م نے یہودیوں اور فریسیوں کو زنا کاری و نفاق پر ضرور جا بجا کوسا اور متنبہ کیا۔ مگر یہ کہیں بھی نہ فرمایا۔ کہ اے ایک سے زیادہ نکاح کرنے والو یا بہت سی عورتیں رکھنے والو۔ تم پر افسوس اگر اس سے کا ہونا آپ کا مقصود ہوتا۔ تو ضرور صاف صاف کثرت ازواج کو آپ اڑاتے۔ ہاں اسقدر تو آپ نے ضرور فرمایا۔ کہ **شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت پیدا کی** اور کہ عورت ماں باپ کو چھوڑ کر مرد کے پاس جاتی ہے۔ اس لئے ان کو یگانگت انتہا کی کرنی چاہیئے۔ اور پیار اور محبت سے یکجا رہنا چاہیئے۔ طلاق نہ دینا چاہیئے۔ (متی ۱۹ باب ۴-۵) مگر اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ مسیح م نے کثرت ازواجی کی ممانعت کی۔ بلکہ اس سے تو پہلے سے بھی کثرت ازواجی کی سہولت ہو گئی کہ اس سے پیشتر آخر طلاق تو جائز تھی جس کی وجہ سے بقول آپکے کثرت ازواجی میں کچھ خفت ہو سکتی تھی۔ اب طلاق بھی جائز نہیں رہی۔ جتنی شرعی جوروں ہوں۔ اپنے پاس ہی رہنی چاہیئیں۔ چنانچہ ان فریسیوں کا جو آزمائش مسیح م کے لئے آئے تھے۔ سوال بھی طلاق ہی کی بابت تھا۔ کثرت ازواجی کے روا یا ناروا ہونے کی نسبت ان کی کوئی گفتگو نہ تھی۔ متی ۱۹ باب ۳ دیکھو۔ اور فریسی اُسکی آزمائش کو اس کے پاس آئے۔ اور اُس سے کہا کیا۔ روا ہے۔ کہ مرد ہر ایک **سبب اپنی جورو کو طلاق دیوے**۔ اس کے جواب میں مسیح م نے فرمایا۔ اور سمجھایا کہ عورت کو بموجب محض عیاشی کی خاطر طلاق نہیں دینی چاہیئے۔ اس لیے کہ شروع میں خالق نے ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت بنائی۔ اور کہ اس لیئے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا۔ اور اپنی جورو سے ملا رہے گا۔ اور وے دو واحد تن ہونگے۔ **پس جسے خدا نے جوڑا انسان نہ توڑے**؀

پس مسیح کے اس جواب سے اور فریسیوں کے سوال سے اُس کے سوا اور کوئی نتیجہ مستنبط نہیں ہوتا۔ کہ مسیح م نے عورت اور مرد کو ایک تن ہو کر رہنے کا حکم دیا۔ اور محبت اور یگانگت رکھنے کے لئے بتاکید فرمایا اور طلاق کی ممانعت کی۔ اس سے ایک ہی جورو کرنے یا کثرت ازدواجی کے متعلق کوئی گفتگو نہیں ہے؀

ڈاکٹر صاحب۔ آپ ان الفاظ سے کہ خالق نے شروع میں ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت

پیدا کی۔ دھوکا نہ کھائیں۔ اور نہ سمجھیں۔ کہ اس سے ایک مرد کے لیے ایک ہی عورت کا ہونا نکلتا ہے یہ الفاظ محض کمال اتحاد اور یگانگت کی تاکید کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کو ایک زوجہ رکھنے سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ فریسیوں کا سوال کثرت ازدواجی کے جواز یا عدم جواز کے متعلق نہیں تھا۔ ان کا سوال محض **طلاق** کے متعلق تھا کہ کیا آدمی کو روا ہے۔ کہ ہر ایک سبب سے اپنی جورو کو چھوڑ دے۔ اس کا جواب مسیح ؑ نے دیا کہ شروع میں خالق نے ایک مرد اور ایک عورت بنائی۔ پس ان دونوں کو یک جان اور نہ جدا ہو کر رہنا چاہیے۔ اور انسان کو یہ تعلق ہرگز توڑنا نہیں چاہیے +

نزول توریت سے پیشتر حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب جیسے انبیاء نے شرع کثرت ازدواجی پر عمل کیا ہے۔ پس بنی اسرائیل ہی کے لئے کثرت ازدواجی جائز نہیں ہوئی۔ تا کہا جائے۔ کہ ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت کے الفاظ سے کثرت ازدواجی کی ممانعت مقصود ہے۔ یہ تو واقعہ نفس الامر کے کہ آغاز دنیا اور انبیاء قدیم سے کثرت ازدواجی کا رواج رہا۔ پس اس ایک ہی مرد اور ایک ہی لفظ کے مفہوم سے یہ مغالطہ کھانا۔ کہ شروع میں ایک مرد کی ایک ہی عورت ہوئی تھی۔ ٹھیک نہیں ہے +

فریسیوں نے مسیح ؑ سے طلاق ہی کا مسئلہ پوچھا۔ اور اسی کا مسیح ؑ نے جواب دیا۔ پس مسیح ؑ کی اس گفتگو اور طرز کلام کو کثرت ازدواجی کی ممانعت یا عدم ممانعت سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ اور محض طلاق کی ممانعت میں مبالغہ مقصود ہے۔ تو اس سے حضرت مسیح ؑ نے اپنی قوم میں کثرت ازدواجی کو بھی وسعت دی نہ کہ گھٹایا۔ کیونکہ اس سے پیشتر آخر بنی اسرائیل میں طلاق تو تھی۔ انسان پچھلی جوروں کو چھوڑ کر نئی جورو کر سکتا تھا۔ مگر مسیح ؑ کے اس قول نے طلاق کی ممانعت قطعاً کر کے کثرت ازدواجی کو اور بھی وسیع کیا۔ ورنہ امر کی تاکید کی +

اور حضرت مسیح ؑ کے اس قول سے کہ **شروع سے ایسا نہ تھا**۔ یہ مقصود نہیں کہ شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی۔ بنی اسرائیل کے لئے سوا رکھی گئی۔ اور اب منسوخ ہو گئی۔ بلکہ حضرت مسیح ؑ کے اس قول کا یہ مطلب ہے۔ کہ شروع سے طلاق نہ تھی۔ کیونکہ اگر یہ سمجھا جائے۔ کہ شروع سے کثرت ازدواجی نہ تھی۔ تو یہ تو واقعہ کے برخلاف ہے۔ حضرت ابراہیم۔ اسحاق۔ یعقوب وغیرہ سب

انبیاء عظام ۔ جو توریت سے پیشتر ہوئے ہیں ۔ کثیر الازواج تھے ۔ تمام دنیا میں کثرۃ الازواجی کا کمال رواج رہا ۔ پس از شروع سے ایسا نہ تھا) ان الفاظ کو مسئلہ کثرت ازواجی کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں +

ڈاکٹر صاحب کا قول (متی ۱۹ باب ۸ سے یہ سمجھنا ۔ کہ انسانی سخت دل نے جوروں کی تعداد بڑھائی یہ بالکل غلط ہے ۔ سخت دلی کو کثرت ازواجی سے کوئی تعلق نہیں ۔ سخت دلی کے الفاظ محض طلاق سے تعلق رکھتے ہیں ۔ کیونکہ فریسیوں نے حضرت مسیح سے یہی کہا تھا ۔ کہ پھر موسےٰ نے کیوں حکم دیا ۔ کہ طلاق نامہ اُسے دے کے چھوڑ دے پس انہوں نے حضرت موسےٰ رم کے مجوزہ طلاق کی حکمت پوچھی تھی سو اسکا جواب حضرت مسیح رم نے دیا تھا ۔ کہ تمہاری سخت دلی کے سبب ۔ تم کو جوروں چھوڑ دینے کی اجازت دی ۔ پر شروع سے ایسا نہ تھا ۔ یعنی نزول توریت سے پیشتر طلاق قطعاً نہ تھی ۔ جوروں کو بس ہی رکھنے کا حکم تھا ۔ کسی طرح طلاق دینے کی اجازت نہ تھی ۔ تم کو صرف تمہاری سخت دلی اور قساوت قلبی کے سبب سے طلاق کی اجازت ہوئی ۔ کیونکہ تم لوگ عورتوں سے حسن معاشرت اور حسن سلوک نہیں کرتے ۔ اس لئے تم کو طلاق کی اجازت دیدی گئی ۔ کہ کسی رو وہ عورتیں تمہارے پنجہ ظلم سے تو چھوٹ جائیں ۔ ورنہ تم لوگوں سے پیشتر لوگ سخت دل نہیں تھے ۔ نہ عورتوں کو ستایا کرتے ۔ اور اس لیئے ان میں طلاق بھی جائز نہ تھی +

پنڈت لیکھرام صاحب یقیناً دیکھیں کہ کثرت ازواجی سخت دلی کا نتیجہ نہیں ۔ بلکہ طلاق سخت دلی اور بد سلوکی کا نتیجہ ہے ۔ اور طلاق ہی کے ساتھ سخت دلی کا تعلق ہے آپ کی یہ منطق بالکل غلط ہے ۔ جو آپ خواہ مخواہ حضرت مسیح رم کے فرمانے کے برخلاف سخت دلی کا تعلق کثرت ازواجی کے ساتھ لگاتے ہیں +

اور ڈاکٹر صاحب کا یہ لکھنا ۔ کہ کثرت ازواجی کی رسم ہمیشہ طلاق کے توام ہی ہے ۔ کسقدر غلط اور عظیم الشان دروغ ہے +

طلاق کا جواز تو صرف بنی اسرائیل کو ہوا (دیکھو متی ۱۹ باب ۸) اور کثرت ازواجی حکم طلاق سے پیشتر بھی اس زمانہ کی تہذیب کے اندازہ سے حلال و مشروع تھی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت

اسحاق یعقوب وغیرہ انبیاء کثیر الازواج تھے مگر طلاق اُس زمانہ میں بالکل جائز نہ تھی۔ طلاق صرف یہودیوں کی سخت دلی کے سبب سے مقرر ہوئی۔ پس طلاق اور کثرت ازدواجی کو لازم ملزوم قرار دینا کسقدر راستی کے برخلاف اور صداقت کا خون کرنا ہے۔

کثرت ازدواج اور طلاق لازم ملزوم ہرگز نہیں ہیں انہیں کوئی تلازم نہیں ہے۔ سینکڑوں لوگ کثیر الازواج ہوگذرے طلاق کسی کو نہیں دیتے اور تورات سے پیشتر کوئی بھی کسی عورت کو طلاق نہیں دیتا تھا اور کبھی شخص ایک ہی عورت سے نکاح کرکے اُسے طلاق دیکر بیسیوں دوسری عورت نہیں کرتے۔ پس کثرت ازدواجی اور طلاق کو لازم ملزوم کہنا کس منطق کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب! ڈاکٹر صاحب تو تجھے ہی منطق بھی پوری ہی نہیں آتی ہے۔ کہ ارسطو و افلاطون اور بیکن کو بھی مات کر دیا۔ معمولی علوم سے بھی اسقدر جہالت اور کتاب بنانے کا ارادہ کرنا نازیبا ہے ریش و فش۔

جب طلاق اور کثرت ازدواجی لازم ملزوم نہ ہوئے تو صرف کثرت ازدواجی کی مسیح نے کہیں ممانعت نہیں فرمائی اور طلاق کو منع کر دیا تو اس سے کثرت ازدواجی کو اور وسعت ہو گئی۔ نہ کہ کچھ کمی۔ اور یہ ایک اور دلیل ہے کہ گو پروٹسٹنٹ بوجہ کسی قانون کے زیادہ بیویاں نہیں کرتے مگر اور بہت سے عیسائی فرقے تعدد ازدواج کو جائز رکھتے ہیں۔ چنانچہ امریکہ میں فرقہ مارمن ہیں اور بہت سے عیسائی بادشاہ عیسائی پادری زیادہ بیویاں کرتے رہے۔ چنانچہ امام فن مناظرہ اہل کتاب نے ذبیحہ جاریہ میں ان کناروں کو بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔

اگر کثرت ازدواج کو مسیح نے روک دیا ہوتا تو پولوس رسول اپنے خط میں کبھی قید نہ لگاتے کہ کلیسیا کا نگہبان پادری بے عیب ایک جورو کا شوہر پرہیزگار صاحب تمیز شائستہ مسافر دوست ہو (۱ تمطاؤس ۳ باب ۲) بے الزام ہو اور ایک ہی جورو رکھتا ہو (طیطس ۱ باب ۶) کیونکہ اگر مسیح نے ایک سے زیادہ جورواں رکھنے سے روک دیا ہوتا۔ تو ایک جورو کی قید کی حاجت تھی ہی نہیں آتی ایک احمق سے احمق بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح نے اپنے اس حکم ممانعت طلاق سے کثرت ازدواج کو ہرگز نہیں روکا۔ اور یہ کہ ان تینوں عیسائیوں میں

سی جورواں کرنے کا عام رواج تہا تب تو اس قانون کے مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی کہ ایک جورو والا ہو ورنہ کوئی صاحب سمجھائیں کہ ایک جورو کی قید کیوں لگائی گئی اور پہر تو یہ ہے کہ پادریوں کو ہی [illegible] میں کثرت ازواجی کی ممانعت نہیں ہے تاہم مصلحتاً ایک صلاح دی گئی ہے کہ ایک جورو رکہیں کیونکہ ایک جورو کرنے والے دنیا کے کاروبار میں اسقدر گرفتار نہیں ہوتے جسقدر زیادہ جوروں والے ہیں پس یہہ کوئی ممانعت نہیں صرف مصلحت ہے - اب اگر یہہ سب [illegible] میں دے سکتا ہوں کہ عیسائیوں کے پیچھے عیسائی بادشاہ بہت سی بیویاں [illegible] [illegible] سب [illegible] کے موافق سمجھ جاتے ہیں [illegible] [illegible] اور عیسائیوں نے خود بہی کثرت ازواجی کے [illegible] [illegible] تالیف کی ہیں اور انکے پادری کثرت ازواجی کے فتوے دیتے رہے ہیں لیکن چونکہ خود انجیل سے کثرت ازواجی کی اجازت ثابت ہے اور اسکی کوئی روک نہیں ہے تو کچہہ ضرور نہیں کہ اس بارہ میں زیادہ خامہ فرسائی کی جائے - البتہ حیرت ہے تو اسبات پر حیرت ہے کہ مسیح نے کثرت ازواجی کی ممانعت نہیں کی - حواری کثرت ازواج کو جایز قرار دیتے - اور مصلحتہً پادریوں کو ایک زوجہ کرنے کی صلاح دیتے اور مسیح کے اقوال سے کثرت ازواجی کے برخلاف کچہہ نہیں سمجہتے - عیسائی بادشاہ وغیرہ بہت سی بیویاں اور باندیاں جمع کرتے رہے - لیکن ڈاکٹر صاحب ذراک بہی نہیں سمجہتے اور مسیح اور حواریوں کے بالکل برخلاف کثرت ازواجی کو انجیل کے اصل منشاء کے برخلاف بتاتے ہیں - ڈاکٹر کا یہہ قول بہی غلط ہے کہ کثرت ازواجی سخت دلی کا نتیجہ ہے - بلکہ کئی حالت میں رحم دلی کا نتیجہ بہی ہو سکتی ہے - جس زمانہ میں عورات کی کثرت ہو اور لوگ بوجہ جنگ وغیرہ کے مارے جائیں - اس زمانہ میں کثرت ازواجی عین رحم کا نتیجہ ہوتی ہے - اور صاحب یہہ عجیب ہے کہ انسانی سخت دلی جوروں کی تعداد بڑہاتی - اور عقلا نے اسکی برائیوں کو طلاق سے کم کیا - انسانی سخت دلی سے بڑہاتی - خدا نے نہ بڑہاتی - جس نے کبہی ممانعت نہ فرمائی - بلکہ انکو برکت دیتے [illegible] [illegible] [illegible] پر چلتے تہے (دیکہو اصلاح سہو) -

اور آپ کا قول کہ عقلا نے اسکی برائیوں کو طلاق سے کم کیا درست ہے عقلا نہو جنہوں نے

طلاق سے اسکی بُرائی کو کم کیا - ان کا نام تو لیا ہوتا - کیونکہ تم آپ ہی تو کہتے ہو کہ حضرت مسیحؑ نے منع کیا اور کسی نے نہیں کیا - (متی ۱۹ باب ۸) پس آپ کا یہہ لکھنا کس قدر غلط ہے کہ عقلاء نے کیا اور کیا وجہ کہ خداوند تعالی نے [illegible] کو کم نہ کیا اور دیگر عقلا [illegible] شریعت کی اتنی لمبی چوڑی کتابیں تو انبیا پر الہام کر دیں - اور [illegible] [illegible] ہمیشہ روا رکھا اور اسپر چلنے والوں کو جنت کا وعدہ دیا - اور کیا سارے انبیا [illegible] سخت دل تھے - جنہوں نے کثرت ازواج پر عمل کیا جو کہ توریت کے نزول اور حضرت موسیٰؑ سے بھی پیشتر تھے وہ لوگ یہہ سخت دلی کا فعل کیوں عمل میں لائے - حضرت مسیحؑ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ نے کیوں تین عورتیں کیں - حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیوں چار جورواں کیں - یہہ لوگ تو سب پیغمبروں کے سردار اور خلیل اللہ گذرے ہیں اور تمہارے ابن اللہ کے جد امجد گذرے ہیں - انہوں نے یہہ سخت دلی کا اور ناپاک کام کیوں کیا - یہہ سب تمہاری خباثت باطنی سبب [illegible] [illegible] انبیاؑ کو جنکی جوتیوں کی [illegible] برابری تم نہیں کر سکتے - سخت دل اور [illegible] [illegible]

صاحب من دنیا کی تہذیب ایک اضافی امر ہے جسکا معیار ہر زمانہ میں بدلتا رہتا ہے اور ان انبیا کا فعل نہایت ہی اعلے اور شائستہ تھا - بیشک انکو سخت دل [illegible] تو اپنے [illegible] انکی ہر فعل کی تحسین کرتے ہیں

اور تمہارا [illegible] (۱۹) یہہ لکھنا کس قدر جہالت [illegible] حضرت داؤد و سلیمانؑ کا بہت سی عورتوں کا فراہم کرنا - یہہ قدیم رواج [illegible] لوگ اسکو شان بادشاہی سمجھتے تھے اور اسلامی سلاطین اب بھی سمجھتے ہیں ہم اسکو معیوب جانتے ہیں اور داؤد و سلیمان کی حمایت اس بارہ میں کرتے شرماتے ہیں اور ہمکو جرأت نہیں کہ ہم اس عیاشی کو معجزہ یا خرق عادت کہدیں کیا یہہ لطیفہ نہیں کہ تم آپ ہی اس فعل کو اس زمانہ کی تہذیب کے رو سے حلال و مشروع بتاتے ہو - اور آپ ہی اس فعل داؤدی و سلیمانی سے شرماتے ہو اور اسکو عیاشی بتاتے ہو - جس کو خدا نے بھی تحسین کی نظر سے دیکھا اور یہ تمہاری نیک بختی اور سعادت ہے کہ اپنے ابن اللہ کے جد امجد حضرت داؤدؑ

کو جس کی حواری تین یک تعریف کرتے ہیں۔ عیاشی اور عیب ناک بتاتے ہو۔ اور آپ کے یہ الفاظ کہ عہد جدید سے ہی یورپ کی تہذیب کا نیا سنہ جاری ہوا۔

تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آتی۔ تہذیب اور شائستگی سے مذہب مسیحی کو کیا تعلق ہے جس مذہب میں تعمیل شریعت لعنت کا موجب ہو۔ نیکی کرنا۔ بدی سے بچنا۔ تقوی اور طہارت سب فضول ہو۔ اعمال رائگاں اور مفت میں نجات ہو۔ سوائے گندگی۔ بدتہذیبی۔ بدکاری وغیرہ کے جو آپ صاحبوں کا کام ہے اور اس کتاب سے ظاہر ہو رہا ہے اور کیا پایا جاوے۔ کیا تہذیب کی اصل یہی بے ایمانی ہو سکتی ہے۔ یا دری ہیلر صاحب تک تو عیسائی چال چلن۔ زناکاری۔ شراب خوری کی شکایت کرتے کرتے تھک گئے اور انہوں نے ان تین لعنتوں کو مسیحیوں کے لئے لازم ملزوم ٹھیرایا اور آپ نئی تہذیب کا ذکر کرتے ہو۔ نئی تہذیب دیکھنے ہو۔ تو یورپ کی سوسائٹیوں کا اندرونی حال دربار لندن کے اسرار، پیرس کے اسرار مطالعہ کرو تو آپ کو نئی ترقی تہذیب کے نئے سنہ کا پتہ لگ جاویگا۔

شراب نوش قوم کوئی عیسائیوں سے بڑھ کر ہے ہی نہیں۔ اور شراب وہ ام الخبائث ہے جو تمام گناہوں۔ شرارتوں گندگیوں اور ناپاکیوں کی جڑ ہے تمام عقلمند اس کی خباثت اور برائی پر متفق ہیں جو مذہب مسیحی کے رو سے مشروع اور جایز ہے۔ بلکہ مسیح نے معجزہ کے طور پر سب سے پہلے شراب ہی بنائی پولوس ہاضمہ کی کمزوری کے لئے اجازت دیتا ہے۔ بلکہ عشاء ربانی میں شراب اس رسم مقدس کی ایک جزو اعظم ہے۔ پس جن لوگوں میں شراب جیسی ام الخبائث چیز جایز ہے۔ وہ کسی قوم کو بدتہذیبی کا الزام نہیں لگا سکتے۔ ان کو تو مارے شرم کے آپ چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جانا چاہیئے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ تکمیل شریعت کے لئے کثرت ازدواجی کا جایز ہونا تو ضروری تھا تاکہ خلق کو گناہ ہونے کے لئے کوئی عذر نہ رہے۔ اور بہرحال زنا کرنے سے دوسرا نکاح کر لینا بہتر ہے اور چونکہ کثرت الازدواجی انبیاء کا فعل ہے اسلئے بجز احمق کے کسی شخص کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں۔ شرعی نکاح ایک آدھ کر لینا اس میں کیا برائی اور کیا عیاشی ہو سکتی ہے مگر شراب خواری تو ایسا ناپاکی اور بدتہذیبی کا کام ہے کہ شراب خواری سے بڑھکر کوئی عیاشی نہیں۔ کثرۃ الازدواجی کی مذمت میں انسان

کتنا ہی مبالغہ کرے۔ مگر بہر حال شراب خواری سے اسکا درجہ کم ہی رہے گا
شراب تو انسان کو انسانیت سے خارج کر دیتا ہے۔ تو بین یا کہ اس
عورتیں ضرورت کے موافق شرط عدل انسان کرے تو اس میں کیا قباحت کیا عیاشی ہو سکتی ہے مگر شراب خواری
تو انسان کو دین و دنیا کے کام کا نہیں چھوڑتی اور زنا اور عیاشی کی طرف مائل کر کے انسان کو خسر الدنیا
والآخرۃ کا مصداق بنا دیتی ہے ہزارہا خاندانوں کو شراب نے تباہ کیا۔ جرائم کی تعداد بڑھائی سلطنتیں
خاک میں ملا دیں چنانچہ یورپ میں بھی شراب کی قباحتوں پر دھواں دھار لیکچر دیئے جا رہے
ہیں جو اسلام میں پہلے ہی سے پرلے درجہ کی ناجائز ممنوع اور اسکی صورت تک دیکھنا حرام
ہے اب آپ ہی انصاف کریں کہ پرہیزگاری کا درجہ اسلام میں زیادہ ہے۔ یا عیسائیت میں عیسائی
تہذیب کے موافق تو زنا کی سزا ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح نے بھی اس زانیہ عورت
کو سزا نہیں دی تھی جس کا انجیل یوحنا کے ۸ باب میں ذکر ہے۔ پس جس مذہب میں شراب خواری عام
رائج اور جائز ہے۔ زنا کی کوئی سزا مقرر نہیں۔ مفت میں نجات ہے۔ تقوے و طہارت
کی ضرورت نہیں۔ اس مذہب سے بڑھکر اور کس مذہب میں عیاشی زیادہ ہو گی۔

عیسائیوں میں طلاق

کثیر الازواجی کی عیسائی مذہب میں ممانعت نہ ہونے کا ذکر تو اوپر ہو چکا۔ اور ڈاکٹر احمد شاہ
صاحب کی ساری شیخی کرکری ہو چکی۔ اب طلاق کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ کہ آیا جیسا
کہ ڈاکٹر صاحب لکھ رہے ہیں۔ سچ مچ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں یا بعض حالتوں میں
عیسائی مذہب میں بھی طلاق ہو سکتی ہے۔ سو یہاں تک غور کی گئی ہے۔
ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ عیسائی مذہب میں طلاق نہیں ہے افسوس ہے
کہ ایسا فاحش جھوٹ بولتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو شرم نہیں آئی۔ اور بلاشبہ آپ نے
اگلا حصہ بیان مسیح کا جو طلاق کے متعلق تھا قصداً چھوڑ دیا ہے۔ مسیح نے تو زنا کی حالت میں عورت
کو طلاق دینے کی اجازت دیدی ہے۔ پس اگر عورت مرد کا تعلق ایسا ہی غیر منفک تھا۔ جیسا کہ

کوئی خیال نہ کیا کہ اگر اسکا مرد زانی اور ہرجائی ہو تو وہ بھی مرد سے [illegible] قطع تعلق کرکے اسکی طلاق
لے لے۔ کیا یہہ صریح بے انصافی اور ظلم نہیں ہے۔ پھر آپکا یہہ کہنا کہ عقل کے برخلاف اور صریح
جھوٹ ہے کہ فطرت نے کسی ایک کی رعایت نہیں کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لکھنے
کے وقت آپ عشاء ربانی کھا رہے ہیں۔ یا ہاضمہ کی کمزوری کے لئے تھوڑی سی پی رہے ہیں
جو صریحاً انجیل کے بھی برخلاف اناپ شناپ ہانک رہے ہیں۔ پھر آپ یہہ تو بتلائیے
کہ مرد اپنی جورو کا زنا کس طرح ثابت کرے۔ ایک مرد ہے۔ جس نے اپنی عورت کو
ایک مرد کے ساتھ یہہ ناگفتنی فعل کرتے ہوئے پکڑا۔ اور وہ سوا اسوقت کوئی گواہ
شاہد نہیں۔ اب آپ بتلائے کہ [illegible] عورت سے سلوک کیا کرے۔ قانوناً
تو اسکو چھوڑ نہیں سکتا۔ کیونکہ زنا کا ثبوت اور شہادت نہیں یوں چھوڑدے۔ تو عورت پہلے
زنا کا قانونی ثبوت مانگے گی سو آپ فرمائیں کہ اس حالت میں وہ اسی زانیہ عورت ہی کے ساتھ
صحبت کرتا رہیگا۔ یا نہیں پس تمہارے یسوع کا یہہ نص حکم یہاں بھی کسی کام نہ آیا۔
اگر آپ یہہ کہیں کہ وہ اُس عورت کو بلا ثبوت و شہادت چھوڑدے تو پھر تمام عیسائیوں کے لئے
بڑی گنجایش ہو جائیگی۔ جس عورت کو چھوڑنا چاہا جھٹ زنا کا الزام و اتہام لگادیا اور چھوڑدیا
اس بات سے روکنے والا اُن کے لئے کون آدمی ہو سکتا ہے اگر آپ یہہ جواب دیں کہ کوئی
شخص مسیح کا سچا پیرو کہلا کر اپنی عورت کی نسبت جھوٹا الزام نہیں لگا سکتا۔ تو یہہ محض طفل
تسلی ہے۔ جبکہ ہر ایک عیسائی کا یہہ خیال ہے کہ نجات کے لئے تقوے اور طہارت اور
اعمال حسنہ وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں اور صرف مسیح پر ایمان لانے سے سارے گناہ معاف
ہو چکے ہیں اب کوئی گناہ ضرر نہیں کرسکتا۔ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہی ہے ناپاکوں
کو یعنی غیر عیسائیوں کے لئے کوئی شے پاک نہیں تو ہر ایک عیسائی کیوں نہ جھوٹے
الزام عورتوں کو لگا لگا کر نکالنا چاہیگا اور نئی عورات سے فرحت اٹھانا پسند کریگا جواب
ضرور لکھیں۔ یا تو اس بات کے قایل ہوں کہ عیسائیوں کے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ یا یہہ کہ
ایسی حالت میں سزا ہوگی تو مسیح کی جان مفت گئی۔ دونوں حالتوں میں ایک
سے چارہ نہیں ✦

پھر میں کہتا ہوں کہ آپ صاحبوں کا خدا یا ابن خدا بھی عجیب ستار العیوب ہے جو طلاق کو صرف زنا ہی کے وقوع پر منحصر رکھتا ہے اگر کمال نشوز و اعراض کی حالت میں بھی طلاق کی اجازت ہوتی تو کوئی شخص نہ سمجھ سکتا کہ زنا سے طلاق ہوئی ہے یا اور کسی وجہ سے۔ اور تمہاری عورات کا پردہ ڈھکا رہتا۔ اب کہ عورات کی طلاق صرف زنا پر منحصر ہے۔ مطلقہ عورت کی نسبت زنا کا اعتراف اور اسی زانیہ کرکے پکارنا سے مقدم ہے۔ واہ ستار العیوب خدا ہو تو ایسا ہی ہو اور احکام ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ انہی احکام پر ڈاکٹر صاحب فخر کر رہے ہیں کہ دنیا میں سوائے عیسائیوں کے کوئی مذہب نہیں جس میں کثرت ازدواج و طلاق منع ہو بیچارے عیسائی مذہب نے تو نہ کثرت ازدواج کو روکا ہے نہ طلاق کو آپ کیوں تعلی کی لیتے ہیں اور خواہ مخواہ ڈینگ ہانکتے ہیں یہ آپکا سارا فخر بیجا ہے۔ بلکہ گوز شتر کا مصداق ہے انجیل کی نص تو میں بیان کر دی۔ اب آگے ماننا نہ ماننا آپ کا اختیار ہے۔

صرف زنا ہی کی حالت میں جواز طلاق اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق کے عدم جواز نے عیسائیوں کو اسقدر دقت میں ڈال رکھا ہے کہ انہوں نے خود نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق کے جواز و استحسان پر بڑے بڑے مضامین لکھے ہیں۔ اور طلاق کے متعلق بڑے بڑے قوانین درج کئے ہیں۔ چنانچہ **ڈاکٹر ہملٹن صاحب** زنا کی حالت میں طلاق کے جائز ہونے اور نشوز و اعراض کی حالت میں ناجائز ہونے کی نسبت جو ریمارک کرتے ہیں۔ وہ اس بارہ میں بالکل اسلامی مسئلہ کی طرف جھکے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اذیت اور مصیبت کا باعث ہو۔ تو ہرگز خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کہ خدا ہے ایسی عورت کے طلاق دینے سے ناخوش ہوگا یہ دل کی سختی کو اس شخص سے منسوب کرتا ہوں جو اس عورت کو اپنے پاس رہنے دے نہ اس شخص سے جو اسکو ایسی صورتوں میں اپنے گھر سے نکال دے۔ ناموافقت سے عورت کو رکھنا ایسی سختی ہے جس میں طلاق سے زیادہ بے رحمی ہے۔ طلاق ایک مصیبت ہے جو ایک بدتر مصیبت کے عوض اختیار کی جاتی ہے تمام معاہدے مدعہد یوں سے ٹوٹ جاتے ہیں پھر اسپر کونسی معقول دلیل ہے کہ نکاح کا معاہدہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور کیا وجہ ہے کہ نکاح کی نوعیت تمام معاہدوں سے مختلف ہے جیسی کہ اکی شرط

سے طلاق کی اجازت دی مگر آخر اجازت تو دیدی۔ نکاح ملاپ کے لئے ہوا نہ اسلئے کہ ہم دائمی تردد اور نزاع

باعث سے پریشان رہیں۔

تعدد ازدواج اور اسکی نسبت اسلامی حکم

ابتدای دنیا سے تو معلوم ہو کہ دنیا کی تمام قوموں اور تمام مذہبوں میں کم و بیش رسم تعدد ازدواج جاری رہی ہے
قدیم اہل یونان میں یہ رسم جاری تھی اہل روما میں بھی تعدد ازدواج کی ممانعت نہ تھی۔ افلاطون نے بھی تعدد ازدواج کی
حمایت پر کتب میں لکھی ہے بلکہ ہندوں میں منو کی دھرم شاستر کی ۹ ادھیا ۱۴۹ اشلوک کے بموجب برہمن کو چار جوروں تک
کرنے کی اجازت ہے۔ سینٹ [illegible] علیہ السلام نے خود تعدد ازدواج کی جواز و حمایت میں کتاب انکی کتابیں لکھی ہیں اور پوپ [illegible] صاحب جب
جرمنی پادری نے جب پوپ گریگوری سے مسئلہ پوچھا کہ آدمی کو کس حالت میں دو عورتیں کرنی جائز ہیں تو پوپ گریگوری نے یہ جواب دیا
کہ اگر جورو کو ایسی بیماری ہو کہ خاوند اس سے مباشرت نہ کرسکے تو اس صورت میں خاوند کو دوسرا نکاح کرنا درست ہے لیکن
اس شرط پر کہ بیمار جورو کی ہر طرح خبرگیری کرتا رہے جان ملٹن نے انجیل کے رو سے ثابت کیا کہ تعدد ازدواج انجیل کے
رو سے منع نہیں چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ حزقیل ۲۳ باب میں خدا تعالی نے اپنی تئیں ایک تمثیلی حکایت میں
ایک مرد بتایا ہے جس نے اہولا و اہولیبا بیبیوں سے نکاح کیا۔ اگر یہ رسم بری ہوتی تو خدا تعالی استعارہ میں بھی کبھی
اس رسم کو اختیار نہ کرتا۔ جس رسم کی انجیل میں ممانعت نہ ہو تو ہم اسکو کس دلیل سے برا اور ذلیل کہیں۔
انجیل میں پادریوں کو ایک بیوی کرنے کی صلاح دیگئی ہو پر کہیں کثرت ازدواج کی ممانعت نہیں پادری
فنکس صاحب مشنری لکھنؤ اپنی کتاب اسلام سمجھو صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷ میں فرماتے ہیں کہ تعدد ازدواج کو مقدمہ
میں ہم بے تردد تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں بھی اس دستور نے رواج پایا تھا اور خدا نے بھی سکوت نہیں کیا
بلکہ اکثروں کو برکت کا وعدہ کیا جو اسپر چلتے تھے۔ یعنی کثرت ازدواجی کے دستور پر گاڈفری ہگنس صاحب
اپنی کتاب کے صفحہ ۵۷ میں فرماتے ہیں کہ بادشاہ روم اور دوسرے بادشاہوں نے بہت سی بیبیاں کی ہیں جو کہ حد سے
زیادہ ہیں حالانکہ یہ بادشاہ اور باتوں میں نہایت پابند شرع تھے۔ اور یہ سب بلا بیان شرع
تصور کی گئیں اور مستغرق ہیں بیبیاں ہوا کرتی اور انکو اجازت چار بیویوں تک تھی انتہی از امیر الاسلام
صفحہ ۱۹۳ (استثناء ۲۱ باب ۸ آیت میں دو جوروں کے ایک ساتھ ہونے کے احکام موجود۔ ۲ احبار ۱۸ باب ۱۸ میں دو
حقیقی بہنوں کے ایک ساتھ جورو بنانے کی ممانعت موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ سوائے دو حقیقی بہنوں کے دوسری

عورتیں ایک ساتھ نکاح میں آ سکتی ہیں

یعنی حضرت ابراہیم جیسے مقدس اور پاک نبی نے تین جوروئیں کیں یعنی سارہ ۔ ہاجرہ ۔ اور قطورہ حضرت موسیٰ کی دو جوروئیں تھیں حضرت یعقوب کی چار جوروئیں تھیں حضرت سموئیل کے باپ کی دو جوروئیں تھیں (سموئیل ۱ باب) اور یہی حال اسحاق اور تمام بنی اسرائیل کا ہے حضرت داؤد نے سو جوروئیں کیں اور ان کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ انہیں کبھی الزام نہیں لگاتا (اول سلاطین ۱۵ باب ۵) حضرت سلیمان کی ۷۰۰ جوروئیں اور ۳۰۰ حرمیں تھیں (۱ سلاطین ۱۱ باب) حضرت سلیمان کے بیٹے رحبعام کی ۱۸ جوروئیں اور ۶۰ حرمیں تھیں (۲ تواریخ ۱۱ باب) حضرت سلیمان کے پوتے ابیاہ کی ۱۴ جوروئیں تھیں (تواریخ ۱۳ باب) حضرت جدعون کی بھی بہت سی عورتیں تھیں (قاضی ۸ باب) اور عیسو برادر یعقوب کی بھی دو جوروئیں تھیں اور عیسائیوں میں ایک فرقہ مورمن نامی ہے ان میں ہر عیسائی کو ۱۳ عورتیں رکھنے کی اجازت ہے اور مارٹین لوتھر نے فلپ نامی ایک رئیس کو دو جوروئیں رکھنے کی اجازت دی تھی ۔ اور بعض جگہ انبیاء لوتھر صاحب فرماتے ہیں کہ انسان دس یا زیادہ جوروئیں تک رکھ سکتا ہے (مراۃ الصدق صفحہ ۹۴) ۔

پس جب کثرت ازدواج کا آغاز دنیا سے یہ حال رہا اور انجیل میں بھی اس کی ممانعت نہ ہوئی اور تمام قوموں میں بھی مسلم ہے ۔ تو اب اس رسم مبارک پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جو دین و ایمان سے فارغ اور انبیاء الٰہی کی سنت سے بیزار ہے پس پادری صاحب نے جو رسم کثرت ازدواج کو سنت نبی لکھا ہے (امہات صفحہ ۱۰) سنت نبی نہیں بلکہ سنت انبیاء لکھنا چاہیے تھا جبکہ ایسے ایسے مقدس اور خدا کے مقرب رسول اس مبارک رسم پر عمل کرتے رہے تو اس کی مقدس اور مبارک ہونے میں وہی شخص تامل کر سکتا ہے جس میں ایمان و انصاف کی ذرا بھی بو نہیں ۔

پس کثرت ازدواج کی رسم تو تمام مذاہب تمام اقوام میں مروج رہی اور مروج ہے مگر سوائے اسلام اس رسم کو احسن طریق پر اپنے مذہب میں کسی نے شامل نہیں کیا ۔ نہ اس رسم قدیم میں کسی نے اصلاح و تجدید کی یہ بھی اسلام ہی کا حصہ تھا کہ اس نے اس رسم میں نہایت عمدہ اور بائستہ اصلاح کی جس سے بڑھکر ممکن نہیں ۔ یعنی اسلام نے پہلے تو اس رسم کو گھٹا کر چار عورات پر محدود کر دیا یعنی اشد ضرورت کی حالت میں بھی چار سے زیادہ عورات کا رکھنا حرام اور ناجائز قرار دیا اور پھر چار عورتوں میں بھی عدل و انصاف کی ایسی پابندی

لگائی کہ سوائے اشد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف میں حکم دیا ہے۔ کہ تم کو دو یا تین یا چار عورات تک کرنا جائز ہے مگر اس کے یہہ معنے نہیں۔ کہ تم پر فرض و واجب ہے کہ ضرور دو یا تین یا چار ہی کرو۔ ایک امر کا جائز ہونا امر دیگر اور مصلحت و مقتضائے وقت کے موافق اسپر عمل کرنا امر دیگر ہے۔

اگر بصورت عدم ضرورت قیامت تک کوئی شخص اس رسم پر عمل نہ کرے تو گنہگار نہیں ہوسکتا کیونکہ یہہ امر اباحتی ہے نہ وجوبی بلکہ دنیا میں زیادہ تر مصروف ہونے کے ڈر کی وجہ سے اگر کوئی شخص صرف ایک ہی کرے۔ یا ایک بھی نہ کرے تو اسلام اسپر کوئی جبر نہیں کرتا۔ نہ گناہ علید کرتا ہے۔

ہاں جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ ہو اس کے لئے ایک اور بہ شرط ضرورت ایک سے زیادہ نکاح کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ لیکن جس شخص کو گناہ میں پھنسنے کا اندیشہ نہیں وہ اگر ایک جورو بھی نہ کرے۔ تو اسپر کوئی تشدد یا جبر نہیں۔

یہہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئیے اور کبھی نہ بھولنا چاہئیے کہ تکمیل شریعت کے لئے ایک سے زیادہ عورات کی اباحت بیان کرنی امر دیگر ہے۔ مگر اُسپر عمل کرنے کے لئے تجویز کرنا امر دیگر۔ بلاشبہ قرآن شریف میں حسب ضرورت چار تک ازواج کرنے کی اباحت ضرور ہے مگر کہیں حکم نہیں کہ ضرور ایک سے زیادہ بیویاں ہی کرے۔ پس اگر اہل اسلام بصورت عدم ضرورت ایک ہی جورو پر ہمیشہ کے لئے کفایت کریں تو انپر کوئی جبر نہیں ہے۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ اگر کسی عیسائی وغیرہ کو (جو کثرت ازواج کو حرام سمجھتا ہے) کسی ضرورت اولاد وغیرہ کی وجہ سے دوسرا نکاح کرنا پڑے تو اسکے لئے اُسکی شریعت میں کوئی علاج نہیں۔ مگر اسلام میں اسکا علاج موجود ہے۔ دنیا میں سینکڑوں چیزیں حلال اور مشروع ہیں مگر اس کے یہہ معنے نہیں۔ کہ ان سب چیزوں کو ضرور استعمال میں لائے۔ ایسا ہی بشرط ضرورت و اقتضائے حالت تعدد ازدواج کی اجازت اسلام میں ضرور ہے مگر ضروری احکام میں سے ہرگز نہیں ہے۔

اور جس قدر تعدد ازدواج کے متعلق ثبوت دیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ رسم اسلام سے پہلے ہی
دنیا میں بڑے زور کے ساتھ بلا بے اعتدالیوں کے ساتھ جاری تھی۔ اسلام نے اس رسم کو جاری
نہیں کیا۔ بلکہ اسلام نے جو کچھ اس بارہ میں کیا وہ یہ کیا کہ ہر قسم کی رخنہ بندیاں کیں پہلے رسم
تعدد ازدواج کو محدود کیا۔ اور محدود کرنے کے بعد عدل[1] کی شرط ایسی لگائی کہ مشکل کوئی
شخص نکاح ثانی کی جرأت کر سکتا ہے اور بجز خاص خاص ضرورتوں کے اس رسم کو خوشی سے کوئی کم
اختیار کر سکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اس بارہ میں جو کچھ قرآن نے دنیا پر احسان کیا ہے دنیا کی کوئی شریعت
اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ انصاف [illegible] کا بھاری بوجھ گردن پر رکھ کر [illegible] ایک ہی
بیوی کا حکم دیا۔ لیکن چونکہ قانون قدرت ایسا ہی پڑا ہے کہ بعض اوقات انسان کو اولاد کی
خواہش اور بیوی کے عقیمہ ہونے کے سبب سے یا بیوی کے دائمی بیمار ہونے کی وجہ
سے یا بیوی کے ایسی بیماری کے عارضہ کی وجہ سے جس سے مباشرت ہرگز ممکن نہیں
جیسے بعض عورتیں خروج رحم کی جن کے ساتھ ہی حرکت کی [illegible] باہر نکل آتا ہے
اور کبھی کبھی دس دس سال ایسی بیمار رہتی ہیں اور یا بچے کا زمانہ گزر جانے [illegible]
کی وجہ سے یا اُس کے جلد جلد حمل دار ہونے کی وجہ سے یا ایک مرد کے نہایت
قوی الشہوت ہونے کی وجہ سے تاکہ وہ عفت وعصمت کو تھام سکے۔ ناچار
دوسری بیوی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے اس قدر تعدد کے جواز کے لئے حکم
دیدیا۔ اور ساتھ ہی عدل کی شرط لگا دی۔ سو یہ انسان کی حالت پر
رحم ہے تا وہ فطرتی ضرورتوں کے پیش آنے کے وقت الٰہی حکمت کے تدارک
سے محروم نہ رہے۔ پس ہم ثابت کر چکے ہیں کہ قرآن شریف نے تعدد
ازدواج کو بڑھایا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہوا گھٹایا اور گھٹا کر ایک راہ اعتدال پر لایا

---

[1] کتنے صحابہ جن کی ازدواج ایک سے زیادہ تھیں۔ اُن کے عدل کا یہ حال تھا۔ ایک صحابی کی نسبت
روایت ہے کہ ایک وبا میں اتفاقاً اسکی دو نو جوروئیں ایک ساتھ فوت ہو گئیں تو اسکو یہ جرأت نہ ہو سکی
کہ پہلے کسکو دفن کرے آخر قرعہ ڈالکر جس کا نام پہلے نکلا۔ اسکو پہلے دفن کیا۔

اور ہر ایک افراط کو دور کر دیا گیا اور تشریح کر دی گئی کہ کن عورتوں کو کرنا چاہئے۔ اور کس حد تک اور وہ حدود مقرر کئے گئے جو عقل اور اخلاق کے برخلاف نہیں اور جب ہم عرب جاہلیت کی کثرت ازدواج اور اس طرز سلوک کا خیال کرتے ہیں۔ جو وہ اپنی عورتوں کے ساتھ کرتے تھے اور پھر اس حالت پر غور کرتے ہیں۔ جو اسلام کے طفیل سے اُنکو حاصل ہوئی۔ تو ہمارا دل ایک فخر آمیز تعجب سے بھر جاتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے۔ کہ السنبان کے ولپر اس قسم کا تصرف ہو کہ جسنے ان شہوت پرستونکی حالتوں کو بالکل پھیر دیا۔ بے شبہ وہ ربانی تصرف تہا۔ اور ایزک ٹیلر صاحب نے افریقہ میں مذہب اسلام کی نسبت بحث کرتے ہوئے قصبہ ولورہیمپٹن کے چرچ کانگریس کے اوپر اپنی رائے حسب ذیل بیان کی۔

تعدد ازواج ایک بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نہیں روکا۔ اور داؤد جسکا دل خدا کا سا تہا اسکو عمل میں لایا۔ اور انجیل میں صاف طور سے ممنوع نہیں ہے۔ محمدؐ نے تعداد ازواج کی بے حد اجازت کو محدود کر دیا۔ تعدد ازواج کے سبب مسلمانوں میں بدکاری کم ہے۔ ہمکو خبردار رہنا چاہئے کہ شاید ایک برائی کو بے وقت دور کرنے میں ہم اسکی جگہ ایک اس سے زیادہ بڑی برائی قایم کر دیں۔

مسٹر کارلایل جو اس زمانہ کی دنیا میں ایک نہایت مشہور شخص ہے۔ اپنی کتاب ہیروز اینڈ ہیروشپ کے لیکچر دوم میں لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کی میل الی الشہوات کی نسبت بہت تقریریں اور تحریریں ہوئی ہیں اور یہ اعتراضات انصاف کی حد سے بڑھکر ہیں وہ حالتیں جو ہمکو قبیح معلوم ہوتی ہیں اور جس کی پروانگی نبی عربی نے دی وہ خاص ان کی ایجاد نہ تہیں۔ انہوں نے ان باتوں کو عرب میں قدیم سے مروج اور غیر معیوب پایا۔ مگر اُنہوں نے جو کچھ کیا وہ یہ کیا۔ کہ اُن کو روک دیا۔ نہ صرف ایک ہی طرح سے۔ بلکہ کئی پہلو سے۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب مانٹیگو کی رائے یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں ۸ یا ۹ سال کی عمر میں نکاح کرنے کے لائق ہو جاتی ہیں پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے لائق جوانی گویا ساتھ ہی ساتھ ہوتی ہے۔ ۲۰ برس کی عمر میں بڑھیا ہو جاتی ہیں

پس اس لئے یہ ایک قدرتی بات ہے۔ کہ ان ملکوں میں جب کہ کوئی قانون مانع نہ ہو تو انسان ایک جورو کو طلاق دیکر دوسری کرے اور تعداد ازدواج کا قاعدہ جاری کیا جائے۔

مسٹر ہگنیس صاحب لکھتے ہیں کہ علم تواریخ انسانی اور علم طبعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہیں جو تعداد ازدواج کے واسطے بطور ایک عذر کی متصور ہو سکتی ہے اور گو کہ شمالی ملکوں کے رہنے والے مینڈک کے سے مزاج کے جانداروں سے متعلق نہیں ہو سکتے۔ مگر بنی اسماعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہیں متعلق ہو سکتی ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ سر ڈبلیو اوسلی صاحب کے مجموعہ متضمن حالات ایشیا صفحہ ۱۰۸ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایشیا کے گرم ملکوں کی تاثیر سے دو لوگوں یعنی مرد و عورت میں ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب و ہوا میں نہیں جہاں دونو برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہونچتی ہیں۔ مگر ایشیا میں صرف مرد ہی کو یہہ بات حاصل ہوئی کہ ضعیفی میں بھی قوی اور طاقتور ہوتے ہیں۔ اگر یہہ بات سچ ہے تو بانی اسلام کے لئے اسبات کی کہ انہوں نے تعداد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ ایک بڑی وجہ یہی ہے اسکے عقلی طور پر تعداد ازدواج کا ثبوت یہہ ہے کہ:-

(۱) اللہ تعالیٰ نے مرد میں قوت بہ نسبت عورت کے زیادہ رکھی ہے فطرتی امر اس بات کو مقتضی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے۔

(۲) مرد و عورت کے باہمی تعلق سے اصل غرض بقائے نسل ہے اور بقائے نسل کا یہ حال ہے کہ مرد جتنی جوروواں کرے اتنی ہی زیادہ اولاد بھی ہو سکتی ہے اور عورت دس شوہر کرکے بھی ایک بچہ سے زیادہ جن نہیں سکتی۔ پس عورت کو مرد سے کسی حالت میں مساوات نہیں ہے اور یہاں سے حکمت الٰہی اسکی مقتضی معلوم ہوتی ہے کہ مرد کو اس نے کئی جوروؤں کے واسطے اور عورت کو ایک ہی جورو کے واسطے پیدا کیا ہے۔

(۳) عورت جننے کیواسطے ہے نہ جنوانے کے واسطے اور مرد جنوانے کے واسطے ہے نہ جننے کے واسطے۔ پس عورت بہت سے شوہر کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ بہت سی اولاد جننے

کے واسطے ہے۔ اور مرد بچہ جننے کے واسطے نہیں۔ بلکہ جورؤں
کرنے کے لئے ہے۔

(۴) خدانے اپنی مخلوقات سے کوئی دو چیزیں مساوی پیدا نہیں کیں دیکھو اجرام سماوی اشجار
انہار وغیرہ بہشت کو بس اسی قیاس کے بموجب ضرور ہے کہ مرد اور عورت کی حالت میں
بھی تفاوت ہو یعنی یا مرد عورت سے افضل ہو یا عورت مرد سے افضل ہو اور چونکہ
مرد کی فضیلت ہر حال میں اور ہر آسمانی کتاب سے ثابت ہے اس لئے ضرورت ہے کہ مرد بہت
خدمت کرنے والوں کا مستحق ہو نہ اس کے خلاف عورت۔

(۵) انجیل میں ہے کہ کوئی آدمی دو خاوندوں کی خدمت نہیں کر سکتا (متی ۶ باب ۲۴)
مگر ایک خاوند بہت سے خادموں سے خدمت لے سکتا ہے۔ پس عورتیں زیادہ
مردوں کے مناسب حال ہیں نہ برعکس اس کے۔

اب کثرت ازدواج کے ترک ہونے کے نقصان ذیل سے بخوبی واقف ہونا چاہیئے جس کو پڑھکر
ڈاکٹر شایق صاحب امید ہے کہ کسی قدر شرمندہ ہوں گے کہ انگلستان میں اس رسم کی ترک ہونے کے سبب
بیشمار عورتیں غیر منکوحہ بکثرت گناہ عظیم یعنی زنا اور اس کے چھپانے کے لئے قتل اطفال ولد الزنا
میں کثرت سے مبتلا ہو رہی ہیں۔ چنانچہ ایونزنگ ہالبرٹ مورخہ ۳۱ اگست ۱۸۷۱ء مطبوعہ ڈبلن
سے معلوم ہوا کہ انگلینڈ خاص میں بحساب ۴۰ ہزار سالانہ بچے بے گناہ قتل ہوتے ہیں
کیونکہ دس برس میں تیس ہزار معصوم قتل ہوئے۔ کتنے چھوٹی چھوٹی قبروں کے بھرے ہیں
مگر تین ہزار ان میں سے بے کفن دفن ہو چکے ہیں۔ بعضے گرجا گھروں میں۔ بعض
اصطبلوں میں۔ بعض مکان کی چھتوں پر۔ بعض خالی قبرستان میں۔ بعض کاغذات کے
صندوقوں میں بعضے نالوں میں گھر کا کوڑا پھینکنے کے مکانوں میں۔ خندقوں میں۔
بعضے نالوں میں۔ مکانوں کی نیو میں ریل گاڑی میں نشستگاہوں کے تلے۔ ریلوی
گھر میں جہاں اسباب رکھا جاتا ہے وہاں پوٹلی میں بندھے ہوئے۔ کاغذ میں لپٹے
ہوئے اور راہوں اور خندقوں میں ننھی ننھی لاشیں یا خانوں میں ٹکڑے کئے ہوئے
تابدانوں میں ملتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کتنے بے گناہ بچے مقتول ندیوں اور دریاؤں میں

ثابت ہوگئے کہ جنکا نشان بھی نہیں ملا سال گذشتہ میں لنڈن جو پایہ تخت انگلستان کا ہے فقط انکی گلیوں میں ۲۸۱ لاشیں ننھے ننھے بچوں کی پڑی ہوئی ملیں یہاں بہت سی ایسی عورتیں اور بعض مرد بھی ہیں جو دیکھنے میں بھلے آدمی ہیں انکا پیشہ یہہ ہے کہ بچوں کو ماؤں سے لیکر اپنے گھروں میں پالنے کو لاتے ہیں اور بھوک پیاس یا استعمال زہر وغیرہ سے بچوں کو ہلاک کرتے ہیں بعض حرامکار مائیں ایسی ہیں کہ وہ .. ۵ سے ہزار تک ان قاتلوں کی نذر بخوشی کرتی ہیں .... اگرچہ ہزاروں اسطرح قتل ہوتے ہیں تب بھی وہ نطفہ حرام جو بچ رہتے ہیں تعداد میں بیشمار ہیں یہہ حال جو لکھا گیا۔ فقط انگلنڈ کا تہا ہے کاٹلنڈ اور ویلز اور آیرلنڈ اس سے علیحدہ ہیں۔ ورنہ فقط ویلز میں مجھے یاد ہے کہ ایک سال عدد اولاد نکاحی سے ۱/۴ اسقدر اولاد الحرام بہت تھے۔ از اودہ اخبار نولکشور نمبر ۶۲ جلد ۱۳ مطبوعہ ۷ نومبر ۱۸۷۱ء۔

امید ہے کہ تعدد ازدواج کی عدم اجازت کے نقصان سے اب تو شائق صاحب ضرور واقف ہوگئے ہونگے اور دل میں کچھ شرمائے ہونگے۔ اگرچہ ایسے آدمیوں کو شرم بھی نہیں آتی۔

مقدس پولوس کی ترغیب سے عیسائیوں کے مقدس فادروں اور پادریوں نے جب گسائیوں کی روش اختیار کی تو تالاب صاف کرانے کے وقت ان بزرگ پادریوں کی یہہ کرامت ظاہر ہوئی کہ ان کے موجود رہنے کی وجہ سے چھ ہزار حرامی بچوں کی کھوپریاں اسمیں سے نکلیں جو انہوں نے بغرض اخفاء مع زنا اس تالاب میں ڈالدی تہیں۔ اور معلوم نہیں کہ۔ برزمین کتنے ایسے بے گناہ دفن کئے گئے ہونگے۔ یہہ تو سچے واقعات ہیں جنکی تسلیم میں کسیکو تامل نہیں۔ پس اب ڈاکٹر احمد شاہ صاحب سے پوچھتے ہیں۔ کہ کیوں صاحب اب بھی آپکو سنت نبوی (نکاح) کی خوبی اور تعدد ازدواج کی فضیلت معلوم ہوئی ہے یا نہیں اور کیا اب بھی کہیں دنیا میں کسیکو منہ دکہاؤگے

یہہ تو ممالک یوروپ میں سے ایک مہذب ملک کی زناکاری کا حال ہے اور شراب نوشی کا یہہ حال ہے کہ ۱۳ کروڑ پونڈ کے قریب عدیدہ ہر سال برطانیہ میں شراب کشی اور شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے۔ اور ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ شراب کی بدولت لنڈن میں صدہا خودکشی کی واردات ہوتی ہیں۔ اور خاص لنڈن میں شاید منجملہ ۳۰ لاکھ آدمی کے ۱۰ ہزار آدمی ہے نوش ہونگے۔ ورنہ سب مرد اور عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لنڈن کا کوئی جلسہ اور کوئی سوسائٹی ایسی نہیں جس میں سب سے پہلے برانڈی اور ال شراب کا انتظام

کہا جاتا ہو۔ لنڈن کے بڑے بڑے کشیش اور پادری صاحبان بھی باوجود دین دار کہلانے کے اول درجہ کے نوش ہوتے ہیں (ریبریو ہند یکم فروری ۱۹۲۳ء)

نامحرم لوگوں کو جوان عورتوں کا بوسہ لینا جائز ہی نہیں بلکہ یورپ کی نئی تہذیب میں ایک امر مستحسن قرار دیا گیا۔ کوئی دعوی سے نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جس کا عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم نے بوسہ نہ لیا ہو۔ دنیا پرستی۔ استاد ... کہ ... الگزینڈر صاحب ایک چٹھی میں لکھتے ہیں کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ جو ملک میں پائے جاتے ہیں۔ انمیں سے ایک شخص میری نظر میں ایسا نہیں جس کی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو بلکہ سب دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

تعدد ازدواج کے لئے عدل کا مشروط ہونا

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالی نے تعدد ازدواج کی اجازت بے شک دی ہے مگر ساتھ یہ بھی کہدیا ہے۔ کہ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ماملکت ایمانکم یعنی اگر تم کو اسبات کا خوف ہو۔ کہ تم بی بیوں میں برابری نہ کر سکوگے تو اس صورت میں ایک ہی بی بی پر کفایت کرو۔ یا جو لونڈی تمہارے قبضہ میں ہو اُس پر قناعت کرو۔ تا نقصانات بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے۔ چونکہ پورا پورا عدل اور مساوات کلی محبت اور دلی الفت اور معاشرت وغیرہ میں محالات سے ہے۔ بعض حالتوں میں عورت کو کئی معذوریاں ہوتی ہیں اور بعض اوقات مرد کو کئی مجبوریاں اور عدل حقیقی ناممکنات میں سے ہے اسلئے ضرور تھا کہ اللہ تعالی اُس عدل کی تفصیل کرتا جس میں انسان عقلے بیس ہوکر نہ ہو سکے سو وہ عدل یہی ہے کہ گو دلی اُلفت اور معاشرت میں مساوات نہ رکھ سکے کیونکہ یہ امر اختیار اور فطرت سے باہر اور از قبیل تکلیف مالا یطاق ہے۔ لیکن مواجب اور حقوق۔ اور شب باشی میں سب کے ساتھ مساوات ملحوظ رکھے اور ایک طرف زیادہ مائل اور دوسری طرف سے بے پروا نہ ہو جائے۔ چنانچہ سورہ نسا کی ۱۲۹ آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا

؎ حضور نے فرمایا جو میرے بس میں ہے میں انصاف کرتا ہوں مگر دلی محبت میرے اختیار میں نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص دو بیویوں میں انصاف نہ کریگا تو قیامت کو آدھے دھڑ سے اُٹھے گا۔

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ یعنی اگرچہ تم کتنی ہی سعی کرو - دلی محبت - دلی الفت معاشرت اور ہر ایک امر میں برابری اور عدل حقیقی تو محال ہے - لیکن وہ **عدل** جو انسان کی وسعت اور مقدور کی حد کے اندر ہے ہر ایک کو ضرور کرنا چاہیئے اور وہ یہی ہے کہ فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ یعنی انسان ایک ہی بیوی کی طرف نہ جھک پڑے - کہ دوسری معلقہ رہ جاوے یعنی نہ بیاہی ہو اور نہ مطلقہ - بلکہ دونوں کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ مواجب اور حقوق اور حسن معاشرت اور نسب باشی وغیرہ میں جو اسکے حد اختیار کے اندر ہیں - سبکو برابر سمجھے اور بسا اوقات حدت حرارت تک ہر ایک کے ساتھ سلوک کرنا یہی **تقوی** کی راہ ہے - جیسا کہ اللہ تعالی تقوی کی نسبت بھی ایک جگہ فرماتا ہے **واتقوا اللہ حق تقاتہ** اسسے اتنا ڈرو جتنا اسکا حق ہے اور پھر تفصیل کر دی - کہ **فاتقوا اللہ ما استطعتم** کہ جہانتک تمہاری وسعت ہے وہاں تک ڈرو کہ یہی ڈرنے کا حق ہے بہرحال نسب باشی خرچ اخراجات و مواجب و حقوق میں سبکو مساوی رکھنا جو انسان کی استطاعت کے اندر ہے - شرط عدل ہے لیکن دلی الفت و محبت یکساں ہونا - یہ انسانی فطرت سے باہر ہے اور اس لئے یہ شرط جو از قسم تکلیف مالا یطاق ہے - مقرر ہو نہیں سکتی اور اگر سچ پوچھو تو اسقدر عدل بھی انسان سے سخت مشکل ہے اور بغیر اشد **ضرورت** کے انسان اسقدر تعلقات کا بوجھ اٹھا نہیں سکتا - اور اس لئے ان شرائط سے یہی نتیجہ دوسری شادی کرنے کی بمشکل جرأت ہو سکتی ہے - سو اس لئے غالب اور اصلی حکم ایک ہی بیوی کرنیکا سمجھنا چاہیئے - اور ایک سے زیادہ کا بوجھ وہی اٹھائیگا جو اسقدر مشکلات کا متحمل ہو سکے گا - جو ایک آزاد منش انسان کے لئے ایک طوق گردن اور زنجیر پا سے کم نہیں -

سخت افسوس کی بات ہے کہ **شایق صاحب** لنگ بنا اور اگلی شرایط پر تو مطلق جرح نہیں کرتے - جن میں عدل وغیرہ کی کوئی تردد نہیں تھی - چاہئے ایک عورت کرکے پھر ساری عمر اسکی خبر لی جاتی اسلامی تعدد ازدواج پر جو نہایت انصاف اور عدل پر مبنی ہے - خواہ مخواہ ... چڑ رہے ہیں کیا دو دو عورتوں کی غمگساری - خبرگیری - خرچ اخراجات - نسب باشی بیجا واسطہ ... سی بات ہے کہ **شایق صاحب عدل بین النسا** کو ... بات سمجھتے ہیں

ہمارے خیال میں تو اسلامی احکام افراط تفریط سے مبرا اور اعتدال پر مبنی ہیں۔ کہ کسی عقلمند و کسی فلاسفر کو حرف رکھنے کی جرأت نہیں ہو سکتی اور آپ خواہ مخواہ باتیں بنا کر اپنی جہالت آپ طشت ازبام کر رہے ہیں۔

جب ایک عورت کی پوری پوری خبرگیری کرنے میں قصور ہونے لگے تو پھر اللہ تعالی نے صاف سورہ نساء کی آیت ۱۲۹ و ۱۳۰ آیت میں اس عورت کو یا تو بھلے طور پر رکھنے یا ایک دفعہ چھوڑ دینے کو حکم فرما دیا ہے جس سے نا انصافی یا عورت کو تکلیف دہی کا واہمہ بھی دل میں نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما اور اگر تم آپس میں موافقت رکھو کسی عورت پر زیادتی کرنے سے بچتے رہو تو اللہ تعالی غفور رحیم ہے۔ ناواقفی کی حالت میں جو زیادتی ہو گی معاف کر دیگا۔ اور اگر میاں بی بی میں اصلاح کی صورت کوئی نہ بن پڑے اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ اپنے خزانہ غیب سے دونو کو بے نیاز کر دیگا۔ اللہ تعالی کے ہاں بڑی گنجایش ہے اللہ کی تدبیر بڑی محکم تدبیر ہے۔ اب اس سے بہتر اور حکیمانہ احکام دنیا کی کسی کتاب کسی ہدایت میں نہ پاؤ گے۔ آگے جو عمل نہ کرے اسکا قصور ہے نہ کہ حکم دینے والے کا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

آنحضرت صلعم کی کثرت ازدواجی

مصنف امہات نے اپنی کتاب میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ کثرت ازدواجی ایسا شنیع امر ہے کہ آجکل کئی مسلمان بھی اسکو اچھا نہیں سمجھتے۔ پس جس شخص نے یہ بنیاد ڈالی اور خود اسپر عمل کیا سو وہ کس طرح سے نیک ہو سکتا ہے۔

اس کے جواب میں صرف اسقدر گذارش ہے کہ کثرت ازدواجی بری ہو یا بھلی اسکے بنیاد ڈالنے والے ہرگز ہرگز حضرت محمد رسول اللہ صلعم نہیں ہیں۔ اسکی اصل بنیاد ڈالنے والے تمہارے مقدس انبیا اور رسول ہیں۔ اور امم سابقہ میں حضرت رسول کریم صلعم پر

تمہارا اعتراض محض نافہمی اور خباثت طبعی کی وجہ سے ہے۔ تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا انہیں انبیاء کی
نسل سے پیدا ہوا۔ جو صرف دو چار بلکہ بعض انہیں سے سینکڑہ اور ہزار جورواں رکھتے
تھے اور وہ خدا کے پاک نبی تھے۔ خدا نے انکو کبھی اس بارہ میں الزام نہ دیا۔ بلکہ بہتوں کو برکت کا
وعدہ کیا (دیکھو اصلاح سہو پادری فنکس صاحب)۔

پس اب تمکو یہہ اعتراض حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ کرنا ہے۔ تو
انبیاء سابقہ اور اپنے یسوع مسیح پر کیجئے۔ جس نے اسقدر بہتیری باتوں پر یہودیوں کو تنبیہ کیا پر
یہہ کبھی نہ کہا۔ کہ فریسیو اور فقیہو تم پر افسوس۔ کہ تم اسقدر جورواں رکھتے ہو۔ اگر یہہ امر برا
ہوتا۔ تو حضرت عیسی علیہ السلام ضرور اسکی قباحت اور شناعت کو بیان کرتے۔

پس حضرت رسول کریم صلعم پر تمہارا یہہ اعتراض بالکل لغو اور فضول اور نہایت درجہ
کی ہٹ دھرمی اور عناد ذاتی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ تم یہہ اچھی طرح جانتے ہو کہ یہہ سنت
سنت محمدی ہی نہیں بلکہ انبیاء سابقہ کی سنت ہے جس پر تمام مقدس انبیا بلاتامل عمل کرتے
رہے اور کسی کو خدا نے منع نہ کیا۔ بلکہ بقول تمہارے پادری فکس صاحب
کے بہتوں کو برکت کا وعدہ دیا۔

پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ اوروں کے لئے تو تعدد ازدواج موجب برکت
ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے باعث ملامت۔ انبیا
شرایع اور اصول میں قریباً سب مساوی اور مشترک ہوتے ہیں۔ جو امر ایک کے لئے
روا ہے۔ دوسرے کے لئے بھی روا ہو سکتا ہے نہ کہ ایک کے لئے حلال۔ مشروع اور
موجب برکت ہو جائے اور دوسرے کے لئے حرام۔ نامشروع اور موجب ملامت
بن جائے۔

ہمارے رسول کریم صلعم نے تو تعدد ازدواج کے بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہی کیا کہ اسکو
حتے الامکان گھٹایا اور محدود کیا۔ اور پھر عدل کی شرط لگا کر ایسی اس رسم کو کمزور اور
شاذ و نادر کردیا۔ پس تمہارا یہہ اعتراض کہ آنحضرت صلعم نے تعدد ازدواج کو رواج کیا بالکل
غلط اور واقعہ کے برخلاف ہے۔ آنحضرت صلعم سے پیشتر تمام مذہبوں اور تمام قوموں

اور خصوصاً ملک عرب میں کثرت ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ آنحضرت صلعم نے دنیا میں تشریف لا کر اس رسم کو محدود کیا۔ اور اعتدال قایم کیا۔

قرآن شریف کی خاص منشا حتے الامکان ایک ہی بیوی پر کفایت کرنے کی ہی ہے یہی وجہ ہے کہ تم سابقہ کے دستوروں اور انبیاء سابقہ کی شریعتوں کے برخلاف عدل کی ایسی شرط قایم کی۔ جس پر کوئی شخص چلنے کی بمشکل جرأت کر سکتا ہے۔ اور سوائے اشد ضرورت کے کوئی شخص اس رسم پر عمل کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

آنحضرت صلعم نے اس رسم کو صرف دی چھوڑ کبھی افضل بھی بیان نہیں فرمایا۔ قرآن و حدیث کا رجحان حتے الامکان ایک ہی عورت پر قناعت کرنے کی طرف ہے اور زیادہ بیویوں کے کرنے کے لئے کوئی جبر یا تشدد یا تحریک کرنے والا امر نہیں ہے۔ بجز قدرتی اور فطری ضرورتوں کے جو مجبوری انسان کو لاحق ہو جائیں۔

اب رہے آپ کے وہ طعن جو آپ نے اپنی کتاب صفحہ ۴۴ - ۴۶ میں کئے ہیں انکا جواب سنیئے۔

پہلا طعن آپکا یہ ہے کہ جو تعداد قرآن اور شریعت اسلام نے ازواج کے بارے میں مقرر کی۔ حضرت صلعم نے اُس سے بدرجہا تجاوز فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی قوم کے دستور اور انبیاء سابقہ کی شرایت بموجب اگر کئی ایک نکاح کئے تو اس میں آنحضرت صلعم پر کیا طعن ہو سکتا ہے۔ اگر یہ دستور آپکی قوم اور انبیاء سابقہ کی آیین میں نہ ہوتا تو البتہ آپ پر حرف آسکتا لیکن جب کہ آپ صلعم نے وہی کام کیا۔ جو قدیم سے سلسلہ اور بابرکت چلا آتا تھا تو اسمیں آپ نے کیا عیب کیا۔

اور یہ امر کہ آپ نے تعداد ازواج میں اپنی شریعت کے برخلاف کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ نے کوئی برخلاف نہیں کیا بلکہ بعد نزول اس آیت جس وقت رسم ازواج کو چار میں محدود کیا آپکے اپنی موجودہ بیویوں کو پاس رہنے دینے اور آیندہ اور بیویاں نہ کرنے کا حکم کیا اور دوسرے

مومنوں کو چار تک بیویاں ایک ساتھ رکھنے کی اجازت دی بلکہ آنحضرت صلعم کے لئے
یہ تشدد ہوا کہ آیندہ کوئی بھی بیوی نہ کرسکیں جب کہ اور لوگوں کی بیویاں اگر مر بھی
چلی جائیں تو اور بیویاں اُنکی جگہ کر سکتے ہیں۔

پس تم یہ اعتراض کبھی نہیں کرسکتے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی شرع سے تجاوز فرمایا۔ اگر
آنحضرت کے لئے موجودہ بیویوں کو نکاح میں رہنے دینے کے لئے خدا کی طرف سے حکم
نہ آچکا ہوتا تو بے شک آپ کہہ سکتے تھے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اپنی شرع سے تجاوز فرمایا۔
جو حکم خاص اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو فرمایا اسپر آپ نے عمل کیا اور جو حکم امت کو ملا۔ امت نے
عمل کیا۔ شریعت الٰہی سے نہ اُمت نے تجاوز کیا نہ آنحضرت صلعم نے ہر ایک شخص کے
لئے جو خدا کی طرف سے حکم ہوجائے۔ وہی اُسکے لئے شرع ہوتی۔ آنحضرت صلعم کو اپنی موجودہ
بیویوں پر کفایت کرنے کا حکم دیا۔ اور آیندہ کے لئے سخت ممانعت کردی کہ کوئی بیوی نئی
نہ کریں۔ اُمت کو چار تک رکھنے کا حکم دیا مگر یہاں اسقدر رعایت موجود ہے۔ کہ اگر ان
بیویوں سے کسی کو طلاق دیدیں یا کوئی مرجائے تو اُسکی جگہ اور بیوی کر سکتے ہیں مگر آنحضرت صلعم
کے لئے دونو طرح تشدد ہے نہ آپ اُن میں سے کوئی بیوی چھوڑ سکتے ہیں۔ نہ نئی کرسکتے ہیں اور
یہ سب باتیں نص قرآنی سے ثابت ہیں جنکے مقابل وہ احادیث بیہودہ ہیں جو انکے برخلاف
ہیں ناقابل تسلیم یا لائق تاویل صحیح ہیں۔

تم جو کہتے ہو کہ اگلے انبیاء کی کثرت ازدواج قابل اعتراض اسلئے نہیں کہ اُنہوں نے
اپنی شریعت سے تجاوز نہیں فرمایا۔ انکی شرایع میں وہ امر جائز تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی شریعت میں
باوجودیکہ چار تک محدود ہوچکا تھا۔ پھر بھی اُنھوں نے اس سے تجاوز فرمایا اور اپنی شریعت کی
لحاظ سے گنہگار ثابت ہوئے۔ اسلئے کہ ہر ایک نبی یا غیر نبی شریعت کے لحاظ سے عاصی و خاطی
ثابت ہوتا ہے اور آپکا بڑا بھاری اعتراض ہے۔ تو یہی ہے (امہات صفحہ ۱۳۴-۱۳۵)۔

اسکا جواب اوپر ہوچکا کہ آنحضرت صلعم نے ہرگز شریعت الٰہی سے تجاوز نہیں فرمایا اگر آنحضرت صلعم
کو خدا کی طرف سے وہ ازدواج جایز نہ ہوجاتیں اور پھر اُن ازواج کو اپنے پاس رہنے دیتے ۔ تو
بلاشک وشبہ آپ پر شریعت اور حکم الٰہی سے عدول کا الزام آسکتا۔ لیکن جب کہ آپ نے

خدا ہی کے حکم سے موجودہ انعلاج سپنے دیں تو پھر آپ پہ کوئی اعتراض نہیں آسکتا - کیونکہ آپ نے اس شریعت و حکم الہی سے (جو خدا نے آپ کے لئے خاص کیا) ہرگز تجاوز نہیں فرمایا اس بات میں آپکے **چاروں طعن کا جواب** آجاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم الہی کے برخلاف ہرگز ہرگز نہیں کیا - اگر صرف ہبہ نفس سے (بلا مہر) کوئی عورت آپکے نکاح میں آسکتی ہے یا باری بانٹنے میں آپ اختیار دیئے گئے یا آپکی مطلقہ ازواج کو مصلحتہً نکاح ثانی نا روا رکھا گیا - تو یہ سارے احکام خاصہ خدا کی طرف سے آپکی شرع یعنی قرآن شریف میں موجود ہیں - پس آپ پر یہ الزام لگانا کہ آپنے قرآن شریف یا اپنی شرع کے برخلاف کیا سوائے بدباطن اور خبیث طبع اور نافہم آدمی کے کوئی نہیں کہہ سکتا - کیونکہ یہ سب خدا کی طرف سے آپکو احکام و اجازتیں حاصل ہوئیں جو کلام ربانی یعنی قرآن شریف میں موجود ہیں نہ کہ آپنے اپنی طرف سے عمداً کسی حکم کے خلاف کیے - پس ڈاکٹر احمد شاہ نے جس قدر اعتراض آنحضرت صلعم پر کئے ہیں سب کے جواب میں ہم کو یہی کہنا کافی ہے کہ صاحب آپکا آنحضرت صلعم کی نسبت خلاف شرع عمل کرنے کا الزام لگانا محض باطل اور لغو اور پوچ ہے آنحضرت صلعم نے کبھی بھی حکم الہی کے برخلاف نہیں کیا -

جن احکام میں اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو مخصوص کردیا اور آپنے انہی پر عمل کیا اُن احکام کی نسبت کسی شخص کو حق نہیں پہونچتا تا وہ یہ اعتراض کرے کہ آپ نے فلاں حکم میں فلاں امر کے برخلاف عمل کیا ہے کیونکہ وہ بھی تو خدا ہی کا حکم ہے - پس ایک شخص اس امر کی مصلحت اور حکمت تو پوچھ سکتا ہے کہ فلاں خاص امر میں اللہ تعالی نے اپنے نبی کو مخصوص اور مختار کیوں کیا - لیکن یہ اعتراض کرنے کا اُسے ہرگز ہرگز حق حاصل نہیں کہ وہ شرع سے عدول کرنے کا الزام آپ پر لگائے - کیونکہ جو احکام آپ کے لئے خاص تھے وہ بھی تو خدا ہی کی طرف سے اور احکام الہی ہی ہیں جن پر آپنے عمل کیا -

یہ خاص احکام صرف حضرت ہی کے لئے مخصوص نہیں - قریباً سب مذہبوں میں خاص خاص لوگوں کے لئے خاص خاص احکام پائے جاتے ہیں - ہندوؤں میں برہمنوں کو خاص خاص حقوق بخشے گئے ہیں جو دوسری قوموں کے لئے روا نہیں -

آریوں میں نیوگ صرف دو جنا قوم یعنی برہمن چھتری اور ویش ہی کر سکتے ہیں۔ شودر نہیں کر سکتے۔ پھر برہمن۔ برہمنی۔ کھتری اور ویش عورت سے کر سکتا ہے۔ مگر کھتری اور ویش قوم کا برہمنی عورت سے نہیں کر سکتا۔ توریت کے رو سے کاہنوں اور لاویوں کو خاص خاص حقوق بخشے گئے ہیں۔ جیسے شانہ۔ کنپٹی۔ پہلا پھل۔ پہلی شراب۔ پہلا تیل پہلی اون (استثنا ۱۸ باب ۳۔۴) البتہ ہی مسکن کے خرچ بھی مدید مقرر تھے اور انکی خدمات رعایتیں ملحوظ رکھی گئی تہیں۔ سونا۔ سونے کے برتن۔ بکرے۔ مینڈھے۔ بیل بچھڑے۔ (شمار ۷ ۔ ۱۸ ۔ ۳۵ باب) گھر کے لئے مال بسال ثلث مثقال بخشنا (شمار ۱۰ باب ۳۲)۔ آدمی پیچھے پانچ مثقال بطور فدیہ اروت کی ولادت کے لئے (شمار ۳ باب ۴۷ خروج ۱۳ باب ۱۲۔۱۶ تاریخ ۲ باب ۳۱ ۔ ۴)۔

عیسائیوں کے خدا کے دادا داؤد علیہ السلام کو مدر کی روٹیاں کھانی جایز ہو گئیں جو اسکو اور اسکے ساتھیوں کو کھانی روا نہیں اور صرف کاہنوں کے لئے جایز تہیں (متی ۱۲ باب، خروج ۲۹ باب ۳۲) اور عیسائیوں کے خدا اور ابن خدا کو سبت کی حرمت روا رکھنی معاف تھی اور اسکے شاگردوں کو سبت کے دن بالیں توڑ توڑ کر کھانی بھی جایز اور ان کے لئے مخصوص حکم تھا جو دوسروں کے لئے روا نہ تھا (متی ۱۲ باب ۳، ۵) انہوں کو سبت کے دن ہیکل میں سبت کی حرمت رکھنی معاف کردی گئی تھی (متی ۱۲ باب شمار ۲۸ باب)۔

پس ان خاص احکام کی وجہ سے کسی مذہب اور کسی بانی مذہب پہ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ گو مخصوص احکام ہی سہی۔ مگر آخر میں تو خدا کی طرف سے۔ پس ان احکام مخصوصہ کی مصلحت اور حکمت تو البتہ قابل دریافت ہوتی ہے۔ لیکن ان احکام پر کسی کو بھی اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ویدوں میں برہمنوں نے اپنے حقوق قایم کرنے کے لئے آپ یہ حقوق لکھ دئیے یا کاہنوں اور لاویوں نے اپنے لئے آپ یہ حکم

لہ اسکے برخلاف حضرت رسول کریم صلعم نے اپنے سب ذاتی فایدے ترک کر دئے تھے۔ سو ہاشم پر زکوٰۃ و صدقہ حرام کر دیا گو کیسے ہی مسکین و غریب ہوں۔ امام حسین جب بچے تھے انہوں نے صدقے کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی۔ آنحضرت صلعم نے زبردستی منع فرمایا اور منہ سے نکلوا دی۔

مخصوص کروتے یا خدا کے بیٹے یسوع مسیح نے سبت کی حرمت کو توڑنا اپنے لئے آپ مقرر کر دیا یا پولوس مقدس نے اعمال نیک سے بچنے کے لئے اور تقوی ۔ طہارت اور ملتفو حرمت کے بحیثیت سے نجات پانے کے لئے اعمال نیک کو لغو اور فضول قرار دیا اور ہوائے نفسانی کی وجہ سے انکو ں کے لئے سور بندر ۔ گو برہ سبکو پاک ٹھیرا دیا ۔ پس جب ان محض خود غرضی کے احکام کو آپ لوگ خدا کے احکام سمجھتے ہیں اور اپنے پیشوایان مذہب پر اعتراض نہیں کرتے تو ان مقدس احکام کی جو سے جو اللہ تعالی ہی کی طرف سے مقرر ہوئے ۔ آنحضرت صلعم پر اعتراض کرنا باعث شرم ہے ۔

پس ڈاکٹر صاحب بیکیں نبیں (امہات ۱۳۵) میں اُن کو بار بار سمجھا دیتا ہوں کہ آنحضرت صلعم اپنی شریعت کے ہرگز برخلاف نہیں کب ۔ جو احکام آپ کے لئے مخصوص ہو گئے اُنپر آپ نے عمل کیا ۔ جو احکام آپکی اُمت کے لئے معین ہوئے ۔ آپ صلعم کی اُمت نے تعمیل کی ۔

سوا اگر یہ آنحضرت صلعم کے اُن نکاحوں میں مقاصد اور اغراض بھی ملحوظ معلوم ہوتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کفار کے اُس طعن سے بچنے کے لئے کہ وہ آپکو ابتر اور بے نسل کہتے تھے ۔ اولاد نرینہ کی خاطر بھی بعض نکاح کئے ہوں ۔ کیونکہ جس طرح اپنا حقیقی بیٹا اور مردوات باپ کے مقاصد کو اچھی طرح پورے کر سکتا ہے عورت ذات اور دوسرا شخص نہیں کر سکتا ۔ جیسا کہ حضرت مریم کی والدہ نے بھی کہا تھا ۔ کہ لیس الذکر کالانثی یعنی مرد ذات عورت کی طرح گیا گذرا نہیں ہوتا ۔

ان تعلقات اور نکاحوں سے لوگونکی دشمنی اور جنگ و جدل کو کم کرنا بھی آپکا مقصد ضرور معلوم ہوتا ہے ۔ مختلف لوگوں اور مختلف قوموں کے ساتھ رشتہ داری تعلقات قریبہ پیدا کرنا ۔ تاکہ اسلام کی رہ میں جو روکیں اور عداوتیں ہیں وہ کم ہو جائیں اور تبلیغ رسالت

لہ الہی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا اور خدا کے مقربوں نے بھی نرینہ اولاد کی خواہش کی ہے مگر عام لوگوں اور ان میں صرف نیتوں کا فرق تھا ۔ عام لوگوں کی نیت دنیوی وراثت قایم رہنے کی ہوتی ہے مگر انبیاء کی نسبت اولاد سے یہ ہوتی ہے کہ نیک ۔ بہت ہمدو اور محنت سے دین عام کریں ۔

معاون اور مددگار زیادہ ہوں ہیں۔ معہذا! بعض قلوب کسی غریب اور بیوہ عورت کی
دستگیری وغیرہ یہ بھی ان نکاحوں کے ضرور مقاصد معلوم ہوتے ہیں جو کہ واقعات سے ثابت
ہیں مگر اصلی غرض اصلی منفعت اور حکمت ان نکاحوں کی وہی ہے جو ہم [illegible] خود اللہ تعالی
کے پر حکمت کلام سے مفہوم ہوتی ہے۔ جہاں اللہ تعالی آنحضرت صلعم سے [illegible] ہے کہ

یا ایها النبی قل لازواجك ان كنتن تردن الحیوة الدنیا وزینتها
فتعالین امتعكن واسرحكن سراحا جمیلا۔ وان كنتن تردن الله
ورسوله والدار الاخرة فان الله اعد للمحسنت منكن اجرا عظیما

اے نبی تو اپنی ازواج سے کہدے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش چاہتی ہو تو
آؤ کچھ مال و متاع دیکر میں تمکو خوش سلوکی کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم خدا اور رسول اور
دار آخرت کی طالب ہو اور ثواب آخرت کے لئے تبلیغ رسالت میں امداد و معاونت کرنیوالی
ہو۔ تو اللہ تعالی نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے ثواب عظیم مقرر کر رکھا ہے۔ اللہ تعالی
کے اس کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو تعدد ازواج کی رخصت محض دینی امداد
کی خاطر اللہ تعالی نے دے رکھی تھی۔ جبھی تو فرمایا کہ اگر اللہ و رسول کی طالب ہو تو فقط فقرہ

ل حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کے ساتھ نکاح کی غرض صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ الوکی مخالفت
اور عداوت کم ہو جاوے کیونکہ ابوسفیان کفار مکہ کی فوج کا سپہ سالار اور آنحضرت کا جانی دشمن تھا۔ آپ کا
مقصد بھی اس نکاح سے پورا ہو گیا [illegible] الفت دشمنی اور عداوت کو [illegible] حضرت حفصہ اور حضرت
عائشہ کے ساتھ نکاح [illegible] حضرت ابوبکر سے [illegible] بیوہ کی تھی
حضرت زینب [illegible] سے نکاح کیا کہ [illegible] کے لواحق کی دلجوئی
ہو۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ماننے کی وجہ سے ایک گونہ تکلیف پہونچ
گئی تھی۔ جویریہ کے نکاح سے جو فایدہ ہوا اس کا [illegible] صاحب کو خود بھی اقرار ہے کہ اس نکاح
کی برکت سے تمام بنی مصطلق رہا کردئے گئے۔ صفیہ کے ساتھ نکاح کرنا یہود کے ساتھ رشتہ داری
پیدا کرکے اور ان کی نفرت [illegible] خفت میں پیدا کرنے کا خیال تھا اور ایسا ہی ہر ایک ام المومنین کے حال پر
فرداً فرداً نظر کی جاوے تو ہر ایک نکاح سے کوئی نہ کوئی فایدہ اور خوبی ملحوظ ہوئی ہے۔

منظور کرو۔ نہ عملی طور پر رخصت ہوئیں تو مدینہ میں آنحضرت صلعم کو معاش کی طرف سے بھی ہر طرح فراغت تھی۔ اُن عورات کو زیور وغیرہ سامان دنیاوی مہیا کر دینا کون سی بڑی بات تھی کیونکہ یہہ تو عیاش آدمی کی عین خوشی ہوتی ہے لیکن آنحضرت صلعم اپنے پاس تو کچھہ رکھا ہی نہیں کرتے تھے سب دینی اخراجات اور غربا و مساکین میں بلا حاجات خرچ کر دیتے اور اپنے یہاں محض فقر و فاقہ اور خدا کا نام ہی تہا چنانچہ احادیث صحیحہ سے بپایہ ثبوت پہونچ چکا ہے کہ آنحضرت صلعم کی گذران محض فقیرانہ تھی۔

پس آنحضرت صلعم نے جس قدر ازواج وغیرہ مدینہ میں کیں زیادہ تر دین کی اشاعت اور تبلیغ رسالت میں معاونوں کی تعداد بڑہانے کے لئے کی۔ کیونکہ آپ بنفس نفیس شاذ و نادر ہی کبھی عورتوں میں وعظ کیا کرتے۔ جس سے آپکے افعال و اقوال آپ کی قریبی رشتہ دار عورتوں اور ازواج مطہرات کو معلوم ہو جاتے اور وہ اوروں کو بتلایا کرتیں۔ زیادہ تر آپکی رسالت اور احکام کی تبلیغ آپکی ازواج ہی کے ذریعہ سے تھی۔ چنانچہ تمام دنیا جانتی ہے کہ حضرت عائشہ رضہ صدیقہ جیسی عالمہ فاضلہ عورت دنیا بھر میں آج تک کوئی نہیں ہوئی — احادیث نبوی کی صحت کا زیادہ تر مدار انہی پر ہے۔ اور ایسا ہی باقی ازواج سے بہت سی روایات نبوی مروی ہیں۔ بہر حال آنحضرت صلعم کی غرض کثرت ازدواج سے اسلام کا لوگوں میں جلدی شایع ہو جانا تہا تاکہ انکی معاونت سے آپکے احکام جلدی اور عام طور پر شایع ہو جائیں۔ اور سب کو معلوم ہو جائیں۔

اگر یسوع کی طرح آپ غیر عورتوں کے ساتھہ محبت اور بے تکلفی کرتے یا آپکی شریعت چند اخلاقی احکام تک ہی محدود ہوتی۔ تو زیادہ نکاحوں کی آپکو ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن اسلام میں معاد و معاش کی ہر جزئی کے متعلق بے شمار احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں جس سے کتب احادیث بھر رہی ہیں اور جو بے شمار اُنہیں ازواج سے مروی ہیں۔ پس اس کے لئے صحابہ مردوں کی طرح معزز صحابیہ رضہ عورتوں کی بھی آپکو ضرورت تہی جنکی صداقت اور راستبازی کا پہلے آپ امتحان فرمائیں۔ اور پہر بلا واسطہ اُن کو احکام الٰہی بتائیں اور وہ کم و کاست دوسروں کو پہونچائیں۔ پس عورتوں کی صداقت اور

راستبازی - دیانت و امانت کا حال آپکو ہرگز معلوم نہیں ہو سکتا تھا اور نہ وہ اس قابل ہی ہو سکتی تھیں تاوقتیکہ اُن میں سے کئی عورتوں کو آپ نکاح میں لاکر اپنی صحبت میں رکھیں اور انکو الٰہی تعلیم کے رنگ سے رنگین کریں - سو اس لئے آپنے یہ سب نکاح کئے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایام سابقہ کے دستور کے موافق اسی عشرت پر کاربند ہونے کی اجازت دی اور یہی وجہ تھی کہ اُن کو طلاق دینا اور آپکی وفات کے بعد اُنکا دوسرا نکاح کرنا مردود ہوا - ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً تاکہ دوسرے کے نکاح میں آکر اُس الٰہی تعلیم اسلام کی اشاعت میں فرق نہ آجائے اور بیوہ اور آزاد رہ کر اسلامی مشنری بنی رہیں - کیونکہ جب عورت دوسرے کے نکاح میں آجائے تو پھر اُس کے بس اور اطاعت میں ہو جاتی ہے اور مجبوراً اُسکو اُسکی اطاعت کرنی پڑتی ہے اور طوعاً و کرہاً اُسی کے اخلاق سے خوگیر ہو جاتی ہے پس ضرور تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو اشاعت دین و تبلیغ احکام رسالت کے لئے منتخب و متعین فرمایا تھا تو عمر بھر کے لئے بیوہ اور آزاد رہیں اور آزاد ہوکر یہ خدمت بجا لائیں - پس اگر ایسے عظیم الشان کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ اور آنحضرت کے ازواج مطہرات کے ساتھ کچھ خواص لگا دیئے - تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں بلکہ نہایت مناسب اور ضروری معلوم ہوتی ہے -

حضرت مسیح نے غیر عورتوں کو اپنی تبلیغ رسالت کے لئے معاون و مددگار بنایا - بلکہ اُن کا اختلاط اور پیار بہ نسبت مردوں کے عورتوں کے ساتھ زیادہ معلوم ہوتا ہے سامری عورت سے مسیح نے بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کی - اُس عورت نے آکے اپنی قوم کو آگاہی دی - بہت سی عورتیں جو جلیل سے یسوع کی پیروی ہوکے اُسکی خدمت کرتی آئی تھیں دور سے دیکھتی تھیں مریم مجدلیہ اور یعقوب اور یوسیس کی ماں مریم زبدی کے بیٹوں کی ماں انہیں میں تھی (متی ۲۷ باب ۵۵) علے ہذا القیاس کتنی عورتیں جو بد روحوں اور بیماریوں سے چنگی ہوئی تھیں اور یوحنا ھیرودیس دیوان کوزا کی جورو اور سوسنہ اور بہتیری اور جو مال سے اُسکی خدمت کرتی ہیں اُسکے ساتھ تھیں (لوقا ۸ باب ۲ - ۳) اور یسوع مرتھا کو اور اُسکی بہن اور العازر کو پیار کرتا تھا (یوحنا ۱۱ باب ۵) یہانتک کہ یسوع کی قبر کے پاس خدا کے فرشتہ کو بھی

ایک عورت ہی نے دیکھا۔ صلیب کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی یسوع کو ایک عورت ہی نے دیکھا تھا اور دوسرے حواریوں کو اسکی خبر دی تھی۔ فاحشہ عورات تک سے حضرت مسیح کا پیار اختلاط ثابت ہے چنانچہ پیچھے مفصل بیان ہو چکا۔

اب دیکھو کہ عیسائی دین کو عورات سے کس قدر مدد ملی اور اشاعت مذہب میں ان عورات نے کہاں تک معاونت کی کہ کسی حواری نے بھی اتنی مدد نہ دی۔ بلکہ حواری صلیب کے وقت سے سب فرار ہو گئے۔ پس کچھ شبہ نہیں ہے کہ دینی امداد کے لئے مرد و عورت دونو کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ہاں فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت مسیح نے بلا نکاح کئے غیر عورات سے اختلاط رکھا جس سے مخالف کو انکے چال چلن پر قوی شبہ کی گنجائش ہے اور اس شبہ کو روکنے والی کوئی بات نہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے دستور قومی اور سنت انبیاء سابقہ کے موافق حکم الہی سے نکاح کر کے ازواج مطہرات سے تبلیغ رسالت میں امداد لی۔ غور کرو کہ ان دونوں میں تقوے اور طہارت کی راہ کونسی ہے اور بدظنی سے دیکھنے کے لائق کس کا معاملہ ہے؟

حضرت مسیح نے عورات سے بے تکلفی برتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی قوم بدکاری زناکاری اور گندگی میں اول درجہ پر ہے۔ حضرت رسول کریم نے نکاح کر کے عورات سے تعلق پیدا کیا تو آپکی امت تقوی اور طہارت میں اسقدر گوے سبقت لے گئی کہ دنیا کی کوئی قوم اسکا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتی حتی کہ انگریز نیز دیگر متعصب مصنف مسلمانوں کی اسلامی تقوے وطہارت کا قائل ہونا پڑا۔

اور چونکہ آنحضرت صلعم کے ازواج سے علوم رسالت کی تعلیم یافتہ تھیں۔ اس لئے تقوی۔ طہارت۔ اعلے درجہ کا چال چلن رکھنے کلام الہی کے پڑھنے۔ پڑھانے کتاب و حکمت کے سمجھنے سمجھانے وغیرہ کی خاص ہدایتیں کی گئیں۔ چنانچہ وہ ہدایتیں سورہ احزاب میں اس طرح پر ہیں۔

یٰنِسَاءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ۝ وَمَنْ یَّقْنُتْ مِنْکُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

وتعمل صالحاً نؤتہا اجرها مرتین واعتدنا لها رزقاً کریماً ۔ ینساء
النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول
فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولاً معروفاً ۔ وقرن فی بیوتکن
ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی واقمن الصلوة واتین الزکوة
واطعن الله ورسوله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل
البیت ویطهرکم تطهیراً ۔ واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت
الله والحکمة ان الله کان لطیفاً خبیراً ۔ ان المسلمین والمسلمت
والمؤمنین والمؤمنت والقنتین والقنتت والصدقین والصدقت
والصبرین والصبرات والخشعین والخشعت والمتصدقین
والمتصدقت والصائمین والصئمت والحفظین فروجهم
والحفظت والذاکرین الله کثیراً والذکرت ۔ اعد الله لهم
مغفرة واجراً عظیماً ۔ اے نبی کی بیبیو! جو کوئی تم میں سے کسی علانیہ ناشایستہ حرکت کی
مرتکب ہوگی اُسکو دوہری سزا دیجائے گی اور یہہ اللہ پر آسان سی بات ہی اور جو کوئی تم میں سے
اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گی اور اعمال صالحہ بجا لائیگی ہم اُسکو اُسکا اجر بھی دوہرا دینگے
ایک رسول کی صحبت کا دوسرے اس عمل نیک کا اور ہمنے اُسکے لئے عزت کی روزی تیار کر
رکھی ہے ۔ اے نبی کی بیبیو تم کچھہ عام عورتونکی طرح تو ہو نہیں ۔ تمہارا ادب اللہ سے بڑا ہے
اور تم اہل بیت نبوت ہو ۔ پس اگر تم وصف تقوی سے موصوف ہونا چاہتی ہو تو دبی زبان سے
کسی کے ساتھہ بات نہ کرو نہو کہ جسکے دل میں کسی طرح کا کھوٹ ہی وہ (تقوی وطہارت کے
خلاف تم سے کوئی آرزو پیدا کرے اور بات کہو تو عام دستور کے موافق ۔ اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو
اور اگلے زمانہ جاہلیت کے سے ناز و سنگار دکہاتی نہ پھرو اور نماز پڑہو اور زکوۃ دو اور اللہ اور
اُسکے رسول کی اطاعت کرو ۔ اے اہل بیت رسالت خدا کو یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح
کی گندگی کو دور کرے اور تم کو ایسا پاک صاف بنائے ۔ جیسا پاک بنانے کا حق ہے ۔
(تمکو اسلئے سعیہ کی صفت تقوی سے موصوف کر دے) اور تمہارے گھروں میں جو کلام ربانی

کی آیات اور دانائی کی باتیں سنائی جاتی ہیں یاد کرو۔ در کھو اللہ ظاہر و باطن کو یکساں پاک وصاف کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ باریک بین خبردار ہے۔ یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں۔ مومن مرد اور مومن عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں راستباز مرد اور راستباز عورتیں۔ صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہوں کو تھامنے والے اور تھامنے والی عورتیں۔ اور کثرت سے خدا کا ذکر کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں خدا نے ان کے لئے معفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

پس یہ وہ ہدایات اور اخلاقی باتیں ہیں جو کلام ربانی میں موجود ہیں اور جس پر عمل کرنا نبی کی ہر ایک بی بی پر فرض تھا جس سے اُنکا چال چلن حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے گھر والوں کا اعلے درجہ کا تقویٰ و طہارت کلام ربانی بہ منا پڑھانا۔ نماز کا پڑھنا زکوٰۃ کا ادا کرنا خدا اور رسول کی سچی اطاعت اظہر من الشمس ہے۔ جس شخص کے گھر کی یہ تہذیب یہ شائستگی اور یہ تقویٰ و طہارت ہو اُس پر کوئی شخص ناشائستگی یا بدتہذیبی یا بدکاری کا الزام لگانے والا وہی آدمی ہو سکتا ہے جس کا اپنا چال چلن نہایت درجہ کا گندہ اور ناپاک ہو اور جن روایات سے کلام ربانی کے برخلاف ثابت ہو وہ بھی یک لخت رد اور انکار کر دینے کے لائق ہیں کہ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کا ان ازواج کے ساتھ تعلق تبلیغ رسالت میں معاون پیدا کرنے کے لئے ہی تھا۔ اور گو کوئی شخص اس سے کیسا ہی انکار کرے لیکن ان انہی سے حضور دین کو امداد ملی ہے اور شرع کے مسایل و احکام جلد منتشر ہوئے ہیں یہ ایک فیکٹ (حقیقت) ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

پس ڈاکٹر احمد شاہ کا یہ صلاح دینا کہ کیوں نہ ایسا ہوا کہ محمد صاحب لوگوں کو تعلیم دینے اور لوگ آگے اپنی بیویوں۔ ماؤں۔ بہنوں۔ بیٹیوں وغیرہ کو (امہات صفحہ ۲۶) ایک نہایت ہی ناقص صلاح ہے اور ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ کیوں نہ مسیح کے پاس اُن عورتوں کے خاوند اور متعلقین آکر مستفیض ہوئے جو اُن کی صحبت میں موجود

رہ کرتی تھیں اور پھر خاوندوں اور متعلقین نے آگے اُن عورتوں کو وہ فیض پہونچایا۔ جب کہ
اپنی قوم کی عورتوں کے سوا انبیائے سابقہ کی سنت کے موافق آنحضرت صلعم کئی نکاح کر سکتے
تھے۔ تو کیا ضرورت تھی [illegible] اس سسٹم سے فایدہ نہ اٹھائیں اور مردوں پر مردوں اور عورتوں دونوں کی تعلیم
و تفہیم کا بوجھ ڈالیں۔ ایسی صورت میں کہ ہمجنس کے ساتھ جس بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کر سکتا اور ہر قسم کے
مسائل پوچھ سکتا ہے غیر جنس سے کبھی اس بے تکلفی کے ساتھ گفتگو نہیں کر سکتا جس طرح
مردوں کے لئے مرد واعظوں کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح عورتوں کے لئے عورت واعظوں
کی۔ یہی وجہ ہے کہ جس محلہ میں کوئی عورت دیندار اور احکام شرع سے بخوبی واقف ہوتی
ہے اس سے سب عورتیں تعلیم پاتی ہیں اور دیندار بن جاتی ہیں اور جہاں عورتیں دیندار
نہیں مرد کتنے ہی کیوں نہ دیندار ہوں عموماً عورتیں جاہل ہی رہتی ہیں۔ اس وقت جبکہ
اسلام ابھی شروع ہوا تھا۔ اور مرد و عورت واعظوں کی عام ضرورت تھی اور تعلیم و تلقین کی اشد حاجت
اگر آنحضرت صلعم نے ازواج مطہرات کو اسلامی مسائل کی تعلیم دی۔ اور اُن کو اسلام کا
مشنری بنایا جس سے اشاعت اسلام اور تبلیغ رسالت میں نہایت ہی سہولت حاصل ہو گئی
تو آپکو اسکی نسبت اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ ازواج مطہرات دن رات آنحضرت
کی خدمت میں رہکر جس قدر دین اور دینی احکام و مسائل سیکھ سکتی تھیں۔ دوسرے کو یہ کب
ممکن تھا؟ ہمارا تو یہی خیال ہے کہ اسلام کے مسائل اور احکام کا عرب میں اسقدر جلدی
پھیلنا اور دنیائے اسلام کو معلوم ہونا اسکا زیادہ باعث ازواج مطہرات نبوی ہی تھا
مخالف خواہ اپنی بدباطنی اور خبث باطنی سے جس قدر چاہے اعتراض کیا کرے۔ لیکن آنحضرت صلعم
کی ازواج مطہرات سے دنیائے اسلام کی جس قدر تربیت اور تعلیم کا فیض پہونچا ہے
اس سے انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ دوپہر کے وقت آفتاب کی روشنی سے انکار کرنا۔

ل احادیث کی [illegible] روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سے بعض مسائل عورتیں خود بھی دریافت کر لیتی
تھیں جو شرم و حیا کے متعلق ہوتے۔ وہ ایک دو دفعہ ہوا ہے اور اس سے اگر ظاہر ہوتا ہے۔ تو
یہی کہ ایسے مسائل کی دریافت کے لئے ازواج مطہرات کا بیچ میں واسطہ ہونا کس قدر ضروری تھا۔ ایسا
حضرت صلعم نے عورتوں کو وعظ بھی کیا ہے مگر بہت کم زیادہ تر یہ ازواج مطہرات ہی کے ذریعہ سے ہوتا تھا۔

کیا ہمیشہ کہ ہم نشین عورتوں کے اثر نفیس سے نکاح کرنا - اور آپکا دوسرا اعتراض جو مہر کی بات ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی رعایت کرکے بے مہر نکاح جایز رکھا اور دوسروں کے لئے مہر مقرر کیا یہہ بھی تمہارا اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے - آنحضرت صلعم نے کہیں اپنے لئے بے مہر نکاح روا نہیں رکھا - یعنی جو آپ نکاح کرینگے اُس میں آپ صلعم کو ضرور مہر مقرر اور ادا کرنا ہوگا - ہاں اگر کوئی عورت اپنی مرضی سے بے مہر آپکے نکاح میں آنا چاہے اور آپ اُسے قبول کرلیں تو یہہ دوسری بات ہے مگر اسمیں آپکی طرف سے کیا جبر یا بے رعایتی ہے ایک عورت اپنی مرضی سے بے مہر نکاح میں آیا چاہتی ہے - خدا تعالی نے یہہ امر آپکے لئے جایز رکھا - اس میں قباحت کیا ہوگئی -

کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ زیادہ تر نکاح حضرت صلعم نے ہجرت کے بعد ہی کئے - جب کہ معاش کی طرف سے بھی کوئی تنگی نہیں رہی تھی تو اسوقت یہہ خیال کرنا کہ حضرت صلعم نے مہر کے خرچ سے بچنے اور خاص رعایت کے لئے ہبہ نفس کا حکم گھڑ لیا تھا - کیسا لغو اور نامعقول اعتراض ہے - مہر کی تعداد تو اسلام میں کوئی زیادہ نہیں - ایک لوہے کا چھلا - بلکہ حدیث صحیح کے موافق صرف قرآن شریف کا سیکھنا بھی بطور مہر معین ہو سکتا ہے تو آپ صلعم کی نسبت یہہ خیال کرنا کہ مہر سے بچنے کے لئے آپنے یہہ ہبہ نفس کا مسئلہ مقرر کرلیا تھا کس قدر واہیات خیال ہے -

ہاں مہر کی جگہ اگر آپ اپنی ازواج کا نان و نفقہ اپنی اُمت کے ذمے مقرر کردیتے تو البتہ اُسوقت یہہ اعتراض آپکی نسبت قابل سننے کے ہوتا - کیونکہ نان و نفقہ کا خرچ مہر کی نسبت بدرجہا زیادہ ہے - لیکن مہر کی رعایت کے لئے ہبہ نفس کا حکم بنا لینا - جسکی تعداد کم از کم چند ایک پیسے بھی یا ایک آدھ سورہ قرآن کا سکھانا بھی ہو سکتی ہے نہایت ہی نامعقول اعتراض ہے -

اگر قرآن شریف میں یہہ حکم ہوتا - کہ جس عورت کو تو چاہے - بلا مہر نکاح میں لے آ - تو البتہ آنحضرت صلعم کے لئے کچھ رعایت اور اعتراض کی گنجایش تھی - لیکن جبکہ ایک عورت اپنی مرضی سے آپ ہی مہر چھوڑتی اور خود ہی نکاح میں آنا منظور کرے

تو آپ کے نکاح میں آ سکتی ہے تو پھر اس خصوص میں اعتراض کرنا اگر حماقت اور بے سمجھی نہیں تو اور کیا ہے۔

قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مہر مقرر ہونے کے بعد اگر کوئی عورت اپنا مہر خاوند کو چھوڑ دے تو چھوڑ سکتی ہے۔ ادنےٰ تغیر اگر یہی حکم آنحضرت صلعم کی نسبت مقرر ہو گیا کہ اگر کوئی عورت پہلے ہی بے مہر آنحضرت صلعم کے نکاح میں آنا چاہتے تو آ سکتی ہے۔ تو اسبات میں رسول صلعم کو کونسی خاص آزادی اور سبکدوشی حاصل ہو گئی۔ کیا نان و نفقہ سے بری کرائے گی۔ یا اُنکا نان و نفقہ امت پر ڈالا گیا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

علاوہ اس کے علماء میں اسکی بابت بھی اختلاف ہے کہ آیا اس طرح پر کوئی عورت آنحضرت کے نکاح میں آئی بھی یا نہیں۔ اور جنہوں نے مانا ہے اُنہوں نے بھی صرف ایک عورت بتائی ہے۔ پھر اُسکے نام میں بھی اختلاف ہے مگر ہمارا یہاں تک خیال ہے وہ یہہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے موجودہ بیویوں کو آنحضرت صلعم پر جایز رکھا۔ اسی طرح کوئی ایک عورت انمیں سے بلا مہر مقرر ہوئے صرف بلفظ ہبہ نفس آپ کے نکاح میں آئی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس نکاح منعقدہ کے جایز ہونے کے لئے ایسا حکم فرمایا وامراۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا اگر کسی مومن عورت نے بلا مہر ہی کے نکاح میں آنا چاہا۔ تو وہ بھی نبی کے لئے جایز ہے بشرطیکہ نبی اُسکو نکاح میں لانا چاہے۔

اور لئلا یکون حرج حرج کے معنے کیا ضرور ہے کہ تنگی کے ہی کئے جائیں۔ حرج کے معنے دھکڑ پکڑ اور تردد کے بھی ہیں یعنی یہہ احکام اسلئے تم کو دیئے۔ کہ تیرے دل میں دھکڑ پکڑ اور تردد نہ رہے۔

اور آپ کا تیسرا اعتراض کہ دیگر مسلمانوں کو اپنی متعدد عورتوں سے کسی نہ کسی قسم کی رعایت فرض ہے۔ مگر محمد صاحب ہر طرح کی رعایت سے سبکدوش ہیں۔

اسکا جواب یہہ ہے کہ جب نص قرآن سے آپ ثابت کر چکے کہ آنحضرت صلعم کو ہر ایک عورت کے پاس باری باری سے رہنا فرض نہیں تھا۔ بالعموم سب کے ساتھہ عمدہ برتاؤ کرنا۔ اور سبکو خوش رکھنے کا حکم تھا اور یہہ خدا ہی نے آپ کو رعایت دی تو پھر آپ کا اعتراض کرنا

بُری طرح کی حماقت ہے۔ ہاں اگر خدا کی طرف سے یہ حکم ہوتا۔ اور آپ بنج کے طور پر اپنے لئے یہ رعایت مقرر کر لیتے تو آپ پر خلاف حکم خدا کرنے کا الزام آسکتا تہا لیکن جو کچھہ آپ نے کیا عین الٰہی حکم اور اسکی اجازت سے کیا تو پہر آپ پر مخالفت حکم الٰہی کا الزام نہایت درجہ کی جہالت ہے۔
ہاں آنحضرت صلعم کو باری مقرر کرنے پر مجبور نہ کرنے میں البتہ ایک مصلحتیں ضرور ہیں۔

(۱) چونکہ آپکی کثرت ازدواجی اشاعت دین کے لئے تہی اس لئے آپ کو عام طور پر سب بیویوں کے ساتہہ حسن معاشرت سے نباہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن جبر نہ کیا گیا تاکہ جس بیوی کو آپ زیادہ احکام شریعت سمجہنے کے قابل پائیں اس کے پاس زیادہ دیر تک ٹہیر سکیں۔ اور مسایل شریعت سکہا سکیں۔

(۲) چونکہ آپ ساری دنیا کے لئے السید المطاع تہے نہ کسی کے مطیع۔ اسلئے ادب رسالت قایم کرنے کے لئے ایسا حکم دیا گیا تاکہ وہ عورتیں حق کے طور پر آپ سے مطالبہ کریں بلکہ آپ اپنی ذاتی مہربانی سے جتنا سلوک جس کے ساتہہ کریں اُسپر وہ قانع اور خوش رہیں تفسیر کبیر میں ہے

اذا لم تجب علیک القسم وانت لا تترک القسم تقر اعینهن الخ

(۳) باوجود اختیار دیئے جانے کے آنحضرت صلعم پہر بہی عدل اور عورات کے حقوق کو اپنے لئے بطور الزام مالا یلزم کے سمجہکر خدا تعالیٰ کی نظر میں زیادہ اجر کے مستحق ہوں۔

(۴) اس آیت میں ہے کہ واللّٰہ یعلم ما فی قلوبکم خدا جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم تہا کہ آنحضرت صلعم اپنی طرف سے کسی طرح قصور کرنے والے نہیں اور سب کے ساتہہ عمدہ اور نیک نیتی سے نباہ کرنے والے ہیں اسلئے اجازت عطا فرمائی۔

عدل بین النساء

پہر اگر آنحضرت صلعم نے فی الواقع عدل بین النساء میں کچہہ کوتاہی کی ہے۔ تو مخالف کا یہہ اعتراض کسی قدر توجہ کے بہی قابل ہے۔ لیکن جب کہ باوجود رخصت کے آنحضرت صلعم نے عدل بین النساء کا وہ نمونہ دکہایا۔ جو کسی نبی یا غیر نبی سے آج تک ہو نہیں سکا۔ تو

پھر یہہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے

آنحضرت صلعم کا عدل بین النساء

بخاری اور مسلم میں یہہ متفق علیہ روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صنے نو بیبیاں چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ اُن میں سے آٹھ بیبیوں کے یہاں ہی باری باری سے تشریف لیجاتے۔ ایک بی بی سودہ رضنے (بوجہ پیرانہ سالی کے) خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رض کو بخش دی تھی۔ تب سے آپ عائشہ رض کے یہاں دو دن رہنے لگے۔ ایک دن خاص انکا اور ایک بی بی سودہ رض کا (متفق علیہ) یہہ بالکل غلط ہے کہ سودہ رض کو آنحضرت صنے طلاق دی تھی بلکہ حضرت سودہ رض کو کسی وجہ سے آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہوگیا تھا سو اُنہوں نے خوشی سے اپنی باری حضرت عائشہ رض کو بخش دی۔ آپنے یہہ درخواست قبول فرمالی۔

(نیل الاوطار صفحہ ١٤٠)۔

جب رسول کریم صسفر کرنا چاہتے۔ تو قرعہ ڈالتے پھر قرعہ میں جس بی بی کا نام نکلتا اُسی کو ساتھہ سفر میں لیجاتے۔ (بخاری و مسلم) اگر کسی بی بی کے ساتھہ آنحضرت صکا عشق فرہاد و قیس سے بڑھکر ہوتا۔ تو اسقدر تقید کی کیا ضرورت تھی۔ جس بی بی کو چاہتے۔ ساتھہ لیجایا کرتے۔ مگر نہیں آنحضرت صکا انصاف واقعی ایسا تھا کہ آپ ذرا بھی بے انصافی گوارا نہ کرتے اور باوجود اس قسم کے عدل اور انصاف کے آپ فرمایا کرتے کہ اللهم هذا قسمی فیما املک الخ خدایا یہہ میری تقسیم ہے جو میرے اختیار میں ہے ملامت مجھپر مواخذہ نہ کر جو تیرے اختیار میں ہے میرے نہیں جسوقت بیماری میں آپنے انتقال فرمایا آپکا جی چاہتا تھا۔ کہ حضرت عائشہ رض صدیقہ کے گھر میں رہا کریں مگر پھر بھی (اپنی مرضی سے) اُنکے ہاں نہیں رہے۔ بلکہ آپ تمام بیویوں سے اجازت لیکر اُنکی خوشی سے حضرت عائشہ صدیقہ رض کے گھر رہے۔ یہانتک کہ انتقال فرمایا (بخاری)۔

بی بی سلمہ رض سے جب آپنے نکاح کیا تو اُن سے آپنے فرمایا۔ کہ میں تمہارے پاس تین رات رہونگا اور یہہ کچھہ تمہاری خفت کی بات نہیں ہے۔ باایں ہمہ اگر تم چاہو تو میں سات رات

بھی رہ سکتا ہوں۔ لیکن پھر مجھے سب بیبیوں کے پاس سات سات رات ہی رہنا ہوگا اور اگر چاہو تو تین ہی رات تمہارے پاس رہکر اور بیبیوں کے پاس دورہ کروں۔ ام سلمہ رضہ نے عرض کیا۔ تب تین ہی رات تشریف رکھئے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کنواری کے لئے پہلے ہی پہل سات رات وربیوہ کے واسطے تین رات ہیں — آنحضرت صہ کے عدل وانصاف اور یکساں شب باشی کے متعلق یہ وہ احادیث ہیں — جو بخاری اور مسلم جیسی کتابوں سے ثابت ہیں۔ اب اس کے مقابل آپکا حیات القلوب صفحہ ۲۷۵ والا قول۔ کہ تو عدل نے کنی میان را با آنکہ پیغمبر خدائی۔ سوائے شیعوں کی افترا اور لغو گوئی کے اور کیا سمجھا جاوے

(۱) اور آپکا چوتھا طعن کہ آنحضرت صہ نے اپنی عورات سے طلاق کا استحقاق چھین لیا — آنحضرت صہ نے ہرگز نہیں چھینا بلکہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو منع کر دیا کہ ادب رسالت کے لحاظ سے آنحضرت صہ کے بعد ازواج النبی کے ساتھہ کوئی نکاح نہ کرے اور واقعی یہ کیسی بری بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو دنیا میں رسولوں کا سردار۔ نبیوں کا خاتم اور افضل البشر قرار دیا جائے اُسکا اتنا ادب بھی قایم نہ کیا جائے کہ اُسکی بیویاں اُس کے بعد غیر کا فراش بننے سے بچیں اور جیسا کہ اوپر بیان ہوا اس میں ایک مصلحت یہی تہی۔ کہ اگر ان عورتوں کو طلاق اور ازدواج ثانی کی اجازت دی جاتی تو اُن کے ازدواج سے جو مصلحت تہی وہ فوت ہو جاتی۔ وہ نئے خاوند کے پاس جاکر اُسکی اطاعت اور بس میں ہو جاتیں۔ اور اشاعت دین کا کام جو اُن کے متعلق تہا رُک جاتا اور نئے خاوند کے قبضہ میں آ جانے کی وجہ سے ممکن تہا کہ اُن کے خیالات بدل جاتے۔ اور آنحضرت صہ کی صحبت مبارک سے جو تعلیم اُنہوں نے پائی تھی۔ اس کا اثر مٹ جاتا

بلا شبہ ہر ایک عورت جو اللہ و رسول کی خواہاں تھی اور دین الہی کی سچی معاون ومددگار۔ وہ آپ سے نہ طلاق کی خواہ: کر سکتی تھی اور نہ ایسے عظیم الشان رسول کی زوجہ ہونے کا فخر حاصل کر چکنے کے بعد دوسرے نکاح کر سکتی۔ لیکن اس صورت میں کہ وہ دنیا و دنیا کی زینت کی طالب ہو سکو عام اجازت تھی کہ آنحضرت صہ سے طلاق حاصل کرلے۔ اور دوسرے سے نکاح کرے۔ آیت تخییر میں اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو صاف حکم فرما دیا کہ

کہ تو اپنی بیویوں سے کہدے کہ اگر دین کی طالب ہو۔ تو اسی فقر و فاقہ پر قناعت کرو۔ اور اگر
دنیا کی طالب ہو تو میں تمکو بھلی طور پر رخصت کردیتا ہوں۔ پس جس نے اللہ اور رسول کو چھوڑ
دیا سو وہ دینی خدمت کے سرانجام کے قابل بھی نہ رہی۔ اور طلاق پاکر غیر کے ساتھ نکاح
کرنے سے اُسے کوئی روک نہیں ہوسکتی۔

آپ اپنی اُمہات صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں کہ تحدید ازدواج کا حکم بہت پہلے آگیا تھا
اور آنحضرت صلعم کو موجودہ ازواج کی حلت کا پیچھے جبکہ آپ اپنی شرع کو توڑ چکے تھے اور چار سے
زیادہ کر چکے تھے۔ پس جتنی عورتیں آپ نے اس عرصہ میں کیں۔ اسمیں یقیناً آپ نے شریعت کے
حکم کو توڑا اور حرام کو حلال کرلیا۔ چنانچہ اسکے ثبوت میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ سورہ نسا
جس میں تحدید ازدواج کا حکم ہے وہ مکہ میں نازل ہوئی اور مکی کہلاتی ہے اور آنحضرت
کو موجودہ ازواج کے حلال ہونے کا حکم سورہ احزاب میں ہوا جو مدنی ہے۔ اور
بہت پیچھے نازل ہوئی۔

میرے خیال میں یقیناً اسی جہالت کی وجہ سے آپ اسلام سے مرتد ہوئے۔ کہ آپ کو

نوٹ چونکہ آنحضرت صلعم نے محض دینی اغراض کے لئے یہ متعدد نکاح کئے ہوئے تھے۔ اسلئے ایک دفعہ جب کہ
عورتیں فقر و فاقہ پر قانع نہ رہکر دنیاوی مال و متاع مانگنے لگیں۔ تو حکم دیا گیا کہ اس رسول کے پاس تم محض دینی اغراض کیلئے
جمع ہو۔ دنیا کی بہبودی تمہیں نصیب نہ ہوگی۔ اگر دنیا کی طالب ہو تو طلاق لے لو۔ یہ موقع تھا۔ کہ
جو جو عورت زینت دنیا کی طالب ہوتی وہ بخوشی خاطر طلاق لے لیتی۔ اور دوسرے سے
نکاح کرلیتی۔ پس خالق صاحب کا یہ اعتراض کہ اُن سے طلاق کا استحقاق چھین لیا تھا۔ ہباءً
منثوراً ہوگیا۔ ہاں اس کے بعد جب ان عورتوں نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کیا۔ اور
اپنی مرضی سے فقر و فاقہ پر صابر رہنے کو پسند کیا۔ تو پھر آنحضرت صلعم کو حکم مل گیا کہ اس کے بعد کہ تیری
ازواج نے دین اور دینی خدمت کو اختیار کرلیا ہے۔ نہ کسی کو طلاق دے سکتے ہو اور نہ ایک کو طلاق دیکر کسی
جگہ دوسری بدل سکتے ہو اور نہ انہی کو دوسرا نکاح کرنا روا ہے۔ پس یہ حکم ہمیشہ قطعی اور دائمی ہوگیا کہ دینی خدمات کے قبول کرنے کے بعد
نہ کوئی عورت طلاق پا سکتی ہے نہ بدلی جا سکتی ہے نہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔ ہاں طالب دنیا ہو تو بیشک طلاق
بھی لے سکتی اور دوسرا نکاح بھی کرسکتی ہے اور اس کی تنبیہ سورہ تحریم میں بھی کی گئی ہے کہ عسی ربہ

اسلام کی ذرا بھی خبر نہیں۔ ورنہ سارے مسلمان اسبات کو جانتے ہیں کہ قرآن کی سورتیں ساری کی ساری ایک دفعہ یا ایک ہی مقام میں نازل نہیں ہوئیں۔ بلکہ بعض سورتوں کے بعض حصے مکہ میں نازل ہوئے بعض مدینہ میں بعض آیتیں کسی وقت بعض کسی وقت پس آپ کا ساری سورہ النساء کو مکی کہنا یا جہالت ہے یا تعصب۔ سورہ نساء میں بہت سی آیات گے اندر جہاد کے حکم ہیں اور جہاد کی آیات یقیناً مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ یہود کے حالات جس قدر اس سورت میں ہیں وہ سب مدینہ سے متعلق ہیں۔ منافقین کا گروہ بھی مدینہ میں ہی تھا۔ جبکہ آپ کو عروج حاصل ہوا۔ کیونکہ منافق اُسی وقت سے نمودار ہوئے۔ جبکہ اُن کو کچھ آپکی ترقی کا بھی خیال تھا اور کچھ اپنی برادری کا بھی ڈر تھا۔ بظاہر آپکے ساتھ رہتے اور در باطن کفار کے ساتھ۔ دونوں سے صلاح ملائے رکھتے تاکہ وقت پر جن لوگوں کا پلہ بھاری ہو۔ ادھر ہی ہو جائیں۔ جہاد کے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ جو اس سورت میں درج ہے وہ بھی مدینہ میں ہی مقرر ہوا۔ اہل کتاب کی تمام باتیں جو اس سورت میں مذکور ہیں وہ بھی مدینہ سے متعلق ہیں۔ خاصکر نصاری نجران کی بحث کے وقت جو آنحضرت پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للّٰہ ولا الملٰئکۃ المقربون۔ مسیح اس بات سے ہرگز انکار نہیں کریگا کہ وہ خدا کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتے یہ یقیناً اور بلا شبہ آپکی آخری عمر سنہ ۹ ہجری کا واقعہ ہے (دیکھو حاشیہ ترجمہ قرآن مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی) پس آپ کا یہ کہنا۔ کہ سورہ النساء ساری کی ساری مکی ہے یا سورہ احزاب سے پہلے اتری ہے۔ بڑا بھاری دھوکا ہے جس میں کوئی جاہل آجائے تو آجائے۔ ورنہ۔ باخبر آدمی تو کبھی یہ دھوکا کھا نہیں سکتا۔

آؤ میں تمکو بتاؤں کہ بعض صاحبوں نے سورہ نساء کا نزول سورہ احزاب سے بھی پیچھے لکھا ہے۔ چنانچہ قصیدہ تقریب المامول فی ترتیب النزول تصنیف برھان

بقیہ حاشیہ) ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن الخ کہ اگر تم اس رسول کی نافرمان ہوگی اور اس خدمت کے نا لائق ہوگی۔ تو اسکے بعد قریب ہے کہ اسکا رب تم سے بہتر دینی خدمت کرنے والی اور دیندار بیویاں انکاح میں دیدے

الجعری کا ایک یہ شعر ہے الاحزاب۔ مائدۃ۔ امتحان۔ والنساء مع زلزلت ثم الحدید تا ملاً۔ اور ابن ضریس نے فضایل القرآن میں ابن عباس سے جو روایت کی ہے۔ اس میں مدنی سورتیں اس ترتیب پر ہیں۔ **قولہ** ثم البقرۃ ثم الانفال ثم آل عمران۔ ثم الاحزاب۔ ثم الممتحنۃ۔ ثم النساء۔ اب ان اقوال کی تسلیم تمہارا سارا ہی اعتراض اڑ جاتا ہے۔ کہ جب سورہ نساء آخری ہی بعد میں تو پھر آنحضرت صلعم کی نسبت جو حکم ازواج کے متعلق ہو چکے وہ سب پہلے ہو چکے اور عام مومنوں کے لئے ازواج کی حد پیچھے مقرر ہوئی۔ لیکن سچ یہی ہے۔ کہ ان سورتوں کے بہت سے حصے پہلے اور بہت سے پیچھے نازل ہوئے۔ ساری یکدفعہ نازل نہیں ہوئیں۔ ہاں جس سورت کا زیادہ تر حصہ پہلے یا پیچھے نازل ہوا اسکا نزول دوسری سورت سے پہلے یا پیچھے بیان کیا گیا۔ امر حق یہی ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ کے اکثر حصے بہت پہلے نازل ہوئے ہیں لیکن یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی تمام قرآن سے پیچھے نازل ہوئی ہے۔ جس کے ۸۱ دن بعد آنحضرت نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

تو غرض یہ ہے کہ ان سورتوں کے بعض بعض حصے یقیناً آگے پیچھے یا دوسری سورتوں کے ساتھ ساتھ بھی نازل ہوئے ہیں۔ لیکن الہام الٰہی کے بموجب جس حصے کا تسلسل۔ طرز عبارت۔ اسلوب بیان۔ فواصل آیات جس سورت سے جہاں اور مطابقت رکھتے تھے وہاں داخل کر دیئے گئے۔ اس تمام تمہید کی بنا پر ہم بڑے یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ گو کتب سیر اور تواریخ میں بعض واقعات گو مذکور ہو گئے ہوں لیکن یقیناً اور بلا شبہ تحدید ازواج آنحضرت صلعم کو موجودہ ازواج کے رکھنے دینے کا حکم ایک ہی دفعہ اسی وقت نازل ہوا ہے۔ جبکہ آپ سب افعال رسم عرب وسنت انبیاء سابقہ کے موافق کر چکے تھے۔ پھر اس وقت جبکہ حکمت الٰہی اس بارہ میں بھی تکمیل شریعت کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور دوسروں کے لئے تو ازواج کی تحدید کی گئی۔ اور آنحضرت صلعم کو آئندہ ازواج کرنے سے روک دیا گیا۔

لہ بلکہ سچ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کو اور عورتیں کرنے کی ممانعت اور تو پر انحصار پہلے ہو چکا ہے اور دوسری مومنوں کو ۴ عورتوں کا حکم بعد میں ہوا ہے آنحضرت صلعم کی نسبت سب احکام پہلے مخصوص

جس شخص کا یہہ خیال ہے کہ پیغمبر صاحب صلعم اپنی مرضی کے موافق آیات گھڑ لیا کرتے تہے وہ بہی اگر غور کرے تو یقیناً معلوم کر سکتا ہو کہ اگر بقول اُس کے آنحضرت صلعم نے قرآن مجید آپ ہی بنا لیا تاہم آپنے اپنی نسبت یہہ کبہی اعتراض نہ رہنے دیا ہوگا کہ اور وں کو چار سے زاید ازواج چہڑا کر آپ اس حکم پر عمل نہ کریں - اپنی نسبت بہی ضرور اسی وقت جواز نساء موجودہ کا حکم گہڑا ہو گا - اس طعن کا آنحضرت صلعم کو اسوقت آپ بہی تو خیال ہو گا - قوم کا سر کردہ مذہب کا پیشوا (جو آپ ہی جہٹ آیات گہڑ سکتا ہے) اپنی نسبت ایسی اعتراضات کا کب موقعہ چہوڑتا ہو گا - پس یہانتک ہماری تحقیقات کا نتیجہ ہے وہ یہی ہے کہ یقیناً اور بلاشبہ حکم تحدید ازواج کے ساتہہ ہی آنحضرت صلعم کو بہی ضرور بجواز نساء موجودہ کی نسبت وحی نازل ہوئی ہے اور اُسکے برخلاف تمام اقوال باطل اور روایات ناقابل تسلیم ہیں - [1]

ڈاکٹر اسمعیل شاہ نے جو یہہ قول نقل کیا ہے کہ حکم لا یحل لک النساء من بعد منسوخ ہو کر آنحضرت صلعم کو آیندہ پہر اور عورتیں کرنے کی وسعت ہو گئی تہی - بالکل غلط ہے قرآن شریف کو کبہی کوئی حدیث منسوخ نہیں کر سکتی - آنحضرت صلعم قرآن شریف کے تابع اور محکوم تہے - نہ ایسے حاکم اور اسکے احکام کو رد کرنے والا - حضرت عایشہ رضہ کے وہ الفاظ جن سے آپ یہہ مطلب نکالتے ہیں ما مات رسول اللّٰہ صلعم حتی احل لہ النساء رسول خدا صلعم فوت نہیں ہوئے تا وقتیکہ اُن کے لئے عورتیں حلال نہیں ہو گئیں اگر یہہ حدیث صحیح ہو تو ان الفاظ کا مطلب یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے جو نہہ سے زیادہ ازواج رکہیں آنحضرت صلعم فوت نہیں ہوئے تا وقتیکہ آپکی کثرت ازدواج کی علت تنزیل میں ظاہر نہیں ہو چکی یعنی آنحضرت صلعم کے لئے نو عورات کا ہونا حکم الٰہی سے تہا - چنانچہ اس مطلب کو حضرت انس رضہ کا قول بہی تقویت دیتا ہے جو تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ

بقیہ حاشیہ) ہو چکے تہے - پہر وہ تحدید ازدواج کے حکم پر باقی عورتیں کس طرح چہوڑ دیتے - سچ پوچہو تو آنحضرت صلعم کیلئے اپنی ازواج کو چہوڑنے کے برخلاف صرف موجودہ ازدواج پر اختصار ایک قید شدید تہی جو ہوائے نفس کے سخت برخلاف ہے - تفسیر بیضاوی میں ہے لا یحل لک النساء - ای من بعد التسع وھو فی حقہ کالاربع وحقنا او من بعد الیوم حتی لو ماتت واحدۃ لم یحل لہ نکاح اُخرٰی الخ

[1] قد علمنا ما فرضنا علیہم (دیکہو معلوم ہے جو ٹہرا دیا مسلمانوں پر) سے آپ نکالتے ہیں کہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ ہو چکی ہے اور حضرت کی کثرت ازدواج اس آیت کے بعد نہیں جو ٹہرا دیا اُس سے مراد وہ مہر ہے جو آیت ان تبتغوا باموالکم میں پہلے نازل ہو چکا - نہ حکم تحدید ازدواج -

خاندان نجیب نوشتہ ہو صرف غریبی کا عذر تہا سو غریبی اسی طرح تجارت سے رفع ہوسکتی تہی
پس شایق صاحب کا آپکو غربی کا طعن دینا اور غریبی کی وجہ سے کوئی بیوی نہ کرسکنا کچھ ٹھیک
نہیں ہے - جو شخص نجیب ہے ایک دفعہ مقدر نقد کما کر لائے وہ اس سلسلہ کو برابر جاری
رکھنے سے اچھی خاصہ دولتمند ہوسکتا اور بخوبی خانہ داری چلا سکتا ہے -

البتہ مسیح ؑ کی نسبت زینب عشق مٹیرٹیس کا مقولہ ٹھیک آسکتا ہی جبکہ یہودی کوئی رشتہ
دینہ سکتی تہے - کیونکہ معاذ اللہ انکو ناجایز پیدایش کا آدمی سمجہتے تہے اور انکی غریبی کا یہ عالم تہا
کہ لومڑیوں کو ماندیں اور پرندوں کو بسیرے تہے پر ابن آدم کو جگہ نہیں ملتی تہی - جہاں سر رکہے
سو مسیح ؑ کو کوئی عورت تو نہ مل سکی ساری عمر تنہا رہا - ہیرودیاس کی بوطلی اور مریم مگدلینی وغیرہ عورتوں
سے ضرور رابطہ اتحاد و ہم رکہتا رہا جس سے مخالف کو بدظنی کا پورا پورا موقع مل سکتا ہے - جس کے
رفع کرنے کے لئے عیسائیوں کے پاس کوئی جواب نہیں -

آنحضرت صلعم ابتدا ہی سے نیک چلن - راستباز - صادق اور امین القوم مشہور تہے اب انکی
دیانت و امانت اور تجارت میں برکت دیکھکر حضرت خدیجہ رضہ نے آنحضرت صلعم سے نکاح کرلیا - نکاح
کے وقت آنحضرت صلعم کی عمر ۲۵ سال کی تہی اور حضرت خدیجہ رضہ کی ۴۰ سال تہی -

حضرت خدیجہ رضہ سے آنحضرت صلعم کے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں حضرت زینب - رقیہ -
ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا رضہ لڑکے بہی تین چار ہوئے مگر وہ بچپن ہی میں فوت ہوگئے حضرت
خدیجۃ الکبریٰ نے سنہ ۳ قبل ہجرت ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی - آنحضرت صلعم کا ۵۰ برس
کی عمر تک اس ۶۵ برس کی بیوی سے نباہ کرنا اور صرف ایک ہی نکاح پر کفایت کرنا واقعی
آپکے زہد و اتقا کی اعلےٰ دلیل ہے - حالانکہ بعثت[1] کے بعد کفار مکہ آپکو اعلےٰ سے اعلےٰ خاندان

---

[1] پادری عماد الدین صاحب اپنی تاریخ محمدی میں یہہ روایت صاف لکہتے ہیں کہ کفار مکہ آنحضرت صلعم کو اعلےٰ سے
اعلےٰ خاندان کی لڑکی سے نکاح کر دینے کا لالچ دیتے تہے مگر آپنے ہرگز نہ مانا -

[2] حضرت خدیجہ کا آنحضرت صلعم پر ایمان لانا یہہ بہی آنحضرت صلعم کی صداقت کا بڑا نشان ہے - وہ خدیجہ جسکی تمام اتنی تعریف کرتے ہو کر عرصہ
کی جہالت اور انکی سیرت انکی گہر میں کہیں پائی نہیں باوجود شایستہ اور تعلیم یافتہ ہونے کے جب آنحضرت صلعم کی نبوت تسلیم کرے اور آپ پر
ایمان لائے تو واقعی بڑی دلیل ہے آپکی صداقت کی - دیکہو حضرت مسیح پر نہ مریم ایمان لائی نہ انکے بہائی - انہوں نے انکو دیوانہ سمجہا ہوا تہا -

کی لڑکی کے ساتھہ نکاح کرنے کا وعدہ دے رہے تھے - چندہ اکٹھا کرکے سب برباد دولتمند قوم بنا دیتے
کو یہی تمام تھے -

آنحضرت صلعم کا حضرت خدیجہ رضہ کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کرنا بیشک اعلےٰ شرافت اور وفاداری
وغیرہ کی دلیل ہے تو ہو سکتا ہے - لیکن یہہ بات غلط ہے کہ آنحضرت صلعم نے اسواسطے نکاح ثانی نہ کیا
کہ حضرت خدیجہ رضہ یا ان کے رشتہ دار عیسائی تھے یا انجیل میں تعدد ازدواج منع ہے کیونکہ حضرت
خدیجہ الکبریٰ تو آنحضرت صلعم پر ایمان ہی لے آئی تھیں اور حضرت ورقہ بن نوفل نے بھی آپکی
نبوت کی تصدیق کی اور ایمان لے آئے ہوئے تھے اور حضرت خدیجہ رضہ کے دیگر رشتہ دار عیسائی
نہ تھے اور انجیل میں تعدد ازدواج ہرگز ہرگز منع بھی نہیں - جیسا کہ ہم ثابت کرچکے - پس یہہ کہنا کہ
بسبب عیسائی کے سبب سے آنحضرت صلعم دوسری شادی نہ کرسکے بالکل غلط ہے -

آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قوم نصاریٰ کا عموماً بُرا حال تہا کہ ناگفتہ بہ ہے چنانچہ اُس
زمانہ کے عیسائی شاعروں کے حالات سے عیسائی سوسائیٹی کا پورا حال منکشف ہو رہا ہے یہہ بات
کسی تاریخ دان پر پوشیدہ نہیں کہ عرب میں قبیلہ یعنی ثعلب عیسائی تھے اور وہی تمام عرب
میں سے بڑھکر فسق و فجور ظلم و تعدی شراب خواری اور شہوات نفسانیہ میں منہمک و مستغرق تھے
چنانچہ اس قبیلے میں سے ایک شاعر عمرو بن کلثوم ثعلبی ہے جو سبع معلقہ میں سے ہے معلقہ میں مندرج
ہیں - جسے اُسکی سوسائیٹی کا پورا حال ظاہر ہوتا ہے اُسکے قصیدہ کا ایک بیت شعر ہے -

الا هبی بصحنک فاصبحینا ۝ ولا تبقی خمور الاندرینا
و کاس قد شربت ببعلبک ۝ واخری فی دمشق و قاصرینا

یعنی اے میری معشوقہ یہہ معشوقہ اسکی ایک والدہ ہی تہی شراب پیالہ کیساتھ - اور قصبہ اندرینا
میں جس قدر شراب ہیں پلاتی جاتی تھی وہ سب بہر لیا دے اور ایسا کہ شراب کے ذخیروں میں
کچھ بھی باقی نہ رہیگا - پہر کہتا ہے کہ میں نے مقام بعلبک میں بہت شراب پی ہے اور اس قدر
دمشق میں پی - اور ایسا ہی مقام قاصرینا میں - سچ ہے کہ عیسائیوں کو شراب خواری
کے سوائے اور کام ہی کیا تہا - یہی تو انکے دین کی جزو اعظم ہے جو عشاء ربانی میں بھی داخل ہے
لیکن عجیب تر یہہ ہے کہ یہہ عیسائی اپنی حقیقی والدہ پر عاشق ہو گیا اور یاد رہے کہ اُس زمانہ کے شعرا

آجکل کے شعرا کی طرح فرضی تک بندی نہیں کیا کرتے تھے - بلکہ انکے اشعار اپنی اور زمانہ کی حالت کا فوٹو اور فن تاریخ کا سرمایہ ہوتے تھے - چنانچہ بہت سی تواریخ عرب انہی شعرا کے اشعار سے لیگئی ہے - ہم ایک اور لطیفہ سنیئے - اس زمانہ کا ایک عیسائی شاعر اخطل نامی گذرا ہے - جو پکا عیسائی - دین پر مضبوط اور گرجا کے وعظ کو یاد رکھنے والا اور صلیب کو ہر وقت اپنے سینہ پر لگائے رکھتا تھا (دیوان اخطل صفحہ ۳۲۴) اسکا ایک دیوان عربی جو اسکی اخلاقی حالت کا فوٹو کھینچتا ہے - وہ اپنی پیرانہ سالی کا حال بیان کرتا ہے ؎

بان الشباب وربما عللته بالغانيات وبالشراب الاصهب

جوانی مجھ سے جدا ہوگئی اور میں نے اسکے روکنے کے لئے کئی مرتبہ اور بہت دفعہ یہ حیلہ کیا ہے خوبصورت عورتوں اور سرخ شراب کے ساتھ اپنا شغل رکھا ہے - اب یہہ شعر صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہہ شخص باوجود پیرانہ سالی اور عیسائیوں کا ایک بزرگ فاضل ہونے کے پھر بھی زناکاری کی حالت میں مبتلا رہتا تھا - (یا شاید وہ زیادہ بہت سے نکاح کر لیتا تھا - جو وہ بھی ڈاکٹر احمد شاہ کے مذہب کے برخلاف ہے) -

اور لطف یہہ کہ یہہ شخص پادری کا منصب بھی رکھتا تھا اور گرجے میں وعظ بھی کیا کرتا تھا - مگر گرجے میں حسین عورتوں سے جایا کرتا تھا مطابق اسی شعر سے ظاہر ہے ؎

ان تعن يدخل الكنيسة يوماً يلق فيها جآذراً وظباء

اگر ہمارے گرجے میں کوئی شخص داخل ہو تو بہت سے گوزن بچے اور ہرن اسمیں پائیگا - یعنی بہت سے جوان خوبصورت اور حسینہ عورتوں کو دیکھکر حظ اٹھائیگا گویا اس میں میاں اخطل لوگوں کو نصیحت دیتے ہیں کہ گرجا میں ضرور جانا چاہئے اور لطف اٹھانا چاہئے -

اب دیکھئے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب! آنحضرت صلعم کے زمانہ میں یہہ قدیم کا حال تھا جسپر تم لکھتے ہو کہ قوم عیسائی تھا - اور جبکہ یہہ انکی بہن تھی عرب کی حالت اور انکی رسمیں ایسے گرے ہیں کم جگہ باقی نہیں (امہات صفحہ ۳۹) آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس زمانہ میں ورنہ تو ایک طرف قوم کے پیشوا پادری کا یہہ حال تھا کہ گرجا میں جاتا اور بظاہر انجیل کو ہاتھ میں لیکر لوگوں کی بہو بیٹیوں کو تاڑتا - اور طرح طرح عورتوں سے حظ اٹھاتا اور والدہ تک کے عشق سے نہ چوکتا -

نازم براہیں ریش وفش -

اور حضرت خدیجہ رض کے مال سے فائدہ اٹھانے کا جو تم نے بار بار آنحضرت صلعم کو طعن دیا ہے شاید آپکو مریم مجدلیہ اور ان عورتوں کا حال بھول گیا ہے جو تمہارے متبدا کے پیشتر حضرت مسیح ع کی مال سے خدمت کرتی تھی ... کا کیا ہوا ... نہیں اور ... پیسے کرتی تھیں جو آنحضرت صلعم پر یہ طعنہ کیا گئے ہو -

اور تم نہیں جانتے جن لوگوں میں کثرت ازدواجی کی رسم عام ہو اور وہ معاشرہ بری نہ سمجھی جاتی ہو - ان میں یہہ نکاح ثانی کوئی عیب یا قابل روک نہیں سمجھا جاتا - اگر حضرت خدیجہ رضہ زندہ ہوتے یا ان کی اجازت سے آنحضرت صلعم دوسرا نکاح کر لیتے تو ناکامی کی کوئی صورت نہ تھی کیونکہ رسم اور عادت کے موافق حضرت خدیجہ رض بھی آپکو کبھی منع نہ کرتیں خصوصاً جبکہ انکی اپنی عمر ۶۵ سال کی ہو چکی تھی - حضرت خدیجہ رض کی طرح حضرت ابوبکر صدیق بھی آنحضرت صلعم کے کچھ کم محسن نہ تھے انہوں نے جان و مال آپ پر فدا کر دیا ہوا تھا - حضرت عائشہ رض کے سوا آپ نے کسی ... نکاح کئے مگر حضرت ابوبکر رض نے ذرہ بھی اسکا برا نہ مانا - کیونکہ وہ ملک کی رسم کے مطابق ایک معمولی اور ملکی سی بات سمجھتے تھے - پس تمہاری ساری تقریر لغو اور فضول ہے -

ام المومنین حضرت سودہ رض

حضرت سودہ رض کے باپ کا نام زمعہ ماں کا نام شموس بنت قیس تھا - انکا پہلا نکاح سکران بن عمرو سے ہوا تھا اور اس سے ایک لڑکا عبد الرحمان پیدا ہوا - حضرت سودہ اور ان کا شوہر سکران بن عمرو دونو مسلمان ہو گئے تھے - اور جبکہ دوسری دفعہ مسلمان ہجرت کر کے حبش کو چلے گئے تھے - حضرت سودہ رض بھی اپنی شوہر کے ہمراہ حبش کو ہجرت کر گئی تھی - جب وہ حبش سے واپس آئیں تو مکہ میں انکے شوہر کا انتقال ہو گیا - حضرت خدیجہ رض کی وفات کے بعد سنہ ۳ قبل ہجرت میں ان سے آنحضرت صلعم نے نکاح کر لیا - جس سے اس غریب بیوہ کی گذران کی صورت بھی نکل آئی - سنہ ہجری میں انہوں نے وفات پائی -

یہہ اعتراض کہ آنحضرت صلعم اپنی بیوی سودہ کو پیرانہ سالی کے سبب سے طلاق دینے کے لئے مستعد ہوئے تھے - سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے اور جن لوگوں نے ایسی روایتیں کی ہیں وہ اسبات کا ثبوت نہیں دے سکے کہ کس شخص کے پاس آنحضرت م نے ایسا ارادہ ظاہر کیا - پس اصل حقیقت جیسا کہ کتب معتبرۂ احادیث میں مذکور ہے یہہ ہے کہ خود سودہ ہی نے اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے دل میں یہہ خوف کیا - کہ اب میری حالت قابل رغبت نہیں - ہی - ایسا نہ ہو کہ آنحضرت م باعث طبعی کراہت کے جو نشاء بشریت کو لازم ہے - مجکو طلاق دیدیں - اور یہہ بھی ممکن ہے کہ کوئی امر کراہت کا بھی اُس نے اپنے دل میں سمجھہ لیا ہو اور اُس سے طلاق کا اندیشہ جم گیا ہو - کیونکہ عورتوں کے مزاج میں ایسے معاملات میں وہم اور وسوسہ بہت ہوا کرتا ہی اس لئے اُس نے خود بخود ہی عرض کر دیا کہ میں اسکے سوا اور کچھہ نہیں چاہتی کہ آپکی ازواج میں میرا حشر ہو - چنانچہ نیل الاوطار کے صفحہ ۴۰ میں یہہ حدیث ہے قال السودہ بنت زلقہ حین اسنت وخافت ان یفارقہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ وھبت یومی لعایشہ فقبل ذالک منہا - ورواہ ایضاً سعد وسعید ابن منصور والترمذی وعبد الرزاق قال الحافظ فتواترت ھذہ الروایات علی انہا خشیت الطلاق - یعنی سودہ بنت زمعہ کو جب اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے خوف ہوا کہ اب میں شاید رسول اللہ صلعم سے جدا ہو جاؤں گی تو اُس نے کہا - یارسول اللہ م میں نے اپنی نوبت عایشہ رض کو بخش دی - آپ نے اُسکی یہہ درخواست منظور فرمائی - ابن سعد - سعید بن منصور - ترمذی - عبد الرزاق نے بھی یہی روایت کیا ہے - فتح الباری میں لکھا ہے کہ اسپر روایتوں کا تواتر ہے - کہ سودہ رض کو آپ ہی طلاق کا اندیشہ ہوا تھا - اب اس حدیث سے ظاہر ہے کہ در اصل آنحضرت صلعم کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا بلکہ سودہ نے اپنی پیرانہ سالی پر نظر کرکے خود ہی اپنے دل میں یہہ خیال قایم کر لیا تھا - اور اسی وجہ سے ۸ ہجری میں صرف دو سال کے لئے اپنی باری حضرت عایشہ رض کو بخشدی اگر بالفرض ان روایات کے نوادر اور تظاہر کو نظر انداز کرکے فرض بھی کر لیا جائے کہ آنحضرت صلعم نے طبعی کراہت کے باعث سودہ کو پیرانہ سالی کی حالت میں پاکر طلاق کا

ارادہ کیا تھا۔ تو اس میں بھی کوئی شناعت عقلی نہیں۔ اور نہ یہ امر کسی اخلاقی حالت کے خلاف ہے کیونکہ جس امر پر عورت مرد کے تعلقات مخالطت موقوف ہیں۔ اگر اس میں سے کسی نوع سے کوئی ایسی روک پیدا ہو جائے کہ اس کے سبب سے مرد اُس تعلق کے حقوق کی بجا آوری پر قادر نہ ہو سکے تو اس حالت میں اگر وہ اصول تقوی کے لحاظ سے کوئی کارروائی کرے تو عند العقل کوئی جائے اعتراض نہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ

حضرت عائشہ رض حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں۔ یہی ہیں جو کنواری آنحضرت صلعم کی نکاح میں آئیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب انکی منگنی آنحضرت م سے ہوئی تو انکی عمر چھ سال کی تھی۔ اور جب آنحضرت م کے گھر تشریف لائیں تو ۹ سال کی تھیں لیکن یہ روایت وحی الہی نہیں صرف ایک حدیث میں حضرت عائشہ رض سے ایسا مروی ہے چونکہ عرب میں تقویم تیری نہیں ہوتی اور تخمینی عمر میں ایک دو برس کا فرق ممکن ہے۔ اسلئے ہوسکتا ہے کہ انکی عمر میں ایک دو برس کا فرق ہو۔ یعنی ۱۰۔ ۱۱ برس کی ہوں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض سے آنحضرت صلعم کے نکاح کا موجب غالباً یہی معلوم ہوتا ہے کہ تا وہ دین کی اشاعت کے لئے ایک کامل مشنری کے طور پر تیار کیجائے چونکہ زیادہ عمر کی عورتیں اسقدر جلد اور ایسا پورا فائدہ تعلیم و رشد و ہدایت کا نہیں اٹھا سکتیں جیسے وہ عورتیں کر سکتی ہیں جو سن طفولیت سے کاملوں کی صحبت اور تربیت میں رہیں اور حضرت عائشہ رض کے ناصیہ پر رشد اور ہدایت اور رغبت و استقامت کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت آنحضرت صلعم کو انکی مستعد اور قابل طبیعت کا حال معلوم تھا اور بلا نکاح آپ کسی لڑکی کو صحبت میں

ف پھر اس میں اختلاف ہے بعض روایتوں میں منگنی کے وقت ۶ سال درج ہی ہے۔ اس حساب سے وفات کے وقت ۱۰ سال عمر ہوتی ہے۔

رکھ نہیں سکتے تھے۔ اس لیئے آپ نے اُس سے شرعی نکاح کا پیغام ڈال دیا۔ اگر صحیح روایات سے ثابت ہو جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صغرسنی کا عذر کیا تھا تو اسکی وجہ یہ ہوگی۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کی اصلی غرض سے ابتک آگاہ نہ ہوئے تھے۔

لیکن آنحضرت صلعم کا قیافہ بالکل ٹھیک نکلا۔ دنیائے اسلام میں جیسی محدثہ۔ فقیہ۔ عالم فاضلہ اور نبوت سے مستفیض ذہین۔ فہیم تیز طبع نکلی ہیں۔ ایسی نہ کوئی آنحضرت صلعم کی بیویوں میں سے ہوئی۔ اور نہ کوئی دوسری عورتوں سے۔ چنانچہ اُن سے احادیث کثیر التعداد مروی ہیں۔

اب ہم ڈاکٹر احمد شاہ کے اعتراضات کی طرف ملتفت ہوتے ہیں۔ آپ کا پہلا اعتراض حضرت عایشہ رض کی صغرسنی پر ہے۔ سو اس کے جواب میں یہ گذارش ہے۔ کہ اول تو ان کی عمر وحی یا الہام سے ثابت نہیں کہ وفات کے وقت انکی عمر ضرور ۹ سال ہی کی تھی۔ سو عرب لوگ اُمّی ہوتے ہیں اُنکے پاس تقویم تیری نہیں ہوتی اور نہ ایک دو برس کا فرق اچھی طرح محفوظ رکھہ سکتے ہیں تخمینی بات میں ایک دو برس کا فرق کوئی بڑی بات نہیں۔[2]

اور دوسرے یہہ کہ ۹ سال کی عمر میں حضرت عایشہ صدیقہ رض حضرت رسول کریم صلعم کے گھر میں تشریف لیگئی۔ کچھہ ضرور نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم نے زفاف بھی اُس عمر میں کیا ہو۔ تیسرے یہہ کہ خواہ انکی عمر ۹ سال ہو یا ۱۰ سال بہرحال حضرت ابوبکر صدیق رض نے بالغ ہونے پر ہی حضرت عایشہ رض کو آنحضرت صلعم کے گھر بھیجا ہوگا۔ بقول تمہارے جو شخص نکاح ہونے کے وقت صغرسنی کا عذر کرتا تھا اور حضرت صلعم کا اسپر کوئی جبر بھی نہ تھا تو اُسنے اپنی بیوی ہونے کی وجہ سے آپ کی پیرائیگی میں اتنی مدت لی۔ یعنی بالغ ہونے پر ہی حضرت عایشہ رض کو آنحضرت صلعم کے گھر میں بھیجا ہوگا۔ خواہ ان کی عمر ۸ سال ہو خواہ نو سال[1]

---

[1] اگرچہ نکاح حضرت عایشہ رض کا ۷ سال میں ہوا تھا۔ مگر حضرت عایشہ رض آنحضرت صلعم کے گھر میں بالغ ہونے پر ۹ یا ۱۰ سال کی عمر میں گئی تھیں۔

[2] عیسائی لوگوں کی تو الہامی کتابوں میں بہت سی غلطیاں ہیں اور کئی باتیں تخمینی لکھی ہیں۔ عمریں غلط لکھی ہیں۔ انکے عقیدہ کے موجب جب الہام میں تخمینہ یا غلطی ہوسکتی ہے تو ایک روایت میں تخمینہ کا ہونا کونسی بڑی بات ہے۔

بخاوہ ۱۰ سال کی۔ عورتیں ان امور میں خود بہت اچھی طرح واقف ہوتی ہیں۔ یہہ عقل میں نہیں آتا
کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی بیوی نے بغیر اطمینان بلوغ اپنی بیٹی کو حضرت صلعم کے گہر میں بھیج دیا
ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کا جبر تو اُنپر کچھہ تہا ہی نہیں۔ پس اسبات میں سارے جواب آپکے اعتراضات
کے آجاتے ہیں۔

اور جو تم کہتے ہو کہ فن طب کے موافق ۹ سال کی عمر۔ عمر بلوغ نہیں ہو سکتی اور اس سال
میں، زفاف کرنے کو نسخہ عیاشی کا بتلاتے ہو۔

اس معاملہ میں آپنے صرف عام لوگوں کو ہی دہوکہ نہیں دیا۔ بلکہ اپنے پیشہ ڈاکٹری کو
بہی دہبہ لگایا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ ایسا ہی جاہل ڈاکٹر ہوتا ہے حالانکہ تم اچھی طرح جانتے
ہو اور کتابوں میں پڑہتے ہو کہ سن بلوغ مختلف ممالک اور مختلف مزاجوں میں تو سے ۲۳
سال تک ہے اور کم و بیش اس عمر میں عورتوں میں بلوغ اور حاملہ ہونے کی قابلیت پیدا ہو جاتی
ہے۔ ڈاکٹر بوق صاحب جو علوم طبی اور طبابت کے ماہر اور انگریزوں میں بہت مشہور
محقق ہیں وہ لکھتے ہیں کہ گرم ممالک میں عورتیں آٹھہ یا نو سال کی ہو کر شادی کے لایق
ہو جاتی ہیں۔ اور حال میں ایک ڈاکٹر صاحب جنہوں نے کتاب معدن الحکمت تالیف کی ہے
وہ اپنی کتاب تدبیر بقاء النسل میں بعینہ یہی قول لکہتے ہیں۔ جو اوپر نقل ہوا۔ اور صفحہ ۲۶ میں
لکھتے ہیں۔ کہ ڈاکٹروں کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ نو یا آٹھہ یا پانچ یا چھہ برس کی لڑکیوں کو بہی
حیض آتا ہے۔ ان کتابوں میں کئی اور ڈاکٹروں کا بہی نام لے کر حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر
وڈاہ صاحب کا ایک چشم دید واقعہ لینسٹ نمبر ۱۵ مطبوعہ اپریل ۱۸۸۱ء میں اس طرح لکھا ہے
کہ انہوں نے اس عورت کو جنایا جس کو ایک برس کی عمر سے حیض آنے لگا تہا۔ اور آٹھویں برس
حاملہ ہوئی اور آٹھہ برس ۱۰ مہینے کی عمر میں لڑکا پیدا ہوا۔ مسٹر جان ڈیون پورٹ صاحب
مانٹیگو کی زبانی یوں نقل کرتے ہیں کہ گرم ملکوں میں عورتیں آٹھہ یا دس برس کی عمر میں نکاح

لہ زفاف کا حال حضرت تو کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتے کہ ما نحن حضرت کی باتیں بیان کرنی
شرع میں منع ہیں۔ حضرت عائشہ رضہ بہی اسی اصول کے موافق بیان نہیں کر سکتی تہیں۔
پس اس کی بابت جو کچھہ مردی ہے لوگوں کا خیال ہے۔

کے قابل ہو جاتی ہیں۔ پس ان ملکوں میں بچپن اور نکاح کے قابل جوانی گویا ساتھ ہی شامل ہوتی ہے۔ بیس برس کی عمر میں وہ بڑھیا ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ خیال کہ نو برس کی لڑکی سے مباشرت کرنا عیاشی یا زنا کے حکم میں ہے سراسر غلط ہے۔ آپکی ایمانداری یہ تھی کہ آپ انجیل کی نص سے اُسکو ثابت کرتے انجیل نے آپکو دھکے دیئے۔ اور وہاں نہ ہاتھ پڑا۔ تو گورنمنٹ کے قانون (۱۲ سالہ) کے خلاف ہے۔ اعتراض کر دیا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے قانون کا لوحی من السماء نہیں ہوتے۔ جس میں رد و بدل نہ ہو سکے۔ یہاں بھی پہلے وہ سالہ قانون تھا جس کے موافق گویا نو اور دس سال میں کوئی بڑا فرق نہیں۔ اور اب دوازدہ سالہ مقرر ہوا۔ اگر یہ قانون الہامی اور کا لوحی من السماء ہوا کرتے تو ایک ہی ملک میں آئے دن بدلا کیوں کرتے اور ملک ملک کا قانون جدا کیوں ہو؟ گورنمنٹ کے قانون عوام کی درخواست کے موافق انکی رسم اور سوسائٹی کی عام وضع کی بنا پر تیار ہوتے ہیں۔ اُن میں فلاسفروں کی طرز پر تحقیقات نہیں ہوتی۔ یوروپ میں خود ہر ایک ملک میں عورتوں کی بالغ ہونے کی نسبت جدا جدا قانون ہے۔ مگر وہ اکثر خیالات کے لحاظ سے قانونی معاملات کے فیصلہ کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ انکا یہ منشا ہرگز نہیں کہ اس سے کم عمر میں کوئی عورت بالغ ہو نہیں سکتی۔

اور عرب اور ہندوستان کے لئے ایک قانون ثابت کرنے کے لئے جو تم کہتے ہو کہ عرب و ہند کچھ بہت مختلف نہیں۔ دونوں میں دوازدہ سالہ کا قانون ہونا چاہئے یہ تمہارا صحیح کم ہے۔ عرب و ہند کی آب و ہوا میں بہت اختلاف ہے۔ ساری دنیا عرب کو بڑے بھاری گرم ملک میں سے شمار کرتی ہے۔ عرب کی آب و ہوا۔ عرب کی چستی چالاکی۔ عرب کا نشو و نما۔ پہاڑی ملک۔ وہاں نو سال سے بھی کم عمر میں عورت کا بالغ ہونا ممکن ہے۔ تم عرب کو ہند کے قانون پر عمل کرنے کے لئے جبر نہیں کر سکتے اور نہ تمہارا قیاس ہی ٹھیک ہے اپنے خیال کے موافق تمہاری تسلی کے لئے اسقدر بیان کر دیا گیا ہے۔ یقین ہے کہ اگر تمکو غیرت و حیا ہوگی تو فن ڈاکٹری کو چھوڑ چلو بھر پانی میں ڈوب مروگے۔

اس مقدس رسول کے مددگار کے حق میں آپکا اس طرح بدلگامیاں کرنا اور گالیاں نکالنا کہ

نعوذ بیہودہ گستاخیوں سے پیش آنا محض شیطانی فعل ہے۔ واقعی ان دو مقدس نبیوں یعنی آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح ع پر آپکی طرح بہت افترا کئے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پہلے نبی کو تو زانی قرار دیا۔ جیسا کہ آپ نے اور دوسرے کو (معاذ اللہ) ولد الزنا قرار دیا۔ جیسا کہ پلید طبع یہودی ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ ایسے اعتراضوں سے پرہیز کریں۔

کاش آپ نے حضرت عائشہ رض کی کم سنی پر تو اعتراض کر دیا۔ جو الہامی کتاب کی بنا پر نہیں بلکہ محض ایک روایت کی بنا پر ہے حالانکہ آپ جانتے ہی ہیں کہ تکمیل نکاح کے واسطے ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں بلوغ ہی شرط ہے۔ اگر ہندوستان میں دوازدہ سالہ قانون پاس ہوا ہے۔ تو یہاں کے لوگوں کی خاص حالت اور وضع کے مناسبت کے خیال سے۔ نہ کہ قدرتی قانون۔ قانون ہند کا پابند ہے۔ آنحضرت صلعم نے پچاس سال کی عمر میں جب کہ آپ پورے توانا۔ قوی اور تندرست تھے معمولی رواج کے موافق درخواست کر کے نکاح کر لیا۔ اور حضرت عائشہ رض جیسی امیر گھر کی اور پرورش یافتہ لڑکی سے کم عمر میں بالغ ہونے پر زفاف کر لیا۔ تو کیا بڑی بات ہے۔ لیکن کم عمر بی بی حضرت مریم ع کا جو خدا کے بیٹے کی ماں تھی ستر سے بہتر برس کے بوڑھے یوسف سے جو کئی بڑی بڑی عمر کے بال بچوں کا باپ تھا مہینوں کا جبراً منگنی کر دینا یہ آپکی نظر میں عجیب نہ معلوم ہوا۔ حالانکہ یوسف نے اپنے بڑھاپے پر نظر کر کے عذر بھی کیا تھا۔ کہ میرے کئی بیٹے ہیں اور میں بوڑھا ہوں۔ اور یہ لڑکی بہت کم عمر ہے ڈرتا ہوں کہ اسرائیل کی اولاد مجھکو ٹھٹھا کرے۔ اس پر بھی کاہنوں نے اس بوڑھے میاں کا عذر نہ سنا اور جبراً مریم کو اوس کے گلے مڑھ دیا۔ حالانکہ اُس نکاح میں فائدہ بھی کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ اس منگنی سے تین ماہ بعد ہی وہ بوجہ روح القدس سے حاملہ بھی پائی گئی۔

پس دونوں واقعات میں عجیب طرح کا فرق ہے۔ حضرت عائشہ رض کے معاملہ میں لڑکی کے باپ نے عام رواج کے موافق اپنی لڑکی کی کم سنی کا عذر کیا یا نہ کیا۔ کیونکہ یہ بات کوئی کلام الہی سے ثابت نہیں۔ لیکن مریم کے نکاح کے معاملہ میں تو دولہا ایک ستر بہتر برس کا تو بہ تائب کرتا ہے اور اپنے بڑھاپے اور کثیر الاولاد ہونے کا قوی عذر کرتا ہے پر اسکا کوئی عذر مانا نہیں جاتا۔ جبراً لڑکی اس بوڑھے میاں کے حوالہ کی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کو جبراً حضرت یوسف کے حوالہ کئے جانے اور حضرت مریم کے تین ماہ بعد حاملہ پائے جانے نے یہودیوں کو اُس طعن کرنے میں بڑی مدد دی ہے جو وہ حضرت مریم اور مسیح کی نسبت ناگفتنی فعل کا الزام دیتے ہیں اور اس طعن سے عیسائی لوگ حضرت مریم کو کسی طرح بری نہیں کر سکتے۔

ہاں ایک اور بات بھی سنتے جاؤ۔ تمہارے خدا کے جد امجد بعد جائے فخر حضرت داؤد نے جس کی طرف خدا کے بیٹے یسوع کو بڑے فخر سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اپنی آخری عمر اور بکمال پیرانہ سالی میں ایک لڑکی سے جو حرکت کی وہ بھی تمکو معلوم ہوگی۔ اُس بیماری اور ضعف کی حالت میں اُس خدا کے بیٹے کے دادا سے کچھہ ہو نہ سکا ورنہ اُس ننھی سی کنواری لڑکی کو بدن گرم کرنے کے لئے ہی ساتھہ سلا لیا تھا۔ اس واقعہ میں شک ہو تو اپنی پاک اور مقدس کتاب سلاطین کے پہلے باب ۱ سے ۴ کو مطالعہ کرو۔

اور یہہ جو تم کہتے ہو کہ ابوبکر رضہ اس ڈر سے اپنی لڑکی چھڑانا چاہتا تھا۔ اگر حضرت ابوبکر رضہ نہ دیتے تو آنحضرت صم کا انپر جبر کیا تھا آنحضرت صم تو اُن دنوں خود آفات و مصائب کے تیر کا نشانہ اور کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ اس حالت میں اگر حضرت ابوبکر صدیق نہ مانتے تو اس میں اُنکو مجبوری کیا تھی۔ شیعہ لوگ تو حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے ایمان کو بھی (معاذ اللہ) منافقانہ ایمان کہتے ہیں۔ تو تعجب ہے کہ ایک شخص آنحضرت صم سے منافقانہ ایمان رکھتے ہوئے پھر اپنی لڑکی اُس شخص سے بیاہ دے جس کا اُسپر کوئی جبر یا زور یا تسلط نہیں ہے۔ یہہ تو عقلاً ممتنع اور محال معلوم ہوتا ہے۔ حق یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی اپنی مرضی یہی تھی کہ اس سرور کائنات سے کسی طرح رشتہ ہو جائے۔ مگر جہالت کے زمانہ کے رواجوں کی وجہ سے اُنہوں نے آنحضرت صم کی خدمت میں ایک شبہ پیش کیا تھا کہ میں اسلام میں آپکا بھائی بنا ہوا ہوں۔ تو وہ بوجہ بھتیجی ہونے کے آپکے لئے حرام نہ ہو جسپر آنحضرت صم نے فرمایا۔ کہ انت اخی فی دین اللہ وھی لی حلال تو میرا بھائی ہے خدا کے دین اور خدا کی کتاب میں اور عائشہ شرعاً میرے لئے حلال ہے۔ یعنی تمہاری اور ہماری اسلامی اور دینی اخوت ہے حقیقی نہیں سو یہہ سچا جواب تھا۔ اب خواہ مخواہ اعتراض کرنا معترض کی بد طینتی کے سوا اور

کچھ[1] ظاہر نہیں کرتا۔ اور تیسرا عذر اخلاقی جو آپنے بیان کیا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رض کا
مطعم بن عدی سے عہد شکنی کر کے آنحضرت صلعم کو بیٹی دینا۔ یہہ لایق التفات نہیں کیونکہ کسی
صحیح حدیث کی بنا پر نہیں ہے اور اگر ہوگا تو صرف اسقدر کہ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رض کا
مطعم بن عدی کو لڑکی دینے کا خیال ہوگا۔ سو یہ بات ہونے کے بعد ممکن نہیں تھا کہ وہ خلاف
وعدگی کرتے جب کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے انکو کچھ جبر یا زور نہیں تھا۔ قطع نظر اس کے اگر
یہہ بات بالکل تسلیم ہی کر لی جائے تو آنحضرت صلعم کا اسمیں کیا قصور ہے۔ حضرت ابوبکر
صدیق رض نے آنحضرت صلعم کے سامنے تو یہہ عذر بیان ہی نہیں کیا۔ ان کے دل ہی
دل میں ایک خدشہ پیدا ہوا۔

اور یہہ جو تم کہتے ہو۔ کہ ابوبکر صدیق رض کی آرزو تو یہہ تھی کہ کسی طرح وہ اپنی چھوکری
کو اس بڈھے کے پنجہ سے رہا کرائے۔

یہہ نہایت ہی بے انصافانہ اور گستاخانہ کلمہ ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ جیسے حضرت
ابوبکر صدیق رض آنحضرت صلعم کے وفادار۔ جاں نثار اور فرمانبردار صحابی تھے دنیا میں اُس کی
کوئی نظیر ہی نہیں۔ یہاں تک کہ **یار غار** کا لفظ اعلے درجہ کی دوستی و اتحاد کے لئے
ایک ضرب المثل ہی بن گیا ہے۔ پس ایسا جان نثار صحابی رض جو جان و مال اور عیال
اور خاندان کو آپ صلعم پر نثار کئے تھا کسی طرح سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کہ آپ کو ایک بیٹی دینے
سے دریغ کرتا شاید آپنے آنحضرت صلعم کے صحابہ کرام کو یسوع کے حواریوں کی طرح سمجھ لیا ہوگا۔
جو ساری عمر بے ایمان و ضعیف الاعتقاد رہے اور آخرکار ایک یار نے ۳۰ روپے رشوت
لیکر اسکو پکڑوا دیا اور باقی کے سب تتر بتر ہوگئے اور سب سے بڑے میاں پطرس نے عدالت
میں تین دفعہ مسیح کا انکار کیا اور قسم کھائی اور لعنت بھی کی۔ اور جھوٹ ہی بولا کہ میں یسوع کو
نہیں جانتا۔ جیسا کہ آگے مفصل بیان کیا جائیگا۔

حضرت رسول کریم صلعم کے اصحاب تو بلا کسی غرض نفسانی کے آنحضرت صلعم پر سچا

---

[1] انجیل کے بموجب تمام عیسائی خدا کے بیٹے اور سب ایک ہیں۔ پس سب بھائی بہن ہوئے حضرت ابراہیم ع نے اپنی علاتی
بہن سے نکاح کیا (پیدایش ۲۰ باب) ۔

ایمان لائے ہوئے تھے۔ اور ایمان ہی کی بدولت انہوں نے گھربار۔ مال وعیال سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔ اور آنحضرت صلعم کا ایسا ساتھ دیا تھا کہ دنیا میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ تمہارے لارڈ ولیم میور اور ھسنگس صاحب اپنے ان اقتدیاروں اور آنحضرت صلعم کے یاروں کا مقابلہ کر کر کے سر دھنتے اور شرمندہ ہوتے ہیں کہ سو میں سے سب یا بعض دنیادی اور آسمانی بادشاہت کے لالچ سے ایمان لائے ہوئے تھے۔ اور حضرت رسول کریم صلعم کے یار سچے اور صادق مسلمان ہوئے ہوئے تھے۔ پس ایسے خالص ایمان والے اول درجہ کے اشخاص کی نسبت سوائے پاگل کے کوئی خیال کر سکتا۔ کہ انہوں نے ایک معمولی لڑکی دینے میں تامل کیا ہو۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

حضرت عائشہ رض کی بریّت

غزوہ بنی مصطلق سے واپس آتے وقت مدینہ تھوڑی دور قریب تھا کہ حضرت عائشہ رض صدیقہ کو قضاء حاجت کے لئے پڑاؤ سے باہر جانا پڑا اور لوگوں کی نگاہ سے بچنے کی غرض سے وہ پڑاؤ سے بہت دور چلی گئیں۔ وہاں ان کے منکوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسماء سے مستعار لائی تھیں۔ ٹوٹ کر گر پڑا۔ یہہ وہاں ڈھونڈنے لگ گئیں۔ اندھیرے میں ڈھونڈتے بہت دیر لگ گئی۔ کہ اسی اثنا میں قافلہ روانہ ہو چلا گیا۔ ان دنوں حضرت عائشہ رض بیاری سی اور بہت دبلی پتلی تھیں۔ ہودج کو وزن میں کچھ تفاوت معلوم نہیں ہوا۔ ساربان سمجھا کہ یہہ اپنے کجاوے میں بند ہیں۔ بند کا بند اونٹ پر لاد دیا۔ واپس تشریف لائیں تو وہاں کسی کو نہ پایا۔ اس خیال سے کہ آخر کوئی نہ کوئی مجھے ڈھونڈنے آئیگا۔ اپنی جگہ بیٹھ گئیں۔ لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا تھا جو لوگوں کی گری پڑی چیز اٹھا لیتا ہے۔ اتفاق سے وہ آدمی صفوان بن معطل تھا۔ یہہ شخص عابد و زاہد و دیانتدار آدمی تھا۔ اور اس وجہ سے اسکو آنحضرت صلعم نے اس خدمت پر مامور کر رکھا تھا۔ کہ لوگوں کی گری گرائی چیز اٹھا کر اس کے مالک کو پہونچا دیا کریں۔ جب وہ

ماں اور باپ دونوں کی طرف سے وہ خاندان بنی امیہ سے تہیں۔ انکا پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش تہا جو پہلے مسلمان ہوگیا تہا۔ اور جب حبش کو دوسری بار لوگ ہجرت کرنے لگے وہ بہی اپنی بی بی ام حبیبہ کیساتہ ملک حبش کو چلا گیا تھا۔ وہاں جاکر عبیداللہ تو عیسائی ہوگیا مگر حضرت ام حبیبہ مذہب اسلام پر قایم ہیں۔ باوجودیکہ اُسکا باپ ابوسفیان مکہ کا سردار تہا۔ اور اُس کا خاوند عیسائی ہوگیا۔ پہر بہی اسکا اسلام پر قایم رہنا واقعی اُسکے زبردست ایمان کی تصدیق تمی عبیداللہ کے مرنے کے بعد آنحضرت م نے نجاشی بادشاہ حبش کو بطور ولی قرار دیکر کہلا بہیجا کہ آپ کا نکاح ام حبیبہ سے کرے۔ چنانچہ ۶ہجری میں بمقام حبش ام حبیبہ کا نکاح ہوا اور آنحضرت م کی طرف سے نجاشی نے مہر ادا کیا۔ اسوقت ام حبیبہ کی عمر ۳۰ سال تہی اور آنحضرت م کی عمر ۶۰ سال تہی۔ بعد نکاح کے حضرت ام حبیبہ ملک حبش سے آئیں اور آنحضرت م کے پاس رہیں اُنکی وفات ۴۴ہجری میں ہوئی۔ جب کہ انکی عمر ۶۷ سال کی ہو چکی تھی۔

اس نکاح سے آنحضرت م کی غرض مکہ والوں کی شورش کا کم کرنا ہی تہا اور ام حبیبہ کی نوازش اور خبرگیری تہی۔ شایق صاحب نے جو لکہا ہے کہ اُسکا باپ ابوسفیان مکہ کا سردار تہا جو بیبیوں کو پال سکنے کی مقدرت رکہتا تہا۔ یہہ سچ ہے لیکن بوجہ مسلمان ہوجانے کے وہ اپنی بیٹی کی خبرگیری نہیں کرتا تہا۔ بلکہ دشمن ہوگیا تہا۔ اگر کیا کرتا تو اپنی بیٹی اور داماد کو مکہ سے جلاوطن ہی کیوں ہونے دیتا۔

حضرت اُمّ سلمہ رض

حضرت ام سلمہ رض جنکا اصلی نام ھند تہا۔ اُنکی ماں کا نام عاتکہ ہے جو قبیلہ بنی کنانہ میں سے تہیں۔ مگر یہ عاتکہ عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرت صلعم کی پہوپہی نہیں تہیں بلکہ اُن کے باپ کا نام عامر تہا۔ حضرت ام سلمہ کے باپ حذیفہ تھے۔ جنکی کنیت ابوامیہ تہی اور عرب کے مشہور فیاض شہسوار لوگوں میں گنے جاتے تھے۔

حضرت ام سلمہ رض کے پہلے شوہر ابوسلمہ بن عبداللہ مخزومی تھے۔ وہ اول اُن کے شوہر

دو نو مسلمان ہو کر ملک حبش کو ہجرت کر گئے تھے وہاں ان سے ایک لڑکی زینب نامی پیدا ہوئی
اس کے بعد ایک اور لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام درّہ تھا اور دو لڑکے مسلمہ اور عمر بھی اسی نکاح
سے پیدا ہوئے تھے۔

ابو سلمہ رض جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ جب انہوں نے ۴ سنہ ہجری میں وفات
پائی۔ تو حضرت ام سلمہ رض کا نکاح رسول خدا صلعم سے ہوا۔ اس وقت انکی عمر ۲۶ سال کی تھی اور
آنحضرت صلعم کی ۵۷ سال کی۔ حضرت ام سلمہ رض نے ۶۳ سنہ ہجری میں بعد وفات آنحضرت صلعم
کے وفات پائی۔ اور انکی عمر ۸۴ سال کی تھی۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت ۲۱ سنہ
قبل ہجرت ہوئی تھی۔ ان سے ۳۷۸ حدیثیں مروی ہیں۔

ایک ضعیف سی روایت میں آیا ہے کہ پہلے حضرت ام سلمہ سے حضرت ابو بکر نے بھی
پیغام نکاح بھیجا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو ممکن ہے کہ حضرت ام سلمہ رض نے بعض
وجوہات سے نامنظور کیا۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ حضرت ابو بکر رض کی فضیلت
انکی نظر میں کچھ نہیں تھی۔ نکاح کے لئے کسی شخص کو منتخب کرنا امر دیگر ہے اور اسکی فضیلت کا قائل
ہونا امر دیگر۔

رشک بیجا کے دور کرنے کے لئے دعا مانگنے کی روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس میں بھی طعن
کی کیا بات ہے؟ اور حضرت ام سلمہ رض کے نکاح میں انکے بال بچوں کی پرورش کا ذمہ آنحضرت صلعم
اٹھاتے ہیں۔ (مدارج جلد دوم ۲۰۷) دشمن دین اور شائق اعتراضات نے اس بات کا اپنی کتاب
میں ذکر تک نہیں کیا۔

حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہا

حضرت زینب جو بسبب اپنی فیاضی کے ایام جاہلیت میں ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں
قبیلہ بنو ہلال سے ہیں اُن کے باپ کا نام خزیمہ بن حرث اور ماں کا نام ہند بنت
عوف تھا۔ اُن کا پہلا شوہر عبید اللہ بن جحش اسدی تھا جنگ میں مرنے کے بعد ان کا نکاح سنہ ۳ھ

بھی جن لیا۔

آپ کس خیال میں ہیں ہوش تو کرو۔ قرآن شریف کے رو سے بے شک ہم حضرت مریم کو بتول۔ عابدہ۔ زاہدہ۔ مقدسہ۔ مطہرہ۔ صادقہ اور قانتہ ثابت کرتے ہیں اور مانتے ہیں بھی ایسی ہی ہے مگر آپکی محرفہ انجیل کے رو سے جو کچھ حضرت مریم کی نسبت ثابت ہوتا ہے وہ بھی تو ... سمجھ لیا

اجی میاں! تم فخر کس مریم پر کرتے ہو۔ اسی مریم پر جو حضرت مسیح پر ایمان نہیں ... لائی۔ اور جسکو مسیح صاف الفاظ میں دھمکا کر کہتے ہیں۔ کہ **اے عورت تجھکو مجھسے کیا کام** ہے۔ جس کی نسبت آپکا پادری مفسر لکھتا ہے۔ کہ اس وقت یہ کلمہ توہین کا کلمہ اور زبونی ہو ہی نہیں سکتا۔ جو حضرت یسوع مسیح اپنی ماں کی نسبت استعمال کیا۔ اور کیا یہہ وہی ... جس کی نسبت حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ کون ہے میری ماں یا میرے بھائی؟ اور اپنی ماں کو خدا کی مرضی سے باہر نکالکر یوں کہتے ہیں کہ جو کوئی خدا کی مرضی پر چلتا ہے۔ میرا بھائی اور میری بہن اور ماں وہی ہے۔ کیا یہہ وہی مریم نہیں جس کے بیٹے بھی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے (لوقا باب ۵) اور یہہ وہی ماں نہیں جو اپنے بیٹوں سمیت مسیح کو بے خود دیکھکر پکڑنے کو نکلی (لوقا باب ۵ و ۱۰ باب ۲۰ مرقس ۳ باب ۲۱) پس اس مریم پر اتنا فخر کرتے ہو اور اسکی نسبت حق الامر کہنے سے توبہ کراتے ہو۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ حضرت عمر رضہ کی بیٹی تہیں۔ انکی ماں کا نام زینب بن مظعون تہا جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے ہجرت کی تھی۔ حضرت حفصہ رضہ کے پہلے شوہر کا نام خنیس ابن حذافہ تہا۔ جنہوں نے حضرت حفصہ کے ساتہہ ہجرت کی تھی اور جنکا انتقال بعد غزوہ بدر کے ہوا۔ خنیس کے انتقال کے بعد انکا نکاح سنہ ۳ ہجری میں رسول خدا صلعم سے ہوا۔ اسوقت انکی عمر ۲۱ سال کی تھی اور رسول خدا صلعم کی عمر ۵۶۔ انکا انتقال سنہ ۴۵ ہجری میں بعد وفات

آنحضرت صلعم کے ہوا۔ اسوقت انکی عمر ۲۶ سال کی تہی اس حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ۱۸ قبل ہجری میں ہوئی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ آنحضرت نے حضرت حفصہ رض کو طلاق رجعی دیدی تہی مگر یہ معتبر نہیں اور اس روایت کی اسناد میں ایک سلمہ بن کہیل شیعہ مذہب کا راوی ہے جس کی روایت حضرت عمر رض کی بیٹی کی نسبت قابل اعتماد نہیں۔

اگر بعض ہونہار خاصہ کی بنا پر بغرض تنبیہہ کے لئے طلاق رجعی دے بہی دی ہوتاہم کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

اما اگر آنحضرت صلعم خلیفہ ثانی کے ساتھہ رابطہ محبت و اتحاد قوی کرنے کے لئے حضرت حفصہ کے ساتھہ نکاح کرنے کے خواہاں تہے۔ اور کسی کے ساتھہ کسی بات کا تذکرہ نہ کیا اور حضرت ابوبکر رض نے اس خیال سے کہ جب تک آنحضرت صلعم کا ارادہ ظہور میں نہ آئے۔ با اپنے ارادہ سے رک جائیں۔ حضرت عمر رض کی بات کی نسبت کوئی جواب نہ دیا۔ تو اس میں بہی کوئی اعتراض کی بات نہیں بلکہ ادب و اخلاق ایسا ہی چاہتا ہے کہ جب تک ایک شخص کی بات کا فیصلہ نہ ہولے۔ دوسرا سلسلہ خیالی نہ کرے۔

اور جیسا کہ بقول تمہارے حضرت حفصہ خوبصورت۔ جوان اور بہ صفت موصوف نہیں تو حضرت عثمان کو ان کے ساتھہ نکاح کرنے اور ام کلثوم سے نہ کرنے میں کیا مضایقہ تہا۔ مگر خواہ مخواہ اعتراض کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔

اور حضرت ابوبکر رض کے انکار پر اگر حضرت عمر رض خفا ہوئے تو اس میں کیا جائی طعن ہے انہوں نے منظوری کی امید پر ایک بات کہی۔ نہ ماننے کو ناگوار خیال کیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام حبیبہ رض کا اصلی نام رملہ تہا۔ انکے باپ کا نام ابوسفیان اور ماں کا نام ... تہا

۱؎ آنحضرت صلعم نے اصحاب اربعہ کے ساتھہ تعلق قریب اس لئے پیدا کئے کہ تا کامل اتحاد و یگانگت پیدا ہو۔ چنانچہ دو صاحبوں (ابوبکر و عمر رض) کو تو لڑکیاں لیں اور دو صاحبوں حضرت عثمان و علی کو دیں

عائشہ رض کی عفت و عصمت بیان کی۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ ص مجھکو سوائے پاکی اور بہتری کے اور کچھہ خیال میں نہیں آتا۔ حضرت علی رض نے اگرچہ حضرت بریرہ پر شہادت دی مگر وہ خود بھی کوئی شبہ پیش نہیں کر سکے۔ حضرت عمر خطاب رض اور حضرت عثمان رض جیسے جلیل القدر صحابہ رض جو سیوع کے حواریوں سے بدرجہا عالم و فاضل اور اعلے درجہ کے دیندار متقی آدمی تھے نیکو خوبی اور طہارت ذیل کی شہادت دیتے ہیں۔ حضرت عائشہ رض اپنی بریت زور کے ساتھہ بیان کرتی ہے۔ صفوان بن معطل صاف انکاری ہیں۔ الزام لگانے والے گواہ ہونے کے باوجود اتہام بیان کرنے سے عاجز لولا یاتون علیہ باربعۃ شہدا۔

ناحق کے اتہام لگانے والے حد قذف کے سزا یاب۔ اللہ تعالی نے حضرت عائشہ رض کی بریت پر وحی بھیجی ہے اسپر بھی اگر کسی بے ایمان کو شبہ ہی رہے تو وہ جانے اور اسکا ایمان۔ ہم اس سے زیادہ کچھہ نہیں کہہ سکتے۔

آپ کا یہہ فرمانا کہ آنحضرت ص ایک ماہ تک تردد میں کیوں رہے۔ اسکی وجہ یہہ تھی کہ آپ بھی آخر بشر ہی تھے۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے۔ تا کہ دعوی غیب دانی ہوتا۔ بشریت کی وجہ سے آپ کو بھی تردد لاحق ہوا۔ مگر آہستہ آہستہ معاملہ کی تفتیش فرماتے رہے۔ وہ بے قصور عورت کو یک لخت نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ اگر واقعی تحقیقات سے یا الہام الہی سے یہہ الزام ثابت ہو جاتا۔ تو یقیناً آپ چھوڑ دیتے۔ لیکن نہ تو تحقیقات ہی کے رو سے جرم ثابت ہوا نہ الہام الہی سے بلکہ بڑے زور و شور سے حضرت عائشہ رض کی بریت میں وحی نازل ہوئی اور اسکے بعد آپکو کامل تیقن ہو گیا۔ اتہام لگانے والوں کو سزا دی گئی۔ اور حضرت عائشہ رض کی ہر طرح بریت ثابت ہوئی۔

لہ خدا تعالی اگر چاہتا تو ممکن یہہ معاملہ ہوتے ہی حضرت عائشہ رض کی بریت کی آیات نازل فرماتا۔ لیکن اسمیں ایک حکمت تہی منافقین کی جو پر پہنچ گئی۔ خدا تعالی کا ملین کا امتحان نیز یہ دنیاوی طور پر تحقیقات ہو چکنے کے بعد نا سمجھ بڑہیہ ہو جاتی تا کہ عام لوگوں کو کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ اگر اسوقت آیات بریت اترتیں تو ناکردہ امر پر اور بھی افترا و جعل کا الزام قائم کرتا۔ جیسا کہ اسکی عادت ہے اس لئے حکمت الہیہ نے حضرت عائشہ رض کی دنیاوی طور پر دنیا میں بریت ظاہر کرکے بذریعہ الہام منکشف کیا۔ جو تھے پاک اور نیک لوگوں کو الزام لگتا ہے تو دنیا میں انکی اور بھی بریت ظاہر ہوتی۔

حضرت رسول کریم صلعم کو بشریت سے بڑھکر دعویٰ نہ تھا مگر یسوع جس کو آپ لوگ خدا یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں ہر طرف یہودیوں کے خوف سے بھاگا پھرتا ہے۔ کاش کہ اگر اسے خبر ہوتی کہ میرے مرنے اور تین سال کے بعد کفارہ ہونا ہے تو ایسی بزدلی اور اضطراب کیوں دکھاتا پھر یہودا اسکریوطی کو معجزات کی طاقت بھی دی اسے حواریوں میں بھی منتخب کیا اور آسمانی بادشاہت میں تخت پر بیٹھنے کا وعدہ بھی دیا اور اتنا نہ جانا کہ یہ شخص ۳۰ روپیہ رشوت لیکر مجھکو پکڑوا دے گا اس سے جھوٹا وعدہ کیوں کروں۔ ایسا ہی حضرت مسیح آسمانی بادشاہت اور قیام قیامت کا وعدہ اپنی زندگی میں فرماتے رہے۔ حالانکہ سب جھوٹ تھا۔ پس جبکہ خدا کے بیٹے سے مقدس بشریت علیحدہ نہ ہوا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف خدا تعالیٰ کے بندے اور رسول ہی تھے۔

الزامی جواب

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے جو ابن اللہ کی ماں مریم کا سچا ذکر الزامی طور پر اپنی کتاب میں کیا ہے اس پر آپ بہت منہ آتے ہیں اور جامہ سے باہر ہو گئے ہیں۔ حالانکہ تحقیقی اور اعتقادی طور پر حضرت مریم کو مقدسہ اور مطہرہ ماننا امر دیگر ہے اور الزامی طور پر عیسائی مذہب کے موافق مریم کی حالت کا نقشہ پیش کرنا امر دیگر۔ انجیل سے جو کچھ مولوی نورالدین صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہی آمنا وصدقنا کرنے کے لائق ہے۔ یعقوب کا بیٹا یوسف ۷۰۔۸۰ برس کا بوڑھا اور از کار رفتہ جب مریم اس کے گلے منڈھی گئیں۔ اکٹھا ہونے سے پیشتر منگنی ہی کی حالت میں وہ حاملہ پائی گئی۔ یوسف بدظن ہو کر اسے تشہیر نہیں کرتا۔ بلکہ چپکے سے چھوڑنا چاہتا ہے (متی ۱ باب ۲۰) ان باتوں کے بعد بجز خوش اعتقادی کے کون شخص یہ دعوے کر سکتا ہے کہ حضرت مریم رضہ اس الزام سے جو یہودی انکی نسبت لگاتے ہیں بری ہو سکتی ہے۔ مولوی نورالدین صاحب بالکل سچ فرماتے ہیں کہ دو عورتوں پر زنا کا اتہام لگا۔ ایک کی نسبت اتہام لگانے والے وجہ الہام سے ہی عاجز رہے۔ دوسری نے کنوارے پنے میں لڑکا

بیاہ آنحضرت صلعم سے ہوا اُس وقت اُنکی عمر ۳۹ سال کی تھی اور رسول خدا صلعم کی عمر ۵۶ سال - مگر وہ حضرت صلعم کے پاس صرف ۸ ماہ رہکر آنحضرت صلعم کی زندگی ہی میں سنہ ۴ ہجری میں راہیِ عالم بقا ہوئیں - انکی عمر اسوقت ۳۰ سال تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی ولادت ۲۶ قبل ہجرت واقع ہوئی تھی -

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنا نفس آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا تہا یعنی بے مہر نکاح میں آئی تہیں - مگر یہہ روایات ہرگز قابل تسلیم نہیں کیونکہ جن ازواج مطہرات کے ساتھہ آنحضرت صلعم کا نکاح ہوا - اور اُن کا مہر ادا کر دیا گیا - ان میں یہہ بھی داخل ہیں - اور اس امر پر محدثین کا اتفاق ہے -

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

بنی مصطلق کے رئیس حارث کی بیٹی تھی - جب بنی مصطلق کو شکست ہوئی اور اُن میں سے بہت آدمی اسیر ہوکر آئے تو جویریہ بھی انہی میں تھیں - یہہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تہیں اُنہوں نے رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر پہلے تو اپنا اسلام ظاہر کیا اور پھر کہا کہ میں ثابت بن قیس کی حصہ میں آئی ہوں وہ مجھے روپیہ لیکر چھوڑنا چاہتے ہیں - آپ میری دستگیری فرمائیں آپ نے فرمایا میں اس سے بہتر تیرے ساتھہ سلوک کرتا ہوں - اگر تو منظور کرے - اُنہوں نے پوچھا - کیا - آپ صلعم نے فرمایا میں تجھے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لے لونگا - یہہ سنکر اُنہوں نے منظور کرلیا - آپ نے [اسی] وقت ثابت بن قیس کو روپیہ دیکر اُن سے نکاح کر لیا -

جب مسلمانوں نے [یہ] سنا تو اُنہوں نے بھی اپنے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا - اور کہا کہ اب [بنی مصطلق آنحضرت سے] رشتہ [دار] ہوگئے - اب مناسب نہیں - کہ وہ بھی اس غلامی کی ذلت

[illegible] لیکن بنی مصطلق کے سارے قبیلہ کو یکا یک آزاد کر دینا قیاس میں نہیں آتا کیونکہ لوگ اپنی [illegible] کچھ آزاد کرلیا -

میں رہیں - اور آزاد نہ کر دیئے جائیں - حضرت عائیشہ رضہ فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ رضہ سے بڑھکر کوئی عورت زیادہ برکت والی ثابت نہیں ہوئی جس کے نکاح کی بیہ برکت ہوئی ہو کہ اُسکی قوم کے سو سے زیادہ آدمی آزاد ہو گئے ہوں -

اسی قدر صحیح ہے اور باقی روایات سب غلط اور غیر معتبر ہیں -

حضرت صفیہ رضہ

جنگ خیبر میں قبیلہ بنی نضیر کا سردار کنانہ مارا گیا - اُس کے اہل و عیال اسیر ہو گئے - ان قیدیوں میں سے اُسکی بیوی صفیہ رضہ نے اسلام قبول کر لیا اور بعد میں جناب رسول اللہ کے نکاح میں آئیں - بخاری وغیرہ معتبر کتب میں ان روایات میں سے کوئی بھی نہیں - باقی واقدی وغیرہ کی سب روایات مسلمان خود معتبر نہیں سمجھتے - بلکہ واقدی کو محققین نے حاطب اللیل کا خطاب دیا ہے -

اور حی بن اخطب کے قتل اور یہود کی شکست پر جو تم ہمدردی ظاہر کر رہے ہو - یہ تمہاری طینت کا خاصہ ہے - ورنہ شریروں اور مفسدین فی الارض کا کوئی بھی ساتھ نہیں دیتا - کیا خیبر کے یہودی وہی لوگ نہیں تھے - جنہوں نے خندق کی لڑائی میں قریش کو خرابی کے واسطے اکسایا تھا اور خود بھی اُنکے ساتھ شریک تھے - اس کے علاوہ مسلمانوں کے سخت مخالفوں بنی غطفان اور بنی اسد کے

لہ اگر ان روایات کو مان بھی لیا جائے تاہم تمہاری ان ذکر کردہ روایات کے بموجب صفیہ رضہ کا اسلام لانا ثابت ہے اور آنحضرت صلعم کا اسکو آزاد کرنا اور کر دلدی کو مہر ٹھیرانا بھی ثابت ہے - اسکے ساتھ نکاح اور نکاح کا لیمہ کرنا بخاری سے ثابت ہے - باقی رہا صفیہ کا پہلی منزل پر صحبت سے منع کرنا اُس کا کوئی خاص باعث ہوگا ورنہ اگر وہ ناراض ہوتی تو پہلے نکاح پر ہی راضی نہ ہوتی اور نہ دوسری منزل پر وہ بات قبول کرتی - اور ابو ایوب کا پہرہ دینا اگر صحیح بھی ہو تو انہوں نے اپنے خیال کے بموجب نبی کی خیر خواہی کے جوش میں ایسا کیا ہوگا - ان باتوں کو حسن نکاح سے کوئی تعلق نہیں ہے اور باقی آنحضرت صلعم کا زفاف وغیرہ کی بابت ارادہ ظاہر کرنا یہ عقلاً محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی جس میں حق کا ہی کہلانا ہو اور تمام لوگ دنیا اپنی طرف متوجہ ہوں - رعب اور ہیبت اور سطوت کا خواستگار ہے سنجیدگی اور متانت کو مد نظر رکھکر ایسی باتیں کرے - یہ سب مورخین یا لوگوں نے اپنے خیال کے موافق سمجھکر ایسا روایت کر دیا -

ساتھ بھی ان کا ساز باز تھا - اور اپنے مستحکم قلعوں کے گھمنڈ اور مذکورہ اسباب کے لحاظ سے نہایت مردانہ طریق پر مسلمانوں کی مخالفت کیا کرتے تھے - چنانچہ وہ آنحضرت صلعم پر چڑھائی کا ارادہ رکھتے تھے - کہ حفظ ماتقدم کے طور پر انکی سخت سے سخت شرارتوں کا بدلہ دینے کے لئے انپر چڑھائی کی گئی اور وہ شریر الطبع اپنی کیفر کردار کو پہنچے -

کیا انہوں نے آنحضرت صلعم کی ہلاکت اور بیخکنی میں کوئی دقیقہ نا مرعی رکھا تھا - کیا وہ آنحضرت صلعم پر حملہ کرنے کے لئے تیار نہیں تھے - پس کیا اگر وہ حقیقی خدا پرستوں کی جماعت کو تباہ اور برباد اور نیست و نابود کر دیتے - تو آپ خوش ہوتے - اور جب ظالموں اور شریروں کو انکی بدیوں کی سزا ملی (جیسا کہ توراۃ میں بھی حضرت موسی و یسوع وغیرہ دیتے رہے) تو تمکو انپر افسوس اور ان سے ہمدردی ہوئی - کاش! تمہاری اس ذلیست اور اوقات اور انصاف پر -

اگر تم غور کرو تو سارے پیغمبر خدا اور خدا کے دین کے برخلاف اٹھ کھڑے ہونے والوں اور اللہ کی راہ میں لوگوں کو حق سے روکنے والوں کے لئے چٹان بن جانے والوں کو سزا دیتے رہے ہیں (سنۃ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا) انبیاء سابقہ حضرت موسی و یسوع و داؤد وغیرہ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا ہے اور تو خدا کے دستور میں رد و بدل کبھی نہ پائیگا - پس جو کچھ حیی بن اخطب[1] اور اسکی قوم پر گذرا انکی شرارتوں کی سزا بدکاریوں کی پاداش تھی اگر وہ حق پر ہوتے - تو ضرور نبی کے مقابل جو حق کا دعوی کرتا تھا اٹکر وہ ملتی - لیکن وہ سب کے سب خاسر و خائب شکستہ اور ذلیل اور تباہ اور خوار ہو گئے - جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا - وہ حق نمایاں ہو گیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا - باطل نیست و نابود ہی ہونے والا ہے -

آنحضرت صلعم کا دعوی مثیل موسی ہونیکا تھا اور مثیل موسی کی بشارت میں یہہ بھی لکھا ہے کہ جو اس نبی کی نہ مانیگا خدا اس سے مواخذہ کرے گا (استثناء ۱۸ باب) اس بشارت کے موافق آنحضرت صلعم

---

[1] آنحضرت نے حیی بن اخطب کو کہا کہ کتاب کو خدا نے خوار نہ کیا یہہ حق کے غلبہ کی بڑی دلیل اسپر ظاہر کی گئی تھی پس کیا تو حق کے مقابل میں آکر ٹکیا چور نہ ہوا اور حق کے مقابل شکست پا کر کیا باطل ہونا ثابت نہ کر دیا اور کیا حق کی مخالفت یہہ تجھکو قبول کی ناکہ نہ تجھ کو جلا کر بھسم کیا یہہ تو ایک حق کی منت کا اظہار تھا -

سے حی بن اخطب کو یاد دلایا - کہ کیا حق کی مخالفت میں تجھے کچھ فائدہ نہ ہوا اور تیری ذلت ظاہر نہ ہوئی - فتفکروا یا اولی الالباب ؂

حضرت میمونہ رض

صلح حدیبیہ کے قرارداد کے موافق آپ دوسرے سال سنہ ہجری میں عمرۃ القضا کے لئے مکہ میں چلے وہاں آپنے پہلے تو مراسم عمرہ ادا کئے - عمرہ سے فارغ ہونے پر آپ م نے عباس بن عبد المطلب کے ذریعہ سے اُنکی سالی میمونہ بنت حارث سے جنکی عمر اس وقت ۵۰ سال تھی نکاح کیا اور ارادہ فرمایا - کہ ولیمہ کی دعوت مکہ میں ہی کریں اور اسمیں مسلمانوں کے علاوہ اہل مکہ کو بھی مدعو کیا جاوے - چنانچہ اس معاملہ میں اہل مکہ کی رائے اور اجازت طلب کی گئی - مگر اُنھوں نے نہ مانا جسپر آپنے فی الفور کوچ کا حکم دیا -

۵۰ برس کی بڑھیا کے ساتھہ نکاح کرنا بھی سوائے اسکے کچھہ سمجھہ میں نہیں آسکتا کہ آپکا مقصد مکہ والوں کی شورش کو کسی قدر کم یا فرو کرنے کا تھا - چنانچہ واقعی اس نکاح سے یہہ فایدہ ہوا - کہ عبد اللہ بن عباس اور خالد[1] دو شخص شریک اسلام بھی ہوگئے -

---

[1] ڈاکٹر احمد شاہ نے خواہ مخواہ اعتراضات کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے اگر اسی طرح خواہ مخواہ ناحق بات بات پر اعتراض کیا جائے تو آپ میری طرف لکھیں توریت و انجیل کی بات بات اور آیت آیت پر اس قدر اعتراض کر سکتا ہوں کہ آپ اور آپکی ساری قوم جواب دیتے دیتے تھک جاوے اور ہنوز روز اول کا مصداق ہو - اس طرح سیدھی اور صاف باتوں پر بھی اعتراض کرنا محض بد باطن لوگوں کا کام ہے - چنانچہ حضرت میمونہ کے نکاح پر جو آپ اعتراض کرتے ہیں نہ اس قدر واہیات ہیں کہ کوئی انسان ایسے اعتراض بے جا ہرگز نہیں کر سکتا - حضرت میمونہ اور ام سلمہ کو جو آنحضرت م نے پردہ کا حکم دیا یہہ حکم الٰہی پر عملی تعلیم تھی اسپر اعتراض کیا ہوا اسلامی پردہ کے جو فایدے ہیں وہ ایسے اظہر من الشمس ہیں کہ جن قوموں میں پردہ کا رواج نہیں ہے وہ بھی اسکو مستحسن خیال کرتی اور اس عمدہ خصلت پر رشک کرتی ہیں نہیں معلوم آپ خواہ مخواہ کیوں رشک کی آگ میں جل رہے ہیں اور خدا سے اتنا خوف نہیں کرتے -

حالات مزید

اور جس قدر آپنے حالات لکھے ہیں کہ کوئی عورت آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئی اور خارج ہوگئی کوئی آپکی دعا سے مبروص ہوگئی - یہہ سب واہی تباہی روایات ہیں اور بسند معتبر ثابت ہیں اسلئے انکی نسبت خواہ مخواہ کچھہ لکھنا کتاب کو بڑہانا ہے - یہہ سب روایات نہ تو کلام الٰہی ہیں اور نہ سنت صحیحۂ ثابتہ سے ثابت ہیں آپکے لئے تورات و انجیل ہوں - تو آپ ان روایات کو ماعین الحکم لغو اور غیر معتبر سمجھتے ہیں - رہا لونڈیوں کا ذکر سو مختلف روایات کے جمع کرنیکی صرف دو حرموں ماریہ اور ریحانہ کا پتا لگتا ہے - اور سب واہی تباہی روایات ہیں - سو حرموں کا جواز اسکی بنیاد عیسائیوں کی مقدس کتاب تورات سے ثابت ہے - پس اسپر اعتراض کرنا گویا خدا پر اعتراض کرنا ہے جس نے توریت میں حرموں کی اجازت دی اور انجیل میں بھی لونڈی غلاموں کا رکھنا ہرگز ممنوع نہیں ہے

حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا

زینب رضہ جحش کی بیٹی تھی - انکی ماں کا نام امیمہ تہا جو آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھیں - پس زینب آنحضرت صلعم کی پھوپھی کی بیٹی ہوتی - انکی ولادت ۳۰ سال قبل ہجرت ہوئی اور ۲۰ ہجری میں انہوں نے وفات پائی - اس حساب سے انکی عمر ۵۰ برس کی ہوئی -

پہلی دفعہ انکا نکاح زید بن حارث سے ۳ ہجری کے اخیر یا ۴ ہجری کے شروع میں ہوا - جب زید نے انکو طلاق دی تو آنحضرت صلعم نے ۵ ہجری میں اُن سے نکاح کرلیا - اُسوقت انکی عمر ۳۵ سال کی تھی - چھہ سال آنحضرت صلعم کی زوجیت میں رہیں - اور

۱؎ تمہاری میں ایسی عورت کی نسبت مروی ہے کہ وہ ایک نکاحی عورت تھی آنحضرت صلعم کی ملاقات کیوقت آنحضرت سے پناہ مانگی اور انہوں نے اسکی گستاخی علم پر صرف الحقی باہلک فرما کر رخصت کردیا اور اس سے زیادہ اور کسی روایت میں نہیں -

۲؎ لونڈی غلاموں کی دستورکو یک لخت تو قرآن شریف نے نہیں اُٹھایا - لیکن فک رقبہ یعنی لونڈی غلام کو آزاد کرنیکی کمال رغبت دیکر اور انکے نکاح کرانیکی تحریک کرکے اس رسم کو بہت کچھہ اُٹھا دیا گیا ہے -

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد انتقال کیا۔

زید بن حارث کی ماں کا نام سعدیٰ تھا وہ کہیں جا رہی تہیں کہ بنو قین نے رستہ میں اُن پر حملہ کیا اور زید کو پکڑ کر عکاظ کے بازار میں بیچنے کو لائے۔ اسوقت انکی عمر آٹھ برس کی تھی۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی خدیجہ رضہ کے لئے ۴۰۰ سو درہم پر خرید لیا۔ حضرت خدیجہ رضہ نے زید کو آنحضرت صلعم کو دیدیا اور آنحضرت صلعم نے اُن کو آزاد کر دیا۔

اتفاقاً زید کے باپ اور چچا مکہ میں آئے۔ اور زید کو پہچان لیا اور اُن کو ساتھ لیجانا چاہا۔ مگر زید نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ اس لئے آنحضرت صلعم زید سے بیٹوں کی طرح پیار کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے حجر اسود کے پاس جا کر رسم عرب کے موافق متبنٰے بنا لیا تھا مگر درایتاً یہہ روایت صحیح نہیں ہوتی ہے اسواسطے کہ زید کو بیٹے بنائے جانے کا وہ وقت بیان کیا جاتا ہے جبکہ آنحضرت صلعم کی عمرہ ۲ سال کی تھی اور ابہی حضرت خدیجہ آنحضرت صلعم کے نکاح میں آئیں (دیکھو امہات صفحہ ۶۶) عقلاً یہہ بات لغو اور باطل معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت جبکہ خود حضرت خدیجہ رضہ سے اولاد ہونے کی امید تھی۔ ایک غلام کو اپنا متبنٰے بنا کر اپنی اولاد کا شریک بنا لیں۔ حضرت خدیجہ رضہ کوئی بانجہ نہ تہیں۔ آنحضرت صلعم ایک غیر شخص کو متبنٰے بنا لیتے۔ نہ آنحضرت صلعم کو حضرت خدیجہ رضہ کے ساتھ نکاح کئے دس پندرہ سال ہو گئے تھے۔ کہ اولاد ہونے کی نومیدی تھی۔ نہ ابھی تک رسالت کا دعوٰے کیا تھا۔ کہ آپ صلعم کو کسی امر میں معاون بنانے کی ضرورت ہو۔ جس قوم قریش میں سے آپ تھے وہ آپ ہی سب پر زبردست اور سب میں شریف مسلم تھی۔ زید کے بیٹا بن جانے سے قوم کو کچھہ فایدہ نہیں پہونچ سکتا تہا۔ حضرت خدیجہ رضہ بھی ہرگز گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ایک بیگانہ غلام آنحضرت صلعم کا متبنٰے بن کر انکی آیندہ اولاد کا شریک ہو۔ غرض کہ جس پہلو سے دیکھیں یہہ روایت بالکل غلط اور باطل معلوم ہوتی ہے۔ البتہ جیسا کہ مولوی فیروز الدین صاحب نے لکھا ہے۔ وہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے کہ آپ صلعم پیار سے زید کو بیٹا کر کے پکارتے رہے اور لوگوں نے اس رسم کے موافق زید کو متبنٰے یا پسر خواندہ سمجھا۔

لطیفہ کو قرآن شریف میں بہی کہیں متبنٰے کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ ادعیاء (منہ دعی) کا لفظ ہے یعنی پسر خواندہ صفحہ ۶۶ پر زید کو بیٹا کہنے کے سوا کہیں عرب کے موافق متبنٰے بنانا بہی کسی روایت سے ثابت نہیں۔

قرآن شریف میں جو لکہا ہے کہ ادعوھم لا بائہم اسی باطل خیال کے دور کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔

حضرت زید سے واقعی آنحضرت صلعم کو بہت محبت تہی۔ اُن کے اسلام لانے نے اس محبت کو اور بھی قوی کر دیا تہا۔ کمال محبت ہی کا باعث تہا کہ آپ نے زید کا نکاح بڑے اصرار کے ساتہہ اپنی پہوپہی کی بیٹی زینب بنت جحش سے کر دیا۔

حضرت زینب رضہ چونکہ شریف اور عالی خاندان سے تہیں۔ اور زید آخر غلام آزاد تہے حضرت زینب اور اُن کے لواحق نے پہلے نہیں مانا۔ مگر جب آنحضرت صلعم نے یہہ آیت پڑہکر سنائی۔ کہ ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لہم الخیرۃ من امرہم تو انہوں نے مان لیا۔ اور حضرت زینب کا زید کے ساتہہ نکاح بندہ گیا۔

چونکہ حضرت زینب خاندانی شریف آزاد اور خوش جمال عورت تہی اور زید غلام آزاد۔ اور صورت میں بھی زید زینب کے جوڑ نہ تہے۔ اس لئے نہ صرف ممکن بلکہ گمان غالب ہی کہ کچہہ عرصہ بعد خاوند و عورت میں ناچاقی پیدا ہوگئی ہو۔ کیونکہ بوجہ خاوند ہونے کے زید زینب کو مطیع رکہنا چاہتے ہونگے اور زینب اپنی شرافت خاندانی اور زید کے غلام آزاد ہونے کی وجہہ سے انکی قدر و اطاعت جیسی کرنی چاہئے نہ کرتے ہونگے۔ بہرحال یہہ ناچاقی سخت درجہ کے جھگڑے اور کشمکش تک پہونچکر آخرکار باہمی تفریق کا موجب ہوئی۔

زید نے حضرت زینب رضہ کی کشمکش کو بہت دفعہ آنحضرت صلعم کے سامنے بہی بیان کیا۔ مگر آنحضرت صلعم ہمیشہ زید کو روکتے۔ اور انہہ باہمی سلوک اور اتفاق کی ہدایت فرماتے رہے۔

مولوی غیرت الدین صاحب نے اپنی کتاب دفع طعن نکاح زینب میں بعض مفسرین کی بنا پر لکہا ہے کہ یہہ آیت اس موقعہ پر نازل ہوئی ہے یہہ صحیح نہیں کیونکہ یہہ آیت پہلے اتری ہوئی تہی ہاں آپ نے بطور حوالہ کے اسوقت پڑہی ہوگی۔ مفسرین کی یہہ بڑی غلطی ہے کہ شان نزول پیدا کرنے کی غرض سے اور آیندہ آیات کو بھی خواہ مخواہ بعض قصوں کے ساتہہ چسپاں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ادعوھم لا بائہم بہت پہلے نازل ہوئی۔ جب کہ ابہی آنحضرت صلعم کا زینب کے ساتہہ نکاح بندہنے کا گمان بہی نہ تہا مگر مفسرین نے کہینچ تان کر اس کو زید کے قصہ کے ساتہہ ملا دیا۔ ایسا ہی حلائل ابنائکم الذین من اصلابکم بہت پہلے نازل ہو چکی تہی مگر مفسرین نے عادت کے موافق موقعہ پر چسپاں کرنے کے من اصلابکم کا لفظ پیچہے نازل ہونا بیان کیا۔ جو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب رضؓ کو اس سید الرسل کی ازواج مطہرات میں داخل ہونے کا فخر حاصل کرنے کا بہت اشتیاق تہا کیونکہ بعض عورات فخر اور عزت کی بہت خواہاں ہوتی ہیں اس لئے اسکا منشا ہوگا کہ اگر زید طلاق دیدے تو میں آنحضرت صم کے نکاح میں آسکوں گی۔ مگر یہہ کسی طرح بہی ٹھیک نہیں کہ آنحضرت صم اُسپر عاشق ہوگئے ہوں۔ یا آپ بہی اُسکے ساتہہ نکاح کے خواہاں ہوں۔ کیونکہ زینب کے لواحق زینب کو آنحضرت صم کے نکاح میں دینے کو پہلے ہی تیار تھے۔ جو آپ صم نے منظور نہ فرمایا اور طوعاً و کرہاً زید کے ساتہہ اُسکا نکاح کرادیا۔ اگر آپ صم کو اپنے ساتہہ نکاح کرنے کی خواہش ہوتی۔ تو پہلے ہی بلا دقت کر سکتے تھے۔

جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صم نے ایک دن زینب رضؓ کو ننگا نہاتے دیکہا اور اُسپر عاشق ہوگئے اور زینب کو زید سے طلاق دلانے کا موجب یہہ ہے۔ یہ روایت بالکل غلط ہے اور کسی حدیث صحیح سے دکہا نہیں سکتے۔

منہ کو دیکہکر عاشق ہونا تو دنیا میں ایک بات بہی ہوتی ہے۔ مگر برہنہ عورت کو دیکہکر عاشق ہونا یہہ کیسا لغو معلوم ہوتا ہے اسکی نظیر دنیا میں سوائے عیسائیوں کے خدا کے دادا حضرت داؤد صم کے قصہ کے اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جو اوریا کی بیوی کو ننگا نہاتے دیکہکر عاشق ہوگئے تہے اور شاید اسی طرح شایق صاحب نے مسلمانوں کی لغو اور غلط روایات میں ڈہونڈ ڈہونڈ کر یہہ قصہ نکالا ہے تاکہ اعتراض نہ کرسکیں سو مسلمان تو اس قصہ کے گہڑنے والے پر لاکہ لاکہ نفرین لعنت کرتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر احمد شاہ داؤد صم کے قصہ گہڑنے والے کی نسبت کیا کہیںگے۔ جو ان کی مقدس کتاب میں لکہا ہے۔

زینب حضرت رسول خدا صلعم کی پہوپہی کی بیٹی تہیں۔ جس کو آنحضرت صم نے سینکڑوں دفعہ دیکہا ہوا تہا پس جو لوگ اس قصہ میں یہہ بہتان باندہتے ہیں کہ آنحضرت صم زینب پر عاشق ہوگئے تہے اور یہہ امر موجب طلاق ہوا تہا وہ ایسی غلطی کرتے ہیں جو فہم و درایت کے ہی بالکل برخلاف ہے زینب اور اوسکے لواحق کی تو مرضی یہی تہی کہ زینب کا نکاح حضرت رسول خدا ہی کے ساتہہ ہو تو اُن کو رسول صم کے ساتہہ رشتہ داری کا فخر حاصل ہو۔ لیکن حضرت رسول کریم نے اسوقت نہیں مانا تہا۔ لیکن قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بعد میں بہی آنحضرت صم کی مرضی ہرگز

زینب کے ساتھ نکاح کرنے کی نہیں تھی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ وہ زید کو ان پر رعب الفاظ میں طلاق دینے سے منع کرتے تھے۔ کہ امسك عليك زوجك واتق الله اپنی عورت کو اپنے پاس رکھو اور خدا سے ڈرو (طلاق دینا اچھا نہیں) جو لوگ یہہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم یہہ کلمات منافقانہ کہتے تھے۔ قطع نظر اسکے کہ نص قرآنی کے یہہ بات بالکل برخلاف ہی۔ کسی صحیح روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

یہہ تو قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کی مرضی ہرگز نہیں تھی کہ زید طلاق دیدے تو زینب کے ساتھہ میں نکاح کرلوں۔ لیکن اس خیال سے کہ اس عورت نے میرے ہی اصرار سے زید کے ساتھہ نکاح کیا ہے۔ اب اگر زید نے چھوڑ دیا تو غالباً زینب میرے ساتھہ ہی نکاح کی آرزو کرے گی۔ اسکی اور اسکے لواحق کی دلجوئی اسی بات میں ہوگی۔ کہ چار و ناچار میں مانوں۔ یہ بات اگرچہ آپکی شریعت کے رو سے جایز تھی۔ کیونکہ اس سے پیشتر سورہ نساء میں یہہ آیت اتر چکی ہوئی تھی وحلائل ابناءکم الذين من اصلابكم تمہارے اپنی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں جو تمہاری پشتوں سے ہیں۔ مگر اس خیال سے کہ کفار خواہ مخواہ کا طعن دینگے کہ پسر خواندہ کی جورو سے نکاح کرلیا۔ آپ اس رشتہ سے ڈرتے اور جھینپتے تھے۔ حتے اینکہ زید نے زینب کو طلاق دیدیا۔ اور بوجوہات مذکورہ یہہ نکاح جایز سمجھکر آپ نے بھہ نکاح کرلیا۔

کفار آپ صلعم کو طعن دینے لگے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ جسپر اللہ تعالی نے آپکو سارا واقعہ یاد دلا کر حق میں صرف خدا سے ڈرنے اور کفار کے طعن کا کچہہ خوف نہ کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ وہ آیات یہہ ہیں۔

واذ تقول للذي انعم الله عليه وانعمت عليه امسك عليك زوجك واتق الله وتخفي في نفسك ما الله مبديه وتخشى الناس والله احق ان تخشاه فلما قضى زيد منها وطرا زوجنكها لكي لا يكون على المؤمنين حرج في ازواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطرا وكان امر الله مفعولا ۔ ما كان على النبي من حرج فيما فرض الله له سنة الله في الذين خلوا من قبل وكان امر الله قدرا مقدورا الذين

یبلغون رسالات اللہ و یخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ وکفے باللہ حسیبا- ماکان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیئ علیما۔ ترجمہ اور جب تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جسپہ اللہ نے احسان کیا اور تو نے بھی احسان کیا کہ تو اپنی بیوی اپنے پاس ہی تھامے رکھ اور اللہ سے ڈر (یہہ اسبات کا جواب ہی کہ آنحضرت م زید کے مربی اور محسن تھے وہ اس سے ایسا فریب ہرگز نہیں کر سکتے تھے کہ زینب کو اس سے چھڑائیں اور یہہ بھی کہ جس طرح آنحضرت م اسپر پہلے احسانات کیا کرتے تھے اسی طرح اب بھی اپنا احسان اسپر یوں ظاہر کیا- کہ اسے اپنی بیوی کے پاس ہی رکھنے کی ہدایت کی - اگر ان الفاظ سے یہہ مقصود نہو تو یہاں انکا لانا بالکل بے سود ٹھیرتا ہے)-

اگلے لوگوں میں بھی خدا کا یہی دستور رہا ہے کہ امور شریعت کے جاری کرنے اور ان پر عمل کرنے میں وہ کسی سے کبھی نہیں ڈرے اور اللہ کے کام ایک اندازہ سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں وہ گذشتہ لوگ جو پیغام الہی پہونچاتے رہے اور اسی سے ڈرتے رہتے- اور اسکے سوا انہوں نے کسی کے طعن ملامت کا خوف نہ کیا اور اللہ حساب لینے والا ہی ہے (قیامت کیدن ہر ایک سے اپنے فرایض مقررہ کی بابت حساب لیگا- نبی کو طعن کرنے والے لوگو- محمد تو تم میں سے کسی ایک مرد کا بھی باپ نہیں ہے- یعنی انکی اولاد نرینہ سے ہی نہیں تو زینب اس کی بہو کس طرح ہو گئی) پر وہ اس اللہ کا رسول ہے- اس جہت سے سارے ہی اسکے بیٹے ہیں اور نبیوں کا ختم کرنے والا (انکی وفات کے بعد انکے بیٹے کی حاجت ہی نہیں تاکہ رسالت اور نبوت کا بوجھ اٹھاتے) اور اللہ تعالی ہر شئے کو جانتا ہے (اسے یہہ معلوم ہے کہ اس رسول کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا- نہ دین کی اشاعت کے لیے کسی نبی کی مرد وارث کی ضرورت ہی- بلکہ اللہ تعالی اسکا دین آپ پھیلائیگا- اور ہر طرح آپ متکفل ہوگا-

اور تو اپنے جی میں ایک بات چھپاتا تھا جس کو اللہ نے ظاہر کر دینا تھا اور لوگوں سے ڈرتا تھا (یعنی اس ارادہ کو چھپاتا تھا کہ اگر زید نے طلاق دیدی اور مصلحت مجکو اس سے نکاح کرنا پڑا- شرع کی رو سے تو ناجایز نہیں ہے مگر ان کے ... کی رو سے ڈرتے تھے کہ لوگ مطعون کریںگے کہ اسپر ...

کی جورو سے نکاح کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کر دیا تھا اور اس کے علم میں یہی تھا کہ تم اس سے نکاح کر لوگے) اور خود تو ہر معاملہ تجکو اللہ ہی کا چاہیئے (جو امر شرع) کی رو سے روا ہو۔ اسپر عمل کرنے میں کسی لائم کے لوم اور طاعن کے طعن سے ڈرنا نہیں چاہیئے) سو جیسا کہ علم الٰہی میں مقدر تھا۔ یوں ظہور میں آیا کہ جب زید اس عورت سے تعلق قطع کر چکا۔ تو اُسے ہم نے تیرے نکاح میں دیدیا (یعنی یہ امر ہماری شریعت اور ہماری مرضی کے موافق ظہور میں آیا) اور یہ اسلئے ہوا تھا کہ آئندہ کو لوگوں پر اپنے پسر خواندوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں جبکہ وہ اپنی بیویوں سے قطع تعلق کر چکیں کوئی اضطراب اور دھکڑ پکڑ نہ رہے اور اس امر کی کراہت انکے دلوں سے نکل جائے۔ اور یہ خدا کا کام اسی طرح ہو کر رہنا تھا۔ جبھی تو اسکا سامان پہلے سے بنا ہوا تھا۔ نبی کے لئے اللہ تعالیٰ جو شرع مقرر کر دے اُسپر عمل کرنے میں اُسے کوئی دھکڑ پکڑ اور تذبذب نہیں چاہیئے

جوابِ مطاعن

(۱) زید آنحضرت صلعم کا بیٹا تھا۔ آنحضرت صلعم نے محض اسی غرض کے لئے کہ اسکی زوجہ کو نکاح میں لائیں تو اُسے تبنیت سے جواب دیا جسکو مدت سے لئے ہوئے تھے۔

جواب۔ زید کو آنحضرت کا متبنےٰ ماننا صحیح روایات سے ثابت نہیں اور نہ آپکو متبنےٰ بنانے کی ضرورت تھی۔ جبکہ حضرت خدیجہ رضہ سے اولاد ہونے کی آرزو تھی۔ اور حضرت خدیجہ رضہ پہلے بھی صاحب اولاد تھیں۔ اور آنحضرت صلعم سے بھی کئی بچے پیدا ہوئے۔ اپنی اولاد کے ہوتے یا اولاد کی امید ہوتے متبنےٰ بنانا محض اہمیات اور بناوٹی بات معلوم ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم جو محبت اور شفقت کی راہ سے اُسے بیٹا کہہ کر پکارتے رہے۔ لوگوں نے اسے متبنےٰ سمجھا۔ لیکن اصل میں وہ متبنےٰ اور لے پالک نہیں تھا۔ بلکہ پسر خواندہ کہنا چاہیئے

اور اگر حقیقتہً متبنےٰ ہی سمجھ لیا جائے تاہم متبنےٰ کو حقیقی بیٹا یا حقیقی بیٹے کی مانند نہیں کہہ سکتے جبکہ نسبی تعلق اسکے ساتھ نہیں اور نہ کسی کے نطفہ کے اجزا اُسکے وجود میں شامل ہیں اور تبنیت سے آنحضرت صلعم نے اسکو جواب نہیں دیا۔ بلکہ زینب کا معاملہ واقع ہونے سے بہت پہلے یہ حکم آچکا تھا

کہ ادعوهم لابائهم هو اقسط عند الله اُن کو انکے باپوں کی طرف منسوب کرکے پکارو۔ اللہ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے سو اگر تمکو اُنکے باپ معلوم نہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور تمہارے چیلے ہیں۔

اور یہہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اگر سند سے بیٹا بنے کا اعتبار نہیں۔ تو پھر آنحضرت صلعم کی ازواج اُمہات المومنین ہو کر کیوں دوسروں پر حرام ہیں اسکا جواب یہہ ہے کہ اُمہات المومنین تو رسول اور بیبی کی جہت سے ہیں اور انکا حرام ہونا اس جہت سے نہیں کہ اللہ تعالی نے انکو اُمہات المومنین ٹھیرایا۔ تو بلکہ یہہ وجہ ہے کہ ایک علیحدہ حکم کے ذریعہ سے اللہ تعالی نے ازواج النبی کے ساتھہ مؤمنین کا نکاح حرام ٹھیرایا ہے جیسا کہ فرمایا ولا ان تنكحوا ازواجه من بعده ابدا۔ چنانچہ آنحضرت کی ازواج کا اُمہات المومنین ہونا سورہ کے اوایل میں ہے اور اُن سے نکاح ناجایز ہونا سورہ کے اواخر میں ہے۔ تو یہہ دونوں باتیں ایک جگہ نہیں ہیں۔ اور نہ ان دونو میں علت معلول کا تعلق ہے۔

(۴) زینب آگے زید کی بیوی تھی۔ اب ماں ہو گئی (اُمہات صفحہ ۸ باب ۷۹)۔

جواب۔ ہاں صاحب بیشک آگے جورو تھی مگر اب اُسے ماں کا حق حاصل ہو گیا۔ مگر اسپر اعتراض کیا ہوا اعتراض ہے۔ تو اسبات پر کہ حضرت مریم ایک خدا (یسوع مسیح کی ماں اور ایک خدا کی (باپ) کی معاذ اللہ جورو۔ اور ہم بستر ہونے سے پہلے تیسرے خدا (روح القدس کی مہربانی سے) وہ حاملہ پائی گئی۔ یہہ سب واقعات تو انجیل کی رو سے ثابت ہیں۔ آپکو اس شرمناک پر تعجب نہوا۔ کہ یا تو مریم ہر خدا کی بیوی تھی یا اُسکا خداؤں کے ساتھہ کیا تعلق ہو گیا۔ اور حضرت زینب رضی کی نسبت یہہ اعتراض سوجھ گیا۔ اخوانا ایں کب تک دوسروں کے تنکے کو دیکھے گا اور اپنے شہتیر کی طرف خیال نہ کرے گا۔

اور زینب کا آنحضرت صلعم کی بہو ہونا بھی غلط ہے۔ اگر بہو ہوتی تو ضرور آنحضرت صلعم کے گھر میں جگہ پاتی۔ نہ علیحدہ زید کے کسی گھر میں۔ وہ رہتیں (اُمہات صفحہ ۸۷) پھر شرع اسلامی کے بموجب خسر سے بہو کو پردہ کرنا بھی جایز نہیں۔ لیکن تمہارے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ زینب آنحضرت صلعم سے پردہ کرتی تھی۔

(۵) اپنے بیٹے کی جورو سے عشق لگایا۔

جواب۔ یہہ بات عقل اور نقل دونوں کی رو سے غلط ہے۔ عقل کی رو سے تو اس لئے کہ قران یا کسی

حدیث صحیح سے ثابت نہیں اور عقلاً اس لئے کہ زینب حضرت رسول کریم ص کی پھوپھی کی بیٹی تھی۔
جس کو آپنے ہزار ہا دفعہ دیکھا تھا اور آپ ہی نے اُسکا نکاح زید کے ساتھہ کردیا۔ حالانکہ زینب اور
اسکے رشتہ دار پہلے سے آپکے ساتھہ نکاح ہونے میں خوش تھے۔ پس یہہ بیہودہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک
شخص جس کا پہلے بلا مزاحمت کسی عورت کے ساتھہ نکاح ہو سکتا ہو۔ مگر وہ الگ رہے اسقدر وقتوں سے
اسکے ساتھہ نکاح کرے۔ قرآن سے تو ثابت ہے کہ عشق تو ایک طرف آنحضرت ص دل سے زینب کے
ساتھہ نکاح کرنے کے ہی خواہاں نہ تھے جبھی تو آپنے فرمایا کہ امسك عليك زوجك واتق الله
مگر حضرت زینب کی مرضی بے شک ازواج مطہرات میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنے کی تھی اور
انہی کی مرضی اور دلجوئی اور تلافی کے لئے آنحضرت ص نے اُن سے نکاح کیا۔ اگر زینب کی مرضی
نہ ہوتی تو کبھی یہہ نکاح ہو ہی نہ سکتا تھا۔ اور عشق کا ہونا بالکل باطل ہے۔ اگر عشق ہوتا۔ تو ضرور
حضرت عایشہ رض سے حضرت زینب کے ساتھہ آنحضرت ص کی بسال عدسال جہینہ دس دن بھی التفات
زیادہ ہوتی۔ حالانکہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آنحضرت ص نے کبھی بھی زینب سے زیادہ التفات
کی ہو۔ بلکہ وفات شریف بھی آپکی حضرت عایشہ رض کے حجرہ میں ہوئی۔

ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ حضرت ص کو زینب کا عشق مطلق نہیں ہوا۔ بلکہ زینب
کی خواہش امہات المومنین میں داخل ہونیکی تھی اور حضرت نے اس خیال سے کہ میرے اصرار سے ساتھہ
اسکا نکاح ایک کم درجہ کے آدمی کے ساتھہ کیا جسکا نتیجہ حسب منشا ظاہر نہ ہوا تو اُسکا کنارہ
کرنا اسکو زیادہ رنج دینے کا موجب ہوگا۔ اس لئے آپ ص نے حضرت زینب سے نکاح کرلیا۔ اگرچہ
حضرت زینب رض کو اسوقت بھی بہت شوہر مل سکتے تھے۔ مگر بعض عورتیں فخر کی بہت
خواہاں ہوتی ہیں اُس نے ازواج النبی میں داخل ہونیکا فخر حاصل کرنا چاہا۔ اس لئے آنحضرت ص
نے بھی ملحوظ رکھکر اُسکی درخواست کو منظور فرمایا اور اُس سے نکاح کرلیا۔

---

[1] چونکہ حضرت عایشہ رض سب سے زیادہ عالم تھیں اور مسایل اسلام کی اشاعت و تعلیم سے آنحضرت ص کو
زیادہ مدد دیتی تھیں اس لئے اُنکے برابر حضرت کی نظر میں کوئی بھی بی بی نہیں ہوئی۔ اگر حضرت ص کے نزدیک کسی بات
کا عشق تھا تو صرف عایشہ رض کے ذاتی علم و فضل کا۔ نہ کہ حسن کا۔ حسن کا ہوتا تو ہمیشہ کے لئے حضرت زینب رض کی
طرف آنکی خاص توجہ منعطف ہوجاتی۔

(۴) حضرت کے منہ سے تو یہہ کہا کہ اپنی عورت اپنی پاس رکھ پر دل سے اس بات کے خواہاں تھے کہ کسی طرح وہ طلاق دیدے گویا منافقانہ کارروائی کرتے تھے۔

جواب یہہ روایت بالکل غلط اور واہی تباہی ہے۔ اگر سچ ہے تو بخاری یا مسلم یا موطا سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ سے قریب تر کی کتابیں ہیں دکھانا چاہئے یا کسی اور معتبر حدیث سے ثابت کرنا چاہئے۔ قرآن شریف سے تو اتنا ہی ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم بڑے زور اور دھمکی کے ساتھ یہہ کہتے رہے کہ امسک علیک زوجک واتق اللہ۔

جو لوگ تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ سے آنحضرت کے مکنون خاطر سے زینب کا عشق اور محبت مراد لیتے ہیں کیسا لغو اور واہیات ہے۔ ذی عقل آدمی اس سے عشق مراد نہیں لے سکتا۔ ایک شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا جب کہ اسکے مقتدر چال چلن کے تقدس پر فرض ہے کیا دنیا کے روبرو ظاہر کرتا کہ میں اسکا عشق دل میں چھپاتا تھا جو خدا نے ظاہر کر دیا یہہ کیسی لغو اور پوچ بات ہے۔

(۵) زید وفادار کی سادہ لوحی اور ناسمجھی سے ناواجب فائدہ اٹھایا۔ اور اس سے وہ کیا جو کوئی نہ کرے۔

جواب زید ہرگز سادہ لوح نہ تھا وہ کئی دفعہ علمبردار اور افسر فوج رہا ہے۔ یہاں تک ثابت ہوتا ہے وہ اول درجہ کی لیاقت رکھتا تھا۔ اور حضرت مسیح کے چیلوں سے تو وہ بہت دانا تھا۔ پس آپ کا یہہ لکھنا بالکل غلط ہے۔

ہاں تمہارے یسوع نے سادہ لوح حواریوں کی سادہ لوحی اور نافہمی سے بہت ناواجب فائدہ اٹھایا کہ ان کو آسمانی بادشاہت کا لالچ دلاتا رہا۔ اور تخت نشینی کا وعدہ دیتا رہا۔ ان سے اپنی مطلب برآری کرتا رہا لیکن آخرکار انکو اسی بےبسی اور بےکسی اور مفلسی کی حالت میں چھوڑ کر آپ عالم بالا پر جا براجا۔

(۶) ان تمام باتوں کو آپ کیا اور خدا کی طرف منسوب کیا۔

جواب یہہ تمہاری سرشت کی خوبی ہے ورنہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ کیا اپنی شریعت کے موافق کیا۔ متبنّی کی جورو کے ساتھ نکاح کرنا نہ تم توریت میں حرام دکھا سکتے ہو نہ انجیل میں۔ قرآن میں

پہلے ہی جائز ہو چکا تھا۔ پس اگر آنحضرت صلعم نے شریعت کے موافق ایک جائز کام کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کا اضطراب اور خدشہ دور کرنے کے لئے فرما دیا۔ کہ یہ سب امر میری مرضی کے خلاف نہیں اور اس لئے کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں۔ تو اس میں کیا قباحت ہوگی۔؟

انجیل میں پولوس کہتا ہے کہ پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے پر ناپاکوں کے لئے کچھ بھی پاک نہیں پولوس کا یہ مقولہ الہامی اور خدا کی طرف سے گنا جاتا ہے۔ اب ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ پولوس نے نہایت کفر کیا کہ الہی و اباحت مسئلہ کو خدا کی طرف منسوب کیا۔ جو شرائع سابقہ کے بالکل برخلاف ہے اور ایسا ہی مسیح کے احکام کی نسبت بھی مخالف پوری پوری بدظنی کر سکتا ہے۔ کہ وہ سب اس کے اپنے ہی طبع زاد احکام ہیں جو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔

(۷) آنحضرت صلعم نے بے نکاح و گواہ صحبت کی اور کہدیا کہ اللہ نے آسمان پر نکاح کر دیا اور جبریل شاہد ہے۔ گویا نکاح کا بھی انتظار نہ کیا۔ عشق ایسا دامنگیر ہوا۔

جواب یہ اعتراض وہ کر سکتا ہے جو بالکل پاگل ہو۔ کیا جو شخص اپنے لئے جتنے عذر چاہے گھڑ سکتا ہو آیات تصنیف کر سکتا ہو اس کی نسبت یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ عشق کی بیخودی میں مدت عدت یعنی دو تین ماہ کا تو انتظار کیا ہو اور نکاح کا جسے ایک آدھ گھنٹہ سے زیادہ عرصہ نہیں لگتا اس کا انتظار نہ کرے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ نکاح کی ضرورت نہیں وہ یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس میں عدت کی بھی ضرورت نہیں۔ پس اس روایت کا غلط ہونا بالبداہت ثابت ہے۔

یہ بات متعدد اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس نکاح کا ولیمہ نہایت عمدہ طور سے کیا۔ اور یہ دلیل اس بات کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حسب دستور بعد طلاق زید کے زینب رضہ سے نکاح کیا تھا۔ پس جن لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ آنحضرت صلعم بغیر نکاح کے زینب سے مقاربت کی تھی وہ سخت غلطی پر ہیں اور غالباً یہ خیال ان کے دل میں خود بخود کہاں پیدا ہوا ہے جب سے آسمانوں پر نکاح ہو جانے کا خیال سمجھا گیا تھا۔ مگر یہ دونوں خیال محض غلط ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں جگہ قرآن مجید میں بندوں کے افعال کو بسبب علت العلل ہونے کے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ فعل بندوں نے نہیں کئے۔ اگر

کسی روایت میں اللہ المزوج وجبریل شاهد اللہ نکاح کرنیوالا ہے اور جبریل شاہد ہے - آیا یہی ہو تو
یہہ آنحضرت صلعم نے اُس شخص کے جواب میں کہا ہوگا۔ جسنے اس نکاح کے عدم جواز کا اعتراض کیا ہوگا
یعنی یہہ امر آسمانی اور الہامی حکم کے موافق ہوا ہے کیونکہ اس سے پیشتر سورہ نساء میں یہہ حکم آچکا تھا
تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں نہ لے پالکوں کی۔
کسی کو متبنے کر لینے یا مُنہ سے بیٹا کہدینے سے درحقیقت وہ صلبی بیٹا نہیں ہوجاتا اور نہ
متبنے کرنیوالا حقیقی باپ ہوجاتا ہے۔ پس جو حکم کہ صلبی بیٹے کی زوجہ سے متعلق ہے وہ اُس کی
زوجہ سے متعلق نہیں ہوسکتا۔ یہہ رسم جو نفس الامر کے برخلاف عرب میں جاری تھی اُسکا معدوم
کرنا نہایت مناسب اور ضرور تھا۔ اور متبنے کو بیٹا پکارنے سے شبہہ پڑتا تھا کہ شاید وہ اس شخص کا
حقیقی بیٹا ہے۔ اس لیئے حکم ہوا کہ وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذالکم قولکم
بافواهکم واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل - ادعوهم
لاٰبائهم هو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اٰباءهم فاخوانکم
فی الدین وموالیکم ۔ سورہ احزاب رکوع اول۔

(۷) محمد صاحب نے خدا پر بہتان باندھا۔ زنا کیا اور اسکو حکم خدا بتلایا۔

جواب اوپر کے بیان سے ظاہر ہوگیا۔ کہ آنحضرت صلعم نے خدا پر کوئی بہتان نہیں باندھا
نہ زنا کیا بلکہ جو کچھہ آپ نے کیا شریعت ہی کے بموجب کیا۔ البتہ جیسا کہ منافقین کے اعتراض
کرنے پر اللہ تعالی نے بذریعہ وحی اس امر کا جواز پہلے ظاہر کیا۔ ورنہ حضرت صلعم نے نہ کوئی خدا
پر بہتان باندھا ہے۔ نہ زنا کیا۔ کیا مسیح ؑ نے سبت کی حرمت نہیں توڑی۔ اُن کے سامنے
اس کے یار لوگوں کے خوشے نہیں کہاتے رہے۔ پرائی انجیر کو کھانے نہ دوڑا تورات کے
برخلاف پاکوں کے لیئے سب کچھہ پاک نہ بتایا۔ پس خصم کہہ سکتا ہے۔ کہ مسیح ؑ نے خدا پر بہتان
باندھا۔ خدا کے محرمات کو حلال کر دیا اور اُس کو خدا کا حکم بتلایا ہے۔ خدا زنا سے فعل ثابت نہیں مگر
الزام کا تعجب ہے کہ ساتھہ ہی تم یہہ کہتے ہو کہ حکم خدا بتلایا اور پہر کہتے ہو کہ خدا پر بہتان باندھا
اگر خدا کے حکم کے موافق کوئی کام کیا تو خدا پر بہتان نہیں باندھا۔ اور اگر خدا پر بہتان باندھا ہے
تو وہ خدا کے حکم کے موافق نہیں ہونا چاہیئے۔ حالانکہ تم تسلیم کرتے ہو کہ اُسکو حکم خدا بتلایا۔ اگر قرآن کو

خدا کا کلام مان کر اعتراض کرتے ہو۔ تو جو کچھ یہ آنحضرت صلعم نے کیا۔ قرآن کے موافق کیا ہے۔ حکم خدا کے برخلاف کرنے کا الزام کیسا؟

شایق صاحب اگر آپ کو واقعی یقین ہے کہ قرآن شریف کی کوئی آیت کلام ربانی نہیں ہے بلکہ حضرت صلعم کی خود ساختہ ہے تو اس کے ثبوت کے لئے میں آپ کو سہل ترکیب بتاتا ہوں

جس سے بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا ۔ کہ آیا کلام ربانی اور احکام الہی تھے یا بناوٹی اور آنحضرت صلعم کے خود ساختہ ۔ وہ ترکیب یہ ہے کہ آپ اس آیت (واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ الخ) کا ترجمہ اردو لیکر کسی فصیح و بلیغ عربی دان عیسائی کو (خواہ ہندو ہو خواہ عیسائی) دیدیویں کہ اسکو عربی میں ترجمہ کرے ۔ اگر فصاحت ۔ بلاغت ۔ متانت اور سلامت اور زور کلام وغیرہ میں اس آیت کے برابر بن گیا ۔ تو میں بھی اسوقت مان لوں گا کہ یہہ آیات کلام الہی نہیں تھیں بلکہ آنحضرت صلعم کی خود ساختہ تھیں جو افتراءً خدا کی طرف منسوب کی گئیں لیکن اگر اس کلام کے برابر فصیح و بلیغ ترجمہ دنیا کے کسی عیسائی یا غیر عیسائی سے نہ ہو سکا ۔ تو پھر آپکو اسوقت ایمان لانا پڑے گا ۔ کہ یہہ آیات حضرت صلعم کی خود ساختہ نہیں تھیں ۔ بلکہ ربانی کلام تھیں ۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم امی محض تھے ۔ ساری عمر نہ کبھی لکھا نہ کسی مکتب میں بیٹھے نہ کسی سے علم حاصل کیا ۔ پس اس امی شخص کے کلام کے برابر آپ صلعم نے کسی آیت کا ترجمہ کرا دیا ۔ تو سمجھ لیا جائیگا کہ یہہ کلام ربانی نہیں نہیں تو دنیا روز سے چند عاقبت کار بخدا وند ۔ خدا سے ڈرو ۔ اور خدا کے سچے کلام پر ایمان لاؤ جس کی نظیر لانے سے دنیا عاجز ہے

آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۷۸ میں لکھتے ہیں کہ بس اتنی ہی ضرورت تھی ۔ ضرورت صرف اسکی تھی کہ حضرت صلعم بیٹے کی جورو سے عشق لگاویں اور اسکو طلاق دلوا کر جورو بنائیں ۔ اور خدا پر بہتان باندھیں اور بندوں کو گمراہ کریں اپنے خاص مولویوں کو نادم کریں ۔ اس گستاخی کا پورا جواب تو اللہ کے ہاں سے ملے گا ۔ گر ترکی بترکی جواب یہہ ہے کہ بس عیسائیوں کے خدا کو اسکی بھی کوئی ضرورت نہ تھی ۔ ضرورت تھی تو اسبات کی کہ دنیا میں صرف شراب کے مٹکے بنا دیں ۔ مد نشہ کی بیخودی میں اپنی ماں کو عورت تجھے مجھ سے کیا کام کہکر اسکی بیٹی ہی کی توہین کریں ۔ لوگوں کو

حضرت کی لونڈیاں

ماریہ قبطیہ

ماریہ قبطیہ کے حالات میں آپ نے مختلف تفاسیر سے مختلف روایات کی بھرمار کر دی ہے
اور قرآن شریف کی سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شان نزول ماریہ قبطیہ کا واقعہ بیان کیا ہے
مگر ہمارے خیال میں جب بخاری کی ایک صاف اور صحیح حدیث سورہ تحریم کی ابتدائی
آیات کی شان نزول میں موجود ہے تو ماریہ والی روایت اس کے مقابل کچھ وقعت نہیں
رکھتی۔ مفسرین اسلام کی تو عادت ہی ہے کہ ایک امر کے متعلق جس قدر روایات صحیح یا
ضعیف ان کو مل جاتی ہیں۔ ایک ساتھ بھرتی کر دیتے ہیں۔ لیکن یہ کام محققین کا ہے
کہ ان روایات کو ماخذ (یعنی قرآن و سنت) پر عرض کر کے صحیح یا غیر صحیح روایات کو جدا کریں۔
سو ہمارے یہاں تک خیال ہے۔ سورہ تحریم کی ابتدائی آیات کا شان نزول قصہ عسل ہے
جس کو بخاری اور مسلم اور دیگر جلیل القدر محدثین نے منقول کیا ہے۔ چونکہ یہ ممکن نہیں کہ
دو متوقع ان آیات کا شان نزول ہوں اس لئے ترجیح اسی واقعہ کو ہوگی جس کا ساتھ سنت
صحیحہ ثابتہ بھی دے۔ سو وہ قصہ تحریم عسل ہے جس کا واقعہ بخاری میں ان الفاظ میں لکھا ہے۔

عن عائشۃ رض کان رسول اللہ صلعم یشرب عسلاً عند زینب
بنت جحش و یمکث عندھا فواطیت انا و حفصۃ علی ایتنا
دخل علیھا فلیقل لہ اکلت مغافیر انی اجد منک ریح مغافیر قال
لا ولکن کنت اشرب عسلاً عند زینب بنت جحش فلن اعود
لہ وقد حلفت ولا تخبری بذالک الخ۔

بخاری میں حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم زینب کے
پاس کچھ دیر تک بیٹھا کرتے تھے اور وہ آپ کو شہد پلایا کرتیں۔ پس میں نے اور حفصہ نے اس بات پر

اتفاق کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس رسول خدا صلعم تشریف لائیں۔ وہ یوں کہدے کہ
آپنے مغافیر[1] کھائی ہے۔ آپ صلعم سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ نہیں میں نے
تو زینب کے پاس شہد پیا ہے (سو اگر ایسی ہی بو آتی ہے تو آگے میں کبھی نہ پیئوں گا۔ اور
میں قسم کھاتا ہوں اور تم نے اس بات کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ اسپر یہہ آیات اُتریں۔ کہ اے نبی
تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کی اللہ نے تجھپر تو اپنی بیویوں کی رضا مندی چاہتا ہے اور
اللہ غفور رحیم ہے۔ خدا نے تمپر (کفارہ ادا کرکے) نامناسب قسموں کا کھولنا روا کر دیا ہے
اور اللہ تمہارا مولےٰ ہے۔ اور وہی حکیم و علیم ہے۔

پس یہی اصل واقعہ ہے جسپر آیت تحریم نازل ہوئی۔ یعنی عورتوں کی رضامندی کے لئے
آنحضرت صلعم کا شہد کو ترک کر دینا اور اپنی بیوی کو اس ترک کی اطلاع دوسروں کو دینے سے
ممانعت کر دینی تاکہ یہہ بات اُس بی بی کے پاس امانت رہے جس کی خاطر شہد چھوڑ دیا
ہے اور عام طور پر یہہ بات پھیل کر اُمت کے لئے ترک شہد پر حجت نہ ہو جائے۔ چونکہ یہہ
بات آنحضرت صلعم نے راز کے طور پر اپنی بی بی سے کہی تھی اور اس کے ساتھ ایک اور بات[2]
بھی تھی جسکے اظہار کرنے سے دنیائے اسلام کے انتظام میں بڑا فرق آنے کا اندیشہ
تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس بی بی کے یہہ راز افشا کر دینے پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم
کو الہام سے اس واقعہ سے اطلاع دیدی اور قسم کا کفارہ ادا کرکے قسم کے کھولدینے کا حکم دیا۔
اس بھید کے ظاہر کر دینے پر عورتوں کو سخت تنبیہہ و تہدید کی۔

سورہ کی طرز بیان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ دوسری بات جو اُس بیوی نے ظاہر کر دی
کوئی بڑی قابل اخفا اور مہتم بالشان تھی۔ جس کی عام طور پر پھیلنے سے اسلامی سلطنت میں
سخت خلل پڑنے کا احتمال تھا۔ عسل یا ماریہ کی تحریم۔ ہرگز نہ تھی۔ کیونکہ ایک حرمت

---

[1] مغافیر ایک درخت کا گوند ہے جسے عرفط کہتے ہیں اسکی بو اچھی نہیں ہوتی۔ چونکہ شہد کی مکھیاں بعض وقت رہ بھی چوس لیتی
ہیں اسلئے شہد میں اسکی بو باقی رہ جاتی ہے۔ کچھ عجیب نہیں کہ اس شہد میں عرفط کی بو آتی ہے۔

[2] بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارت تہا کہ میرے بعد یہہ خلیفہ ہونگے۔ لیکن چونکہ اس راز کو افشا
سے کسی شخص کو کچھ دل شکنی اور انتظام میں فرق آنیکا اندیشہ تہا اسلئے اس راز کو افشا کرنے سے آنحضرت صلعم نے ممانعت کر دی۔

مباشرت ترک کر دینا۔ یا شہد کا اپنے اوپر حرام کر لینا۔ کوئی ایسی اہم باشان بات نہیں
جس پر عورتوں پر اتنا عتاب کیا جاتا۔ ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما
وان تظاهرا علیہ فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین
والملئکۃ بعد ذلک ظہیر۔ عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ
ازواجا خیرا منکن مسلمت مؤمنت قنتت تئبت عبدت
سئحت ثیبت وابکارا ۔ اگر تم دونو (حفصہ و عائشہ) خدا کی جناب میں
توبہ کرو تو تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ تم دونوں نے کجرائی اختیار کی ہے۔ اگر نبی کے خلاف
ایسی سازش نہیں کرو گی تو ان کا حامی اور مددگار اللہ ہے اور جبریل اور اچھے نیک مسلمان اور
اس کے بعد ملائکہ اسکے معاون ہیں۔ تو عجب ہے کہ اگر نبی تمکو طلاق دیدے۔ تو اسکا رب تم سے
بہتر بیویاں اسکو بدل دے جو فرمانبردار۔ ایماندار۔ خدا کے حضور میں گڑگڑانے والی۔ توبہ کرنے والیاں
عبادت گذار، روزہ دار۔ بیاہی اور کنواریاں ہوں۔

آیت تحریم کی اصلی تفسیر مطابق کتاب و سنت کر دی گئی۔ جس کے مقابل تفاسیر معترضین
کی عجیب و غریب اور مختلف و متضاد روایتیں محض ہیچ ہیں۔ اب صرف ایک اعتراض شاید
صاحب کا رہ گیا ہے یا سکا آنحضرت صلعم نے حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کیا اور پھر حرام کو حلال کیوں
کیا سو اسکے جواب میں یہ گذارش ہے کہ بعض بے پردہ بیویوں کیوجہ سے آپ نے شہد کے پینے پر
حلف کھائی۔ چونکہ آپ نے شہد کو ترک کرنے اور ترک پر قسم کھانے سے خواہ مخواہ ایک حلال چیز
حرام ہوئی باقی تھی۔ اللہ تعالی نے اپر تنبیہ کیا۔ تاکہ آپکا شہد کو چھوڑ بیٹھنا دنیائے اسلام
کے لئے حجت نہ ہو جائے۔ اور وہ بھی برا سمجھنے لگ جائیں۔ اس میں اعتراض کی کیا بات ہے
بسا اوقات ایک نبی یا ملہم سے کوئی غلطی یا خطا بشری ہو جاتی ہے لیکن اللہ تعالی معاً بذریعہ
وحی یا الہام اسے صواب و سداد کی جانب رہنمائی کر دیتا ہے۔ دیکھو رویائے مکاشفہ میں
پطرس کو ہر قسم کے جانور دکھائے گئے اور ان کے کھانے کے لئے اسے ہدایت کی گئی۔
پطرس نے کہا۔ کہ میں حرام چیز کو نہیں کھایا کرتا۔ جس پر اللہ تعالی نے فوراً پطرس کو متنبہ کیا۔ اور
کہا کہ حلال چیز کو حرام مت کہہ (اعمال ۱۰ باب ۹)۔

پھر منتوں کو توڑ دینی یا قایم رکھنے کی توریت میں بھی اجازت دی (دیکھو شمار
۳۰ باب ۱تا۱۶) حضرت مسیح نے پہلے ایک کام سے سخت انکار کیا اور پھر اپنی بات سے پھر کر
وہ کام کر لیا (متی ۱۵ باب ۲۳) عیسائیوں کا خدا خود بڑا عہد شکن ہے اور کہتا ہے کہ تم
میری عہد شکنی کو دیکھوگے (شمار ۱۴ باب ۳۴) اور حضرت [illegible]
پچھتایا بھی کرتا ہو (پیدایش ۶ باب ۶) بلکہ پچھتا پچھتا کر [illegible]
۶) اپنے نبیوں کو فریب بھی دیا کرتا ہے (یرمیاہ ۴ باب ۱۰) [illegible]
ایسے طریق سکھاتا ہے جو بہت برے اور ایسے احکام دیتا ہے [illegible]
مردہ ہو جائے۔ (حزقیل ۲۰ باب ۲۵) زناکار لڑکیوں کے لانے کی ہدایت کرتا ہے (ہوسیع ۱
باب) اپنے نبیوں کو گوہ کے ساتھ ملا کر روٹی کھانے کا حکم دیتا ہے (حزقیل ۴ باب [illegible])
اور کہاں تک گنواؤں فرصت کم ہے ورنہ یہی ساری توریت اور انجیل کا چربہ [illegible]
صاحب کے آگے دہر دیتا۔ ہاں اگر دوبارہ اطلاع دینگے ضرور توریت اور انجیل کی
قلعی کھولی جائے گی۔ وہ بذریعہ خط ضرور اطلاع دیں۔

باقی یہہ بات کہ آنحضرت صلعم کی عورات میں اس قسم کی باتیں کبھی وقوع میں کیوں آئیں
اسکا جواب یہہ ہے کہ وہ کوئی نبیہ یا فرشتہ نہیں تھیں۔ مقتضاے بشریت سے ان سے کبھی کبھی
ایسی ایسی باتیں ظہور میں آتی رہیں۔ مگر آہستہ آہستہ آنحضرت صلعم کی تعلیم و تربیت صحبت [illegible]
دبدبہ اور سطوت سے رو بہ اصلاح ہو کر آخر کار وہ بھی اعلی درجہ کی تہذیب کے ساتھ متصف
ہو گئیں۔

خدا کا شکر ہے کہ تاہم کسی نے حضرت سلیمان کی جوروؤں کی طرح اپنے نبی صلعم سے بت پرستی
نہیں کرائی۔ بلکہ آنحضرت صلعم کا دبدبہ اور وقار اور سیاست اسی قسم کی تھی کہ آنحضرت صلعم کے اخلاق سے
سب نے مستفیض ہو کر اخلاق ملکی سے حصہ پایا اور باوجود مختلف طبایع اور مختلف مزاج والی
عورات ہونے کے آنحضرت صلعم پر کوئی عورت اپنا اثر نہیں ڈال سکی۔ اتنی اور اس قسم کی عورتوں
میں اس قسم کا نباہ یہہ حضرت صلعم کی اعلے اخلاق اور سیاست کا نتیجہ تھا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

حضرت اُمّہانی

آپ نے جو اپنی اُمّہات کے صفحہ ۱۰۰-۱۴۳ اور ۱۹۱ وغیرہ میں آنحضرت صلعم کو بیہہ الزام دیا ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم کا اُمّہانی سے ناجایز تعلق تہا۔ سو بیہہ الزام اگرچہ ایسا ہے کہ اس جھوٹے افترا پر آپ پر نالش کرکے آپکو چند روز جیلخانہ کی سیر کرائی جاوے۔ لیکن اس جہت کی جزا صرف اُس احکم الحاکمین پر چھوڑکر اسقدر گذارش کیجاتی ہے۔ کہ صاحب آپنے کہاں سے یہہ معلوم کرلیا کہ آنحضرت صلعم کا اُمّہانی سے ناجایز تعلق تہا۔ آپ صلعم کی بعثت سے پیشتر آپ کی ساری قوم آپکے نیک چال چلن کی شاہد۔ امین وصادق آپ کا لقب۔ ہر مہم میں آپ قوم کے مرجع وماوے۔ راستباز آپ مشہور۔ حضرت ابوطالب کی وفات کے وقت آپکے چال چلن کی شہادت دیتی۔ حضرت خدیجہ رضہ آپ کا اعلیٰ چال چلن۔ دیانت۔ امانت۔ راستبازی دیکہکر آپ سے ہی نکاح ڈالتی۔ ایسے سید المطہرین وامام المعصومین کے چال چلن پر بدظنی کرنا اور بدچلنی کا داغ لگانا صرف آپکی عیسائی سرشت کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کی اعلیٰ چال چلن کی شہادت خود قرآن شریف سے بہی ثابت ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توکہدے۔ کہ فقد لبثت فیکم عمرًا من قبلہ کہ میں نبوت سے پیشتر تم میں ایک عمر رہ چکا ہوں۔ تم نے میرے چال چلن۔ راستبازی۔ عفت وعصمت کے برخلاف کوئی بات نہیں دیکھی۔ افلا تعقلون پھر بہی تمکو اتنی سمجھہ نہیں کہ ایسا پاک باطن۔ پاک چال چلن والا راستباز آدمی خدا پر افترا باندہیگا۔ جس شخص کا چال چلن مشتبہ ہو اور دال میں کالا ہو۔ وہ ان پرزور الفاظ میں کبھی قوم پر حجت پوری نہیں کرسکتا۔ کہ تم میرے سارے حال افعال واقوال اور چال ڈھال کو جانتے ہو۔ کیا تم پھر بہی نہیں سمجھتے۔ کہ میں صادق۔ امین۔ راستباز اور اعلیٰ چال چلن کا آدمی ہوں۔

یہہ تو آنحضرت صلعم کے چال چلن پر قرآنی شہادت ہے۔ لیکن احادیث صحیحہ میں جسقدر آنحضرت صلعم کی عفت وعصمت کی نسبت روایات وارد ہیں۔ اُن کو لکھا جائے تو صرف اسی کے لئے کتاب کفایت نہ کرسکے۔ الحال ہم اسی قدر بیان کرتے ہیں

کہ صاحب اول تو جو تم نے ام ہانی کی بابت روایت بیان کی ہے وہ کالوحی من السماء نہیں۔
اگر اسکو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تاہم آنحضرت صلعم پر الزام لگانے کی کوئی وجہ نہیں۔ آنحضرت صلعم نے
ام ہانی کو پیغام نکاح دیا۔ ام ہانی نے یہ جواب دیا کہ واللہ میں دوست رکھتی تھی تمکو جاہلیت
میں پس کیونکر نہ دوست رکھوں میں تمکو اسلام میں۔

ان الفاظ سے بدظنی سے یہ نتیجہ نکالنا۔ کہ ام ہانی اور آنحضرت صلعم کا جاہلیت میں
ناجائز تعلق تھا۔ سوائے اس شخص کے اور کسی کا کام نہیں جو اول درجہ کا بدباطن اور شیطان
سیرت اور ناپاک طبیعت ہو ورنہ ان الفاظ کا تو مطلب اتنا ہی ہے کہ میں جاہلیت میں بھی پسند
رکھتی تھی کہ میرا نکاح آپ سے ہو جائے اب کیونکر پسند کروں جب کہ آپکی بدولت اسلام کی سی
نعمت نصیب ہوئی۔ اس سے وہ مطلب سمجھ لینا جو آپ نے سمجھا ہے۔ حقیقت میں آپ ہی
کا کام ہے۔

اگر صرف انہی الفاظ سے یہ ناجائز تعلق مفہوم ہو سکتا ہے۔ تو اناجیل کے ان
بیانات کی نسبت کیا کہوگے۔ جہاں لکھا ہے کہ مسیح مرتھا کو اور اسکی بہن وغیرہ کو پیار کرتا
تھا (یوحنا ۱۱ باب ۵) اور باوجود مجرد ہونے کے اکثر اوقات فاحشہ عورتوں کے گھر چلا جایا کرتا
اور ان سے عطر ملواتا تھا۔ اور متی ۲۶ باب ۶-۹) اور مریم اور سوسنہ اور بہتیری اور
عورتیں جو مال سے اسکی خدمت کرتی تھیں وہ اس کے ساتھ پھرا کرتیں (یوحنا ۸ باب
۲-۳ (متی ۲۷ باب ۴) —

بہر حال اگر ام ہانی کے ان الفاظ سے آنحضرت صلعم پر صرف ظن ہو سکتا ہے تو تمہارے
خدا کے بیٹے کے چال اور چال سے نہ صرف ظن بلکہ یقین ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ناگفتنی حرکات
کا مرتکب ہوتا ہوگا۔ اور عشق بازی میں غلطان رہتا ہوگا اور یہ صرف ایک الزامی جواب ہے
ورنہ ہم حضرت مسیح اور حضرت رسول کریم صلعم دونوں کو یکساں اور مقدس چال چلن والا سمجھتے
ہیں۔ واقعی اگر آپ حضرت ام ہانی پر عاشق ہوتے۔ تو پھر اسکا کوئی عذر بھی تسلیم نہ کرتے
بلکہ جہانگیر بادشاہ کی طرح شادی پر اسے مجبور کرتے۔ لیکن آپ نے تو اسکا نحیف سا بال بچوں کا
عذر ایک دم منظور کر لیا۔ جس سے صرف ایک معمولی سی بات رہ جاتی ہے اور تم [illegible]

اور جب آنحضرت صلعم دوسرے وقت کے لئے امہانی سے نکاح کرتے تھے تو اُسوقت کیوں نہ فرمایا
کہ پہلے بچوں کا بندوبست ہو جائے تو پھر وہ نکاح کرلے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ آنحضرت صلعم فی الواقعہ
بچوں کی خبرگیری کے لئے تو تیار تھے۔ کیونکہ یہہ تو آپکو معلوم ہی تھا کہ اسکے بچے ہیں۔ اور پھر نکاح کی
درخواست کی تھی۔ مگر جب امہانی کے جواب سے معلوم ہوگیا کہ وہ اپنے اور اپنے ننھے ننھے بچوں کی
خبرگیری کرنے کے لائق نہیں رہی ہے۔ تو پھر آپ نے بھی کچھہ نہ فرمایا۔

حرمیں

اور حرموں کی نسبت آپکا اعتراض کرنا بالکل بیجا ہے۔ جب کہ انبیاء سابقہ کی کتابوں کی سنت سے
حرموں کا جواز ثابت ہے۔ تو اس امر پر آپکا اعتراض کرنا گویا اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔
استثناء ۲۰ باب ۱۴ میں عورتوں کو لوٹ لینے کا صاف حکم لکھا ہے۔ اور ۲۱ باب ۱۰-۱۴ میں اُن
اسیر عورتوں کو جو خوبصورت ہوں اپنے گھر میں لاکر انکا سر منڈوا کر ناخن کٹوا کر جورو بنا لینے کا صاف
حکم ہے۔ پھر اگر اس سے خوش نہ ہو تو جہاں اسکا جی چاہے نکل جانے کا حکم ہے۔ حضرت
سلیمان ۴ کے پاس ۳۰۰ حرم تھے جسکی تصریح بائبل میں ہے۔ خوشنودی حضرت مسیح ۴ کو بیان کیا جاتا ہے
حضرت ابراہیم ۴ وغیرہ انبیاء کے پاس بھی حرم موجود تھیں جو نکاحی بیاہی ہوئی کے علاوہ تھیں اور
انجیل میں بھی یہہ امر حرام نہیں ہوا۔ اب آپکا یہہ سارا اعتراض آپ ہی پر الٹ رہا ہے
فماھو جوابکم فھو جوابنا۔

لونڈی غلام بنانا

شاید صاحب آپ اچھی طرح یاد رکھیں کہ لونڈی غلام بنانا اسلام کی اختیار کی ہوئی رسم نہیں
ہے بلکہ حضرت موسیٰ کی شریعت میں لونڈی غلام بنانا جایز رہا۔ عرب وغیرہ ممالک میں لونڈی غلام

---

[1] حرموں کے انتخاب کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے۔ اُس کا جواب بھی یہاں آگیا۔

عام تھے۔ انجیل میں بھی لونڈی غلام بنانا منع نہیں کیا گیا بلکہ لونڈی غلاموں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں جس سے اس امر کی اباحت ثابت ہے۔ اسلام ایک راسخ شدہ رسم کو یک لخت اڑا نہیں سکتا تھا اسلام نے اس بارہ میں جو کچھ کیا سو یہہ کیا کہ انکی آزادی کی ہر طرح رغبت دی اور اسکو بے انتہا ثواب بیان فرمایا۔ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ فک رقبہ آیا ہے۔ اسیران جنگ کی نسبت بھی یہی وارد ہے فاما منّاً بعد واما فداء اسیری کے بعد یا تو احسان کرکے چھوڑ دیا جائے یا فدیہ۔ پاک کفارات میں لونڈی غلام آزاد کرنا مقدم رکھا گیا۔ اور ہر طرح انکی آزادی کا خیال کیا گیا تاکہ رفتہ رفتہ یہہ رسم یک لخت اٹھ جائے اور دنیا میں خود بخود اصلاح ہو جائے۔

لونڈی غلاموں کے حقوق کی نسبت یہہ فرمایا کہ العبید اخوانکم غلام تمہارے بھائی ہیں اور پھر کہ جیسا آپ کھاؤ ویسا ان کو کھلاؤ۔ جیسا آپ پہنو ویسا ان کو پہناؤ ان کی ہر طرح تربیت و تعلیم کرو۔ اور بھائیوں اور بہنوں کی طرح سلوک کرو۔ اب اسلام اس سے بڑھ کر کیا اصلاح کر سکتا تھا۔ لونڈی غلام بنانا اسلام کا جزو نہیں ہے۔ مگر جو اتفاقیہ لونڈی غلام ہوں انکو آزاد کرنا یا ان سے اچھا برتاؤ کرنے کا البتہ سخت تاکیدی حکم ہے۔

چنانچہ مسٹر باسورتھ سمتھ اپنی کتاب محمد اینڈ محمڈن ازم میں لکھتے ہیں کہ اب ہم یہہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ غلامی کی نسبت اسلام نے کیا کیا۔ چنانچہ اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ اس کے باب میں بھی ترقی کی جانب قدم بڑھایا گیا۔ بلکہ عورتوں کے باب میں جو قانون بنایا گیا اسکی نسبت غلامی کے معاملہ میں زیادہ ترقی کی گئی۔ بے شک محمد صلعم نے غلامی کو بالکل مٹا نہیں دیا۔ کیونکہ ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ایسا کرنا نہ تو مناسب ہی تھا اور نہ ممکن ہی تھا لیکن انہوں نے لوگوں کو غلاموں کے آزاد کرنے کی رغبت دلائی اور یہہ اصول قرار دیا کہ جو قیدی مسلمان ہو جائے وہ آزاد سمجھا جائے اور اس سے بھی زیادہ تر اہم بات یہہ کی کہ انہوں نے حکم دیا۔ کہ کوئی آزاد شدہ غلام اس سبب سے کہ اس نے محنت مشقت سے ایک دیانتداری اور عزت کی زندگی بسر کی ہے ذلیل نہ سمجھا جائے اور انکی نسبت جو غلامی کی حالت میں ہوں یہہ حکم دیا کہ ان کے ساتھ مہربانی اور ملایمت سے برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اخیر الوداعی خطبہ میں جو اپنی وفات سے ایک سال پیشتر مقام منا پر پڑھا تھا کہا کہ اے مسلمانو! تم غلاموں کو ویسا ہی کھانا کھلاؤ

جیسا کہ تم خود کھاتے ہو ویسا ہی اور ویسا ہی کپڑا پہنا ؤ جیسا کہ تم خود پہنتے ہو۔ کیونکہ وہ بھی خدا کی بندی ہیں انکو ستانا نہیں چاہیئے۔ پس ایک غلام جو قوانین اسلام کے بموجب اعلیٰ درجہ کے احکام مذہبی کی حفاظت میں ہو وہ اُن معنوں کے لحاظ سے جو لفظ غلام کے اس زمانہ میں سمجھے جاتے ہیں غلام نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ یہہ امر قابل لحاظ ہے کہ وہ لفظ جسکا ترجمہ غلام ہے قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ جو جملہ قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہے وہ یہہ ہے وہ جو تمہارے داہنے ہاتھ کے قبضہ میں ہیں جس کے معنے صرف یہہ ہیں کہ جو ایک واجب طور کی لڑائی میں قید ہو کر آئے ہوں۔ اور اس طرح پر اپنی آزادی سے محروم ہو گئے ہوں۔ ایسے قیدی اگر مسلمان ہو جاتے تھے تو انکی نسبت یہہ حکم تہا کہ آزاد کر دیئے جائیں۔ لیکن اگر اپنے مذہب پر قایم رہتے تھے تو آپکا حکم اپنے معتقدوں کے لئے یہہ تہا کہ پھر بھی تم اُنہیں اپنا بہائی سمجھو اُنہوں نے فرمایا کہ جو مالک اپنے غلام سے مہربانی کرے وہ مقبول خدا ہوگا اور جو اپنے اختیار کو بُری طور پر استعمال میں لائے یعنی غلام کو ستائے وہ داخل بہشت نہوگا۔ ایک مسلمان نے اُن سے سوال کیا کہ جو میرا غلام مجھے ناراض کرے اُسے کتنی بار مجھے معاف کر دینا چاہیئے۔ نبی عربی نے جواب دیا۔ ایک روز میں ستر دفعہ محمد صلعم نے ایک نیم شائستہ ریاست کے سردار کی طرح قیدی عورتوں کو حرم بنانا جایز رکہا۔ لیکن وہ عورت جس کی اسطرح پر اولاد ہو جائے اسکی نسبت یہہ حکم دیا کہ وہ اولاد سے جدا نہ کی جائے اور نہ وہ پھر بیچی جائے بلکہ مالک کے مر جانے کی حالت میں آزاد سمجھی جائے۔ یہہ رحیمانہ قوانین جیسے کہ اُمید کی جا سکتی ہے قوانین شریعت موسوی کے موافق ہے۔ لیکن بہت سی باتوں کے لحاظ سے اُن سے بہتر ہیں۔ بلکہ ایسے ہیں کہ کسی یوروپین یا امریکن بردہ فروش سلطنت نے اپنے مجموعہ قوانین میں اُسوقت تک مندرج نہیں کئے تھے جب کہ عیسائیت کی موج نے (انسانیت و شائستگی کی موج لکھتے تو معقول ہوتا) غلامی کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ مثلاً ایک یہودی قوم کا آدمی جب غلام ہو جاتا تہا اسکی نسبت شریعت موسوی کا یہہ حکم تہا کہ جب وہ اپنی غلامی کا زمانہ پورا کر لے۔ تو آزاد سمجھا جائے۔ لیکن وہ عورت جس سے اسکے مالک نے اسکی شادی کر دی ہو مع بال بچوں کے اس سے جدا کر لی جائے۔ اور غلامی میں رہیں۔ جو مسلمان مالک اپنے غلام

پر بے وجہ خفا ہوا ہو واجب ہے کہ اسکو فوراً آزاد کردے - مگر بخلاف اسکے اگر کوئی یہودی اپنے
غلام کو یہانتک ستائے - کہ اسکو جان سے مارڈالے تو اسکے لئے ایک سزا کا حکم تہا لیکن اگر وہ اپنی سزا
کی حالت میں ایک یا دو دن تک زندہ رہے تو بالکل چھوڑ دیا جائے - جیسا کہ انجیل کے انگریزی ترجمہ
میں خوفناک سخت الفاظ میں اس مطلب کو یوں ادا کیا گیا - کہ غلام اپنے مالک کا روپیہ ہے
یعنی جس طرح چاہے اُسے استعمال کرے - امریکہ کی ان سلطنتوں میں جس میں غلامی جایز تہی
غلام کو کوئی قانونی حق حاصل نہ تہا - اگر کوئی مالک اپنی لونڈیوں سے نیک برتاؤ کرتا تہا تو یہہ صرف
اسکی انسانیت سمجھی جاتی تھی - نہ کہ اسلام کی طرح کہ اسکی (یعنی مالک کی) نہایت عروج کی حالت
میں بھی عدالت کو جائز تھا کہ اسکو غلام پر مہربانی کرنیکے لئے مجبور کر سکے - تمام انسانوں کا خدا کی
نظر میں برابر ہونا ایک ایسا اصول تہا جسپر محمد صلعم نے ہر ایک مقام پر زور دیا ہے اور اس طرح
پر چونکہ یہہ اصول غلامی کی نسبت ذات وغیرہ کے خیال کو بالکل شکست دیتا تہا - اس لئے غلامی
کی ذلت کو بھی رفع کر دیا - محمد صلعم کے نزدیک محنت کرنا ذلت کا موجب نہ تہا اور ملک عرب کی
رسم غلامی اگرچہ اصولاً ہمیشہ برا کہنے کے لایق ہے لیکن اسکی وجہ سے غلامی ایک زیادہ تر مستحکم
اور زیادہ مستقل تعلق ہوگیا - جو کہ بمقابلہ دوسرے لوگوں سے خدمت لینے کے اُس طریقہ سے جو اُن
ملکوں میں جاری تہا کچھہ زیادہ برا نہیں کہا جا سکتا -

پہر یہی صاحب لکھتے ہیں کہ شاید یہہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیت
اور غلامی ایک دن کے لئے بہی کس طرح اکٹھی ٹھہریں لیکن ہمکو تو حقایق سے بحث ہے اور یہہ
امر محقق ہے کہ غلامی بیشک عیسائیت کے ساتھہ ساتھہ رہی ہے بلکہ اُسنے عیسائیت
کے زیر حمایت جایز ہونیکا دعوے اس انیسویں صدی تک بہی کیا ہے - اور یہہ کہ انجیل میں بیشک
کوئی صریح ممانعت غلامی کی نہیں ہے بلکہ برخلاف اسکے اُس میں غلامی کو بطور ایک موجودہ رسم
کے تسلیم کیا گیا - اور پولوس نے مالکوں کے ساتھہ نوکروں کے فرایض کو (جنکو اُسنے غلاموں کے لفظ
تمام سے مخاطب کیا ہے) ایسی ہی صراحت سے بیان کیا ہے جیسے کہ مالکوں کے فرایض کو
اُن کے ساتھہ - پس اسلام کی فضیلت اور مذاہب پر اس معاملہ میں بہی ایسی ہی
ثابت ہے جیسی کہ اور معاملات میں اب بمقابلہ اس عالی قدر مصنف کے شایق صاحب

شور وغوغا نہیں معلوم کس وقعت کے لایق ہے؟

مسئلہ طلاق

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب اپنی اُمّہات کے صفحہ ۴۲۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ طلاق و کثرت ازدواجی لازم ملزوم ہیں۔ اس کا جواب ہم پہلے بیان کر چکے کہ منطقی صاحب کی یہ منطق بالکل غلط ہے۔ کثرت ازدواجی اور طلاق میں کوئی تلازم نہیں ہے ورنہ وہ خود بھی مانتے ہیں کہ عہد عتیق سے پیشتر کثرت ازدواجی کا رواج تو تھا۔ پر طلاق کی اجازت صرف یہودیوں کو انکی سخت دلی کی وجہ سے دی گئی ہے۔ پہلے طلاق نہ تھی۔ پس انکا تلازم ایسا اڑ گیا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

ہاں خداوند مسیح کے قول پر اُن کو فخر ہے کہ اُنہوں نے کثرت ازدواجی کو حرام ٹھیرا کر طلاق کو اُڑایا۔ مگر یہ بھی بالکل غلط ہے۔ نہ تو حضرت مسیح نے کثرت ازدواجی کو اُٹھایا۔ اور نہ ہی طلاق کو کلیۃً منع کیا۔ جب زنا کی وجہ سے عورت کو طلاق دی جا سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ سخت درجہ کی نااتفاقی اور کمال نشوز و اعراض کی حالت میں جس میں زن و شوہر ایکدوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔ طلاق نہ دی جاسکے بلکہ یہ دوسری حالت میں زیادہ ضروری معلوم ہوتی ہے۔ پس جس مذہب میں کمال نااتفاقی کی حالت میں مرض لاعلاج کا آخری علاج یعنی قطع تعلق (طلاق) نہیں ہے وہ مذہب ہی ناقص اور اسکے پیروؤں کا گھمنڈ بھی فضول ہے۔

میں حیران ہوں کہ جب عہد عتیق میں کثرت ازدواجی حلال و مشروع تھی۔ طلاق بھی حلال و مباح تھی تو پھر اسلام پر آپکو اعتراض کیوں ہے۔؟ کیا عہد عتیق کا خدا کوئی اور تھا اور قرآن شریف کا کوئی اور شرایع میں جزوی اصلاحات تو ممکن ہیں مگر شریعتیں یک لخت نہیں اُٹھایا کرتیں اس لئے ہمارے رسول کریم صلعم نے ان رسوم میں مناسب اور قابل تعریف اصلاح تو کر دی۔ مگر یک لخت اُٹھا دینا حکمت و مصلحت کے خلاف تھا۔

اسلام نے وہی کیا ہے جیسا کہ عقل چاہتی ہے ۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ عام حالتوں میں تو بیوی ایک ہی ہو ۔ مگر چونکہ اشد ضرورتوں اور قدرتی مجبوریوں کی وجہ سے بعض دفعہ انسان دوسری یا تیسری بیوی کے کرنے کے لئے بھی مضطر ہو جاتا ہے اس لئے ایک حد تک کثرت ازدواج کی بھی اجازت دی جائے ۔ سو اسلام نے ایسا ہی کیا ہے اور یہ وہ بات ہے ۔ کہ دوسری قومیں بھی پھر پھرا کر اسی بات کی طرف جھکتی ہیں ۔

پھر چونکہ زناشوئی کا تعلق محض باہمی محبت ۔ خلوص اور پیار پر موقوف ہے اور جیسا کہ تمام قوموں میں دیکھا جاتا ہے ۔ کئی دفعہ مرد و عورت میں نااتفاقی بھی ممکن ہے ۔ اور ایسی نااتفاقی بھی جس کا علاج ممکن ہی نہیں اس لئے ضرور ہے کہ شریعت الٰہی بطور علاج ایک مرض لا علاج کے قطع تعلق کی بھی اجازت دے تاکہ اس قسم کی مشکلات اور تکلیفات کے وقت بعوض اس کے کہ مرد اور عورت ضیق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسرے کی ہلاکت کے خواہاں ہوں اور باہمی مفارقت ہو کر مرد و عورت دونوں بدکاری پر مجبور رہیں ۔ ان کا تعلق قطع کرا دیا جائے تاکہ مرد اپنا بندوبست کر لے اور عورت اپنا ۔

عیسائی قوم میں زنا کی حالت میں تو طلاق ہے جس میں ذرا بھی حکیمانہ عقل نہیں برتی گئی ۔ مگر کمال نشوز و اعراض کی حالت میں طلاق بالکل نہیں جس کا نتیجہ تمام عیسائیوں کو معلوم ہے ۔ کہ سینکڑوں[1] مرد و زن بوجہ بے اتفاقی کے سخت ضیق اور مصیبت کی حالت میں ہیں ۔ مرد کہیں ۔ عورت کہیں ۔ نیا نکاح کر نہیں سکتے باہمی نباہ ہو نہیں سکتا ۔ سوائے اس کے کہ بدکاری کی طرف جھکیں اور کوئی سبیل ہی نہیں سکتی ۔

قرآن شریف نے مسئلہ طلاق کے بارہ میں وہ حکیمانہ طریق اختیار کیا ہے جس سے بڑھ کر کسی انسان کے خیال میں نہیں ۔ قرآن شریف کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ کتاب الٰہی کا بڑا رجحان اسی طرف ہے ۔ کہ طلاق نہ دی جائے اور اس فعل سے سخت اجتناب کیا جائے ۔ چنانچہ ہمارے رسول کریم صلعم نے بھی بہت سی احادیث میں طلاق کو ناپسند فرمایا ہے ۔

[1] عیسائی قوم بھی مجبور ہو کر آخر اسلامی طلاق کی طرف جھکتی جاتی ہے ۔ [illegible] صاحب کا قول نقل کیا گیا ۔

اور بلا ضرورت طلاق کو تو ابغض المباحات اور خدا کا غصہ ملانے والی چیز ارشاد کیا ہی۔ غرضکہ شریعت اسلامی میں طلاق نہایت ناپسندیدہ بات ہے۔ لیکن اگر مرد کو مطلقاً اسکا اختیار نہ دیا جاتا تو بعض صورتوں میں بڑے بڑے فسادات کا احتمال تھا۔ جیسا کہ دوسری قوموں میں دیکھا جاتا ہے کہ اُن کے مذہب میں طلاق نہیں مگر بہ مجبوری اُن کو اسلامی قاعدے کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اسلام نے طلاق جایز رکھی ہے مگر بڑے مضایقے اور احتیاط کے ساتھ کہ حتی الامکان طلاق کی نوبت نہ آئے۔ اور آئے تو زن و شوہر میں کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔ اولاً حیض کے دنوں میں طلاق کا دینا منع ہے۔ اس میں مصلحت یہہ ہے کہ ان دنوں میں میاں بی بی چار و ناچار ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں عجب نہیں کہ یہہ علیحدگی طلاق کی محرک ہو۔ تو جس کو طلاق دیتی ہو۔ ضرور ہے کہ عورت نہا[1] دھو چکی ہو۔ جس سے ظاہر ہو جائیگا۔ کہ داعیہ طلاق قوی ہے۔ پھر طلاق کی عدت ہے اس میں ایک تو نسب کی احتیاط ہے کہ عدت کی مدت میں متواتر تین بار عورت کو دن آجائیں گے تو اچھی طرح اطمینان ہو جائیگا۔ کہ حمل سے نہیں ہے عورت حمل سے ہو تو اسکی عدت وضع حمل تک ہی۔ علاوہ اسکے عدت میں مرد و عورت کو اچھا موقع مل سکتا ہو کہ پھر ملاپ کریں اور مرد اپنی طلاق کو واپس لے جسکو اصطلاح شرع میں رجوع اور رجعت کہتے ہیں۔ پھر طلاق میں اسکا بھی لحاظ ہے کہ بے فایدہ اور بلا ضرورت عورت کا وقت عدت میں ضایع نہ ہو اسکو جلدی عدت پوری کرنے کا موقعہ دیا جائے۔ دو طلاقوں میں رجوع ہو سکتا ہے لیکن تیسری طلاق کے بعد مرد و عورت میں دائمی مفارقت ہو جاتی ہے اور سوا اس شخص کے جس نے دائمی جدائی کی ٹھان لی ہو تیسری طلاق کوئی غیرت مند دے نہیں سکتا۔

جب نااتفاقی کی صورت پیدا ہو تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ پہلے نااتفاقی کے رفع کرنے کی حتے الامکان سعی کی جائے۔ عورت کو تنبیہ و تہدید کرکے اسکی سرکشی کی اصلاح کی جائے۔ عورت کی سرکشی اور کجی اور بد سلوکی پر یہہ بھی فرمایا کہ **عسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً**۔ شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور خدا نے اُس میں بہت بہتری رکھی ہو یعنی صاحب اولاد ہو جائے یا اُس میں کچھہ اور خوبی کی بات پائی جائے۔ پس حتے الامکان قطع تعلق نہیں کرنا چاہئے

[1] یہہ اسلئے ہو کہ شاید ان دنوں میں پھر صفائی ہو جائے اور طلاق کی نوبت نہ آسکے۔

ہاں جب کوئی حیلہ کوئی چارہ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکے تو آخری علاج طلاق اور قطع تعلق بنایا گیا اور یہ عین حکمت کے موافق ہے کیونکہ اتفاق اور محبت کی حالت میں تو کوئی طلاق دیتا ہی نہیں اور جب پرلے درجہ کی نااتفاقی اور عداوت اور مخالفت پیدا ہو جائے تو پھر قطع تعلق اس سے بہت بہتر ہے کہ دونوں ایک جگہ رہکر ضیق کی حالت میں بسر کریں اور ایک دوسری کی ہلاکت کے خواہاں ہوں۔

اب ہم قرآن شریف کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جس سے طلاق کی بابت جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے سب کی تصدیق ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان اللہ کان علیا کبیرا۔ وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما ان اللہ کان علیما خبیرا۔ اور جن عورتوں کی سرکشی اور نافرمانی سے تم ڈرتے ہو۔ اُن کو پہلے سمجھاؤ پھر خوابگاہوں میں اُن سے جدا رہو۔ پھر اُن کو مار کر تنبیہ کرو۔ سو اگر تمہاری فرمانبردار ہو جائیں تو تم بھی کوئی الزام کی راہ اور طلاق کا حیلہ نہ ڈھونڈو اور عورت سے بے پرواہی نہ جتلاؤ۔ کیونکہ بزرگ اور بلند تو اللہ ہی ہے بلکہ عورتوں سے سلوک اور صفائی کرو۔ پھر اگر اے لوگو تمکو میاں بیوی کی سخت مخالفت و عداوت کا اندیشہ ہے۔ تو ایک منصف میاں کی طرف سے مقرر کرو ایک بیوی کی طرف سے اگر منصف کوشش کرینگے تو خدا اصلاح کی توفیق دیگا۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

پھر فرمایا۔ للذین یؤلون من نساءھم تربص اربعۃ اشھر فان فاؤ فان اللہ غفور رحیم۔ وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء۔ الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن فلا تعضلوھن ان

...ن ازواجھن واتقوا اللہ ربکم لاتخرجوھن ولایخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف ولایحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب ذالک امر اللہ انزلہ الیکم ومن یتق اللہ یکفر عنہ سیاٰتہ ویعظم لہ اجراً۔ ترجمہ جو لوگ اپنی بیویوں سے جدا ہونے کے لئے قسم کھالیں وہ طلاق دینے میں جلدی نہ کریں بلکہ چار مہینے کا انتظار کریں سو اگر وہ اپنے اس ارادہ سے باز آجاویں تو خدا کو غفور رحیم پائیں گے اور وہ ماسبق کی زیادتیوں کو معاف کر دیگا۔ مرد کی طرف سے ہوں یا عورت کی طرف سے بشرطیکہ آئندہ حالت کی اصلاح کریں اور حسن سلوک سے برتاؤ کریں اور اگر طلاق دینے پر پکا ارادہ کریں تو سن رکھیں کہ خدا سمیع و علیم ہے۔ (اگر ناحق طلاق دی گئی ہو تو عورت کی فریاد کو سنکر مرد سے بازپرس کرے گا) اور چاہئے کہ جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ رجوع کی امید کے لئے تین حیض تک انتظار کریں اور ان تین حیضوں میں جو قریباً تین مہینے ہیں سہ دفعہ طلاق ہو گی۔ یعنی ہر ایک حیض کے بعد حالت طہر میں خاوند عورت کو طلاق دے۔ حالت حیض میں نہ دے کہ وہ نفرت کا وقت ہے۔ طہر کا انتظار کرنا چاہئے تا شاید موافقت ہو جائے۔ اور جب تیسرا مہینہ آوے تو خاوند کو آگاہ ہو جانا چاہئے کہ اب یا تو طلاق سے رک جاوے اور عورت کو حسن معاشرت کے ساتھ اپنے گھر آباد کرے یا احسان اور حسن سلوک کے ساتھ ہمیشہ کے لئے عورت کو رخصت کرے۔ اور اگر تیسری طلاق جو تیسرے حیض کے بعد آتی ہے وہ دے تو اب یہ عورت اس کی نہیں رہی اور ایسی جدائی ہو گی۔ تاوقتیکہ وہ دوسرا خاوند نہ کرے[1] اور وہ مرضی سے نہ چھوڑ دے۔ اور ایسے شخص کی سزا یہی ہے[2] جو باوجودیکہ جابجا انتظار رجوع کے اور وقت ملنے کے نہ سمجھے اور جب تم

---

[1] مسئلہ مشہور حسب ہیں مطلقہ بہ طلاق ثلثہ کے لئے یہ حیلہ کیا جاتا ہے کہ ایک رات کے لئے کسی سے فقط وغیرہ سے نکاح پڑھ کر طلاق دلوائی جاتی ہے۔ مطلقاً حرام ہے۔ رسول اللہ صلعم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

[2] یہ ایک بھاری غیرت اور تنبیہ ہے طلاق سے بچنے کے لئے کوئی بڑا ہی بے غیرت ہو گا جو اس سزا کو روا رکھے سو اس شخص کے جو ایسا تنگ آگیا ہے کہ اس نے عورت سے دائمی جدائی ٹھان لی ہے۔

عورتوں کو طلاق دو اور اُنکی عدت مذکورہ گذر جائے (یعنی تین حیض کے بعد تین طلاقیں ہو چکیں
عدت بھی گذر جائے) تو وہ عورتیں تمہاری نہیں رہیں اُنکو خانہ کرنے سے مت روکو اور خدا
سے جو تمہارا رب ہے ڈرو - اور اُن کو عدت کے دنوں میں گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں
مصالحت و اتفاق کے لئے ایک موقعہ ہے) مگر یہہ کہ اُن سے کوئی علانیہ بدکاری ظاہر
ہو اور جب انکی مدت عدت گذر جائے تو یا تو اُن کو خوش سلوکی کے ساتھ رکھو یا احسان کے
ساتھ چھوڑ دو اور تمکو یہہ جایز نہیں کہ جو مال طلاق سے پہلے عورت کو دیا تہا واپس لے لو اور جو
کوئی ان معاملات میں خدا سے ڈرے گا (کیونکہ زن و مرد کے معاملات پرائیویٹلی ہیں اور
پرائیویٹ معاملات میں خدا کا خوف ہی بدمعاملگیوں سے روک سکتا ہے) تو خدا اسکو
مشکلات سے رہائی دیگا اور اُسکو وہاں سے روزی دیگا جہاں سے اُسکو وہم تک
نہیں ہوگا - یہہ اللہ کا حکم ہے جو اُسنے تمپر نازل فرمایا - اور جو اللہ سے ڈرے گا اور طلاق نہ
دیگا -) خدا اُسکے گناہ معاف کردیگا اور اُسکو بہت بڑا ثواب عطا فرمائیگا -

طلاق کے متعلق یہہ احکام الٰہی ہیں جو اوپر بیان کردیئے گئے اور جنسے زیادہ بہتر
اور احسن اور حکیمانہ ہو نہیں سکتے - اسپر تعجب ہے کہ شائق صاحب یا کوئی [illegible] غیر مذہب اعتراض
کرے - حق بات یہہ ہے کہ اسلام کی یہہ اعلیٰ و افضل تعلیم جب [illegible] عیسائیوں کے دلوں میں
کھٹکتی ہے اور حسد اور عداوت پر برانگیختہ کرتی ہے - [illegible] تعلیم کا نقشہ
سامنے آتا ہے تو وہ سوائے اسکے کہ [illegible] خوبیوں کو نقص [illegible] اور [illegible]
اور کچھہ نہیں کر سکتے اپنے مذہب میں تو کوئی خوبی نہیں جو بیان کریں - [illegible] ان کا
انہی باتوں پر ہے کہ [illegible] کے محاسن کو مسخ و مسخ کرکے قبائح کی شکل میں دکھائیں اور اپنے
اوپر اعتراض ہونے سے نجات پائیں - فتفکروا یا اولی الالباب -

ئہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے جو حضرت امام حسن کی بے قاعدہ کثرت ازدواج کا ذکر کیا ہے (امہات صفحہ ۳۷) یہہ
کوئی وحی الٰہی نہیں جسکو ہم خواہ مخواہ مان لیں نہ قرآن میں نہ احادیث صحیحہ میں اسکا ذکر کہیں آیا ہے لیس سید وزیر حسین
یا کسی غیر کے کہنے سے ہم کسطرح مان لیں - ہمارے خیال میں تو محال معلوم ہوتا ہے کہ ایک مقدس امام کلام ربانی کو یوں
کھیل بنا لے [illegible] بعض مورخوں کی [illegible] مجبور [illegible] کوئی ایک نکاح کئے ہوں جنکو
قصہ خوانوں اور [illegible] نے بڑہا دیا ہو اگر بفرض محال [illegible] مان بھی لیں کہ امام حسن نے ایسا کیا - تو انکی
غلطی سے اصل مسئلہ پر اعتراض وارد نہیں ہوسکتا -

متعہ

مصنف امہات اپنی کتاب کے صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ عورات کی نسبت صرف اسی قدر کارروائی اسلام کی شریعت میں ہوتی تو صبر بھی کیا جاتا۔ حضرت کی شریعت میں متعہ بھی حلال ہے۔ جو صریح زندگی بازی ہے۔

اسکے جواب میں اسی قدر لکھا دینا کافی ہے کہ متعہ اسلام میں ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اگر متعہ اسلام میں ہوتا تو جس طرح نکاح اور طلاق کے مسائل و احکام کتب فقہ میں موجود ہیں ضرور متعہ کے احکام بھی ہوتے۔ لیکن آپ کسی فقہ کی کتاب میں متعہ کے احکام و مسائل دکھا نہیں سکتے جس سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ متعہ اسلام میں حرام ہے

جس قدر روایات مختلفہ آپنے متعہ کی بابت نقل کی ہیں وہ بخاری اور مسلم کی اس متفق علیہ حدیث کے مقابل کچھ بھی وزن نہیں رکھتیں جو حضرت علی رضہ سے منقول ہے۔ کہ آنحضرت نے خیبر کے دن گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ سے منع کر دیا۔ پس جبکہ رسول خدا صلعم نے خود متعہ کو منع کر دیا تو حضرت ابو بکر یا حضرت عمر رضہ کی نسبت متعہ کی حرمت وغیرہ منسوب کرنا صریح غلطی ہے اور آپکا بھی صفحہ ۲۸ میں یہہ لکھنا کہ متعہ کبھی حرام نہیں ہوا۔ بالکل مغالطہ ہے۔

متعہ حضرت رسول صلعم نے ہرگز جایز نہیں کیا۔ آنحضرت صلعم سے پیشتر ہی نکاح موقت عرب میں جاری تھا۔ مختلف روایات اور مختلف بیانات سے بقدر مشترک اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنگوں یا سفروں میں جب صحابہ رضہ تشریف لیگئے اور وہاں ایک عرصہ تک ٹھیرنا پڑا۔ تو حرام سے بچنے کے لیئے رسم عرب کے دستور کے موافق کسی عورت سے نکاح موقت کرلیا۔ سفر سے واپس آئے تو اُسے چھوڑ آئے۔ چونکہ عرب کی یہ رسم قدیم تھی اور قرآن شریف میں بالحال اُسکی بابت کوئی حکم صریح نہیں آیا تھا اور نیز یہ بھی آخر نکاح ہی گو موقت ہی سہی۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے بھی چند ایک بار نکاح موقت کی اجازت دیدی۔ جب قرآن شریف میں نکاح اور طلاق کے احکام مکمل ہوگئے اور متعہ کی بابت کوئی حکم نازل نہ ہوا تو آپنے تفہیم الہی سے خیبر کے دن ہمیشہ کے لئے نکاح متعہ حرام کر دیا یہہ ساری نکاح متعہ کی اصلیت ہے۔ باقی یہہ امر کہ آنحضرت صلعم نے شروع ہی سے اس رسم کو کیوں نہ منع کیا؟ اور بعض مواقع پر اُسکی

اجازت کیوں دی؟ اسکا جواب یہہ ہے کہ مصلح اور ریفارمر کسی ملک کی رسوم و عادات کو آہستہ آہستہ رفع کرتا ہے۔ یہہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک دفعہ ہی سب رسوم و بدعات قبیحہ کی مخالفت کر کے اپنے تئیں معرض خطر میں ڈالے۔ چنانچہ شراب وغیرہ اسی طرح حرام ہوا ہے۔ پہلے یہہ حکم دیا کہ لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکارٰی شراب کو کم کیا اور جب اسکا اثر کم ہوا تو یہ سخت حکم دیدیا کہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس۔

متعہ کی بابت بے شمار مختلف روایات ہونے کا موجب صرف شیعہ لوگ ہیں جو ہمیشہ اہل سنت جماعت کی ضد میں اور حضرت عمر خطاب رضی کو الزام دینے کی غرض سے بہت سی موضوع روایات گھڑ کر بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ اصل بات صرف اسی قدر ہے جس قدر اوپر ذکر ہو چکی۔ چنانچہ ہمارے دوست مولوی محمد فیروز الدین صاحب نے اپنی ایک کتاب میں جو متعہ کی بابت چند ابیات لکھی ہیں۔ انکو ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نظم

اب متعہ کی جو رسم ہی اسلام میں نہیں
رسم عرب پہ جاری رہا تھا یہہ چند روز
جاتے پئے جہاد تھے غازی عرب کے تب
کر لیتے تھے چند دن کسی عورت سے وہ نکاح
حضرت بھی اک دو جنگ میں یہہ حال دیکھکر
قائل ہوئے جو حکم نکاح و طلاق کے
خیبر کے روز تب ہوئی کُلّی ممانعت

پھر اس پہ اعتراض تھا۔ اب نہیں
ختم الرسل کو منع کا کچھ حکم تھا نہیں
اک عرصہ تک وہ جنگ سے ہوتے جدا نہیں
آتے تو جز طلاق انہیں چارہ تھا نہیں
یاں ساکت تھے اور اس سے تعرض کیا نہیں
قرآں میں حکم متعہ کا تھا مطلقا نہیں
اب روز حشر تک اسے کرنا روا نہیں

قرآن شریف میں متعہ کا کہیں حکم نہیں صرف ایک آیت ہے فما استمتعتم بہ منہن فآتوھن اجورھن فریضۃ یعنی جن عورتوں سے تم نے فائدہ اُٹھایا ہے انکو انکے مہر مقررہ دیدو۔ جہاں سے بعض لوگ متعہ کا حکم نکالتے ہیں۔ لیکن قرآن شریف کا سیاق اور سباق دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت کو متعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس حکم سے پیشتر متعہ کا اشارہ تک نہیں۔ بلکہ اس سے پہلے ان عورات کی تفصیل ہے۔ جن سے نکاح حرام ہے اور آخر میں

یہہ کہا گیا ہو کہ کتاب اللہ علیکم واحل لکم ما وراء ذالکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن فریضۃ۔ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ ان اللہ کان علیما حکیما۔ اُن عورتوں کے ساتھ نکاح تم کو خدا نے حرام مقرر کیا ہے اور اُن کے سوا تمہارے لئے سب عورتیں حلال ہیں کہ اپنے مال یعنی مہر دیکر اُن سے بیاہ کرلو۔ مگر شہوت نکالنے کے لئے عارضی اور چند روزہ تعلق اُن کے ساتھ نہ رکھو۔ بلکہ بطور احصان یعنی ہمیشہ کے لئے اُن کو قید نکاح میں رکھنے کے لئے مزاوجت کرو۔ جس سے متعہ صاف حرام ہو گیا) سو اُن میں جن عورتوں سے تمنے فائدہ اُٹھایا ہے یعنی صحبت کرلی ہے تو اُن کو اُن کے مہر مقررہ ادا کرو اور مقرر ہونے کے پیچھے رضامندی سے اگر کم وبیش کرلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالی علیم وحکیم ہے۔ اسرار قدرت سے آگاہ اور رموز فطرت سے واقف ہے اس نے اپنے علم وحکمت سے یہہ احکام نازل فرمائے ہیں۔ انتہے۔

اب دیکھئے اس آیت کے سیاق سباق کے دیکھنے سے اظہر من الشمس ہے کہ متعہ کو اس آیت سے کچھہ تعلق نہیں بلکہ محصنین غیر مسافحین کے لفظ سے متعہ حرام ٹھیرتا ہے۔ قرآن شریف کے الفاظ موجود ہیں اُنکی تفسیر صحیح جو سیاق وسباق کے مطابق ہے کردی گئی ہے۔ اب بھی اگر کسی کی تسلی نہ ہو تو وہ جانے اور اُسکا ایمان۔ ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں چونکہ شیعہ لوگ حلال متعہ کے جواز کے قایل ہیں اسلئے اُنکی کتابوں سے ایک معتبر ومشہور روایت یہاں درج کئے دیتے ہیں جس سے متعہ کی اصلیت کا بھی پتہ لگ جائیگا۔

شیعوں کی کتاب فقہۃ الرضا میں یہہ حدیث موجود ہے اعلم یا اخی الخ **ترجمہ** راوی کہتا ہے کہ اے بھائی میں نے امام رضا سے پوچھا کہ یا حضرت میری جان آپ پر قربان ہو فرمایئے کہ متعہ کی نسبت آپ کیا فرماتے ہیں کہ روایت کیا ہے آپکے دادا امیر المومنین علی رضی نے کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا تھا کو فتح کے دن۔ اور حرام کر دیا خیبر میں اور ممنوع کر دیا اُسکو امام نے۔ امام رضا نے کہا سچ فرمایا امیر المومنین علی رض نے خدا کی قسم متعہ حرام ہے۔ البتہ اجازت دیگئی تھی شروع میں پھر امام ہم نے فرمایا کہ حضرت ام نے متعہ کو روا نہیں رکھا تھا مگر جو انان عرب کے لئے کہ جو مسافرت میں رسول خدا م کے ساتھہ موجود تھے۔ اور

شکایت[1] اپنی تکلیف کی کرتے تھے۔ رسول خدا صلعم نے اجازت متعہ کی نہیں دی تھی۔ مگر ایسے لوگوں کے واسطے تاکہ حرام سے بچیں لیکن جس شخص نے متعہ کیا اس حالت میں کہ وہ یہی نکاح پر یا خرید لونڈی پر یا اپنے مکان پر موجود ہے یا کسی شہر میں مقیم ہے۔ پس بیشک اس نے مباح کیا اپنی نفس کے اس چیز کو جس کو حرام کیا اللہ نے اسکے لئے اور فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے جس شخص نے تجاوز کیا اللہ کی حدود سے داخل ہوا وہ عاصیوں میں۔ ای میرے بیٹے نہیں تھا جواز متعہ کا مگر وقت اضطراب اور ضرورت کے جیسا کہ جایز ہے وقت ضرورت کے گوشت سور کا اور مردار اور خون۔

احادیث صحیحہ ثابتہ متعلق حرمت متعہ

جنکے مقابل صاحب اُتہات کی واہی تباہی روایات بالکل لغو اور ناقابل تسلیم ہیں :۔

عن بن مسعود قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس معنا نساء فقلنا الا نختصی فنہانا عن ذلک ثم رخص لنا ان نستمتع فکان احدنا ینکح الرجل بالثوب الی اجل (بخاری ومسلم)۔

وعن سلمۃ بن اکوع رض قال رخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعۃ ثم نہا عنہا (بخاری ومسلم)۔

وعن ابن عباس رض قال انما کانت المتعۃ فی الاول الاسلام کان الرجل یقدم البلدۃ لیس لہ بہا معرفۃ فیتزوج المرءۃ بقدر ما یرید انہ یقیم فتحفظ لہ متاعہ وتصلح لہ شانہ حتی نزلت الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فقال ابن عباس فکل فرج سواہما حرام اخرجہ الترمذی۔

وعن محمد بن حنفیۃ ان علیاً کان لابن عباس ان رسول اللہ صلعم

---

[1] حدیث میں آیا ہے کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نکاح موقت کی درخواست کی تھی انپر ایسی حالت اضطراری طاری تھی کہ وہ خصی ہونے پر آمادہ تھے۔ چونکہ عرب میں متعہ کا رواج تھا آنحضرت صلعم نے اجتہاداً دستور عرب کے موافق اجازت دیدی۔ پھر قرآن شریف میں اسکے جواز کا اشارہ نہ پایا گیا تو ہمیشہ کے لئے ممنوع کر دیا گیا۔

نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر عن اکل لحوم الحمر الانسیۃ اخرجہ الستۃ الا ابا داؤد۔

اسلام میں عورات کی حیثیت

ڈاکٹر احمد شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام میں عورات کی عزت یا حقوق کچھ محفوظ نہیں رکھے گئے۔ لیکن انجیل میں عورات کی عزت وحقوق کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔ افسوس ہے ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کی عقل ودانش پر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی قرآن شریف کو ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا۔ اور یہی وجہ آپکے اسلام سے مرتد ہونے کی بھی ہوئی۔ ورنہ جس نظر سے آپ انجیل کو دیکھتے ہیں۔ اگر اسی نظر سے قرآن شریف کو بھی ملاحظہ فرماتے۔ تو آپ معلوم ہو جاتا کہ عورت ومرد کے باہمی تعلق اور ارتباط واختلاط کا نقشہ جس طرح قرآن شریف میں کھینچا گیا ہے انجیل اس سے بالکل بے نسبت ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھن لباس لکم وانتم لباس لھن (عورتیں) تمہارے لئے بمنزلہ لباس کی جگہ ہیں اور تم ان کے لئے بجائے لباس کے ہو۔ اب اس سے بڑھکر مرد وعورت کے باہمی تعلق اور ارتباط واختلاط اور عزت وحرمت وغیرہ کے ظاہر کرنے کا اور طریقہ کیا ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کا لباس ٹھیرایا اور مرد کو عورت کا لباس بتایا۔ آپ جانتے ہیں لباس کیا چیز ہے؟ انسان کے لئے باعث زیب وزینت عزت وجلال کا موجب الناس باللباس مشہور مقولہ ہے۔ انسان کی زیب وزینت ساری لباس سے ہے۔ پس اس استعارہ سے جس میں اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو ایک دوسرے کا لباس ارشاد فرمایا۔ ایک دوسرے کی عزت وحرمت زیب وزینت اور دبدبہ وجلال وغیرہ سب کچھ بیچ میں آگئے۔ پس تمہاری انجیل کو سب فقرہ ہے۔ عورت کی عزت کرو۔ عورت مرد کا جلال ہے۔ خداس نہ عورت مرد کے بغیر ہے نہ مرد عورت کے بغیر۔ قرآن شریف کی ایک ہی جامع ومانع افضل واول آیت میں آگئے کیونکہ ساری دنیا لباس کو اپنے لئے زیب وزینت عزت وحرمت اور اظہار جاہ وجلال کا باعث خیال کرتی رہی ہے اور کوئی شخص بغیر لباس کے ننگا پھرنا نہیں چاہتا۔ اسلئے آپکا انجیلی فقرہ

لکھہ کہ شوہر جورو کا حق جیسا کہ چاہئے ادا کرے اور ویسا ہی جورو شوہر
کا۔ الخ فخر کرنا اور شیخی بگھارکر یہہ کہنا کہ مواجب اور حقوق انہیں کہتے ہیں آپ بیگورکی
مقابل میں کوئی شریعت اسلامی ہی سنائیں (۲۳۵ صفحہ) بڑے ہی افسوس اور ترحم کی
بات ہے۔ بلاشبہ تم نے آج تک قرآن شریف کبھی ایک نظر سے بھی نہیں دیکھا ورنہ اگر تم
قرآن شریف کا دوسرا سیپارہ ہی دیکھتے تو تمہیں یہہ آیت پڑھکر سخت شرمندہ ہونا پڑتا
جو اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف اور مردوں پر
بھی عورتوں کے لئے ایسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ عورتوں کے مردوں پر۔

اور یہاں تک کہ اگر سب اپنی عورت کی کوئی بات ناپسند بھی آے تاہم اُن سے
خوش سلوک کرو۔ کما قال وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسے
ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرًا کثیرًا اور تم ان سے خوش سلوکی سے
گذران کرو۔ سو اگر تم کو انکی کوئی بات ناپسند آئے تو شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالے
اُس میں بہت سی بھلائی رکھدے (یعنی اُسسے اولاد عطا فرمائے یا اُس میں کوئی اور خوبی
ظاہر ہو۔ مطلب یہہ کہ اگر اُس میں ایک عیب دیکھو تو اُسکے پیچھے نہ پڑ جاؤ۔ ممکن ہے کہ اُسمیں
بہت سی اور خوبیاں بھی ہوں۔ پس اُن خوبیوں کا خیال کرکے اُسکی ناپسند حرکات سے
درگذر کرو۔

احسان سب سے بڑھکر یہہ کہ اللہ تعالی نے سورہ روم میں عورت مرد کے اخلاص پیار
کو اپنی رحمت و قدرت کا نشان قرار دیا اور فرمایا کہ ومن آیاتہ ان خلق لکم من
انفسکم ازواجًا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ ان فی ذلک
لآیات لقوم یتفکرون اللہ خدا کی قدرت کے نشانوں میں سے ایک یہہ ہے۔ کہ
اُس نے تمہیں میں سے تمہارے لئے تمہاری بیویاں بنائیں تاکہ تم اُنکی طرف چین پکڑو اور اُس نے
تمہارے درمیان اخلاص اور پیار محبت ورحمت پیدا کردی۔ یقینًا اس بات میں ان لوگوں کے
لئے جو خدا کی آیات میں فکر کرتے ہیں۔ ایک بڑا نشان قدرت ہے۔

اور پھر فرمایا کہ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن

مردوں کے لیئے انکی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیئے انکی کمائی کا۔ یعنی مرد اپنی کمائی کا
مالک اور عورت اپنی کمائی کی مالک پھر میراث میں عورت مرد کے ساتھہ ہر جگہ برابر حصہ پاتی
ہے۔ پس یہہ تو وہ حقوق و مواجب ہیں۔ جو ازروے الفاظ قرآنی کے عورات کو حاصل
ہیں۔ اب عیسائیوں میں جو حقوق عورات کے ہیں انکی کیفیت سنیئے" قومی رسوم وغیرہ
سے ہم قطع نظر کرکے صرف انگلستان کے قانون پر نظر کرتے ہیں جسپر ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کا
سارا نخر و ناز ہے۔ قانون انگلستان کے بموجب نکاح کے بعد بہت سے احکام میں عورت
کی ذات ہی قایم نہیں رہتی۔ وہ گویا اپنے شوہر میں مستہلک جاتی ہے۔ وہ اپنے نام سے کوئی
معاہدہ نہیں کرسکتی۔ اور اسکی ذاتی جایداد جو قبل نکاح سے حاصل کی ہو وہ بھی شوہر کے ملک
میں ہو جاتی ہے اور اُسے اختیار رہتا ہے کہ جیسے چاہے اُسے صرف کرے۔ عورت کو اتنا بھی
حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے نام سے یا اپنی ذات خاص کے لئے ضروریات خرید کرے۔ یا منگوا بھیجے
گو مرد پر نان و نفقہ عورات کا واجب ہے مگر بہم انگلستان میں اسکی تعمیل کرا پانے کا کوئی ضامن
ذریعہ نہیں ہے اور نہ عورت کوئی کپڑے کی نالش کرسکنے کا حق ہے مگر کچہہ ضمنی صورتیں
نکالی گئی ہیں اور نیز بہت سے مدارج بدسلوکی اور اذیت کے ایسے ہیں جنکا کچہہ چارہ نہیں
نہ عورت کی کوئی فریاد سنتا ہے نہ عدالت کچہہ کرسکتی ہے گو عورت اپنے شوہر سے مفارقت
کرکے عرصہ سے الگ رہی۔ مگر جو کچہہ جایداد وہ حاصل کرے گی۔ وہ شوہر ہی کی ہوگی۔ اگر عورت
پیشتر سے بندوبست نہ کرائے تو عورت کا وہ مال اسباب جو اُس نے ایام مفارقت میں
حاصل کیا ہے اُس کے شوہر کے قرضخواہ اُسے لے سکتے ہیں۔ مرد کو اپنی کل جایداد کا اختیار
حاصل ہے چاہے وہ اپنی حین حیات میں غیروں کو دیجائے۔ عورت کو کچہہ نہیں مل سکتا
جب ایسے دستور جاری ہوں اور مرد تنگ مزاج اور ظلوم کی ناک ہو تو عورت کی بڑی حق تلفی
ہوتی ہے۔ اور خاص کر اسوقت جب اتفاقیہ مرد کا عورت کے ساتھہ نباہ نہ ہوسکے اور دونو
کی طبیعت نہ ملیں تو ایک دوسرے کی بڑی ہی حق تلفی ہوتی ہے۔ ان دونو میں مفارقت تو ممکن ہی
مگر چونکہ طلاق نہیں ہے اس لیئے نہ تو مرد دوسرا نکاح کرسکتا ہے۔ نہ عورت بھی دوسرا نکاح
کرسکتی ہے۔ اور دونو کی زندگی سخت ضیق اور تنگی کی حالت میں گذرتی ہے۔ مرد یہہ راہ

ڈھونڈھتا رہتا ہے کہ کسی طرح میری عورت زنا میں پھنسے اور طلاق کا بہانہ ملے۔ اُدھر عورت مرد کی ہلاکت کی خواہاں ہوتی ہے۔ عورت اپنی حاجت نفسانی بجز زنا کے پوری نہیں کر سکتی اُدھر مرد اپنی حاجت روائی بجز زنا کے نہیں کر سکتا۔ یہ بدترین نتایج ہیں انجیل کے احکام نکاح وطلاق کے اور تعلقات زناشوئی کے۔ جس کی اصلاح ہر زمانہ میں نئے نئے قانون کے ذریعہ بتدریج کی جاتی ہے۔ مگر تا بہ کے۔ جب اصل میں ہی وہ احکام ناقص ہیں تو اُن کی اصلاح کیا خاک ہوگی۔ بنظر بریں حالات ہیں بڑے زور سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام میں جس قدر عورت کے مواجب و حقوق اور عزت و حرمت وغیرہ قایم کی گئی ہے۔ انجیل میں اسکا پاسنگ بھی نہیں ہے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عاشروھن بالمعروف اُن کے ساتھ عمدہ طریق سے معاشرت کرو ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف اُن کے حق بھی ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر۔ علاوہ اسکے جس گناہ سے عورت سزا پاتی ہے اُسی گناہ سے مرد بھی سزا پاتا ہے۔ البتہ مرد کا معاشرت میں درجہ کسی قدر عورت سے زیادہ رکھتا ہے وللرجال علیھن درجۃ مگر انجیل میں بھی ایسا ہی عورتوں کو مردوں کی تابعداری کرنے کا حکم ہے۔ مگر مرد کو عورت کی تابعداری کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ صرف محبت کرنے کا حکم ہے۔ دیکھو (افسی ۵ باب ۲۲) اسی طرح مردوں کو تعلیم دینے کا حکم ہے مگر عورتوں کو نہیں (۱ قرنتی ۱۴ باب ۳۴-۳۵) (۱ تمطاؤس ۲ باب ۱۱-۱۲) علاوہ اسکے آجکل جو عورتوں کو مردوں کے برابر کرنے پر بہت زور لگایا جاتا ہے۔ بہت کتابیں لکھی جاتی ہیں مگر پھر بھی قدرتی تفاوت معدوم نہیں ہو سکتا۔ مرد عورت کو بیاہ کر جہاں چاہے لیجائے۔ عورت مرد کو جہاں چاہے نہیں لے جا سکتی ہے۔ بلکہ مسلمانوں میں تو عورت اپنے مال کی مالک ہوتی ہے اس میں جس طرح چاہے آزادی سے تصرف کرنے کی مختار ہوتی ہے۔ مگر عیسائیوں میں تو عورت اپنا مال ہی نہیں رکھتی۔ جو کچھ وہ باپ کے گھر سے لاتی ہے وہ بھی شوہر کی ملک ہو جاتا ہے اور شوہر کے مال میں بلا اجازت کسی طرح کا تصرف کرنے کی مجاز نہیں ہوتی۔ غرض عورتوں کا درجہ اسلام میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ ہے۔ عورت کی کجی اور شقاق پر بھی صبر کرنے کا حکم دیا ہے زیادہ کیونکہ عورت تو ایسی ٹیڑھی ہے جن میں اُٹھالو اگر بہت سیدھا کرنا چاہو گے

تہا جیسا کہ نبی نے [illegible] یعنی طلاق دو گے (مسلم) اور یہہ بھی فرمایا کہ کوئی مومن عورت سے بغض
رکھے اگر اسکی کوئی خصلت ناپسند ہوگا تو دوسرا کوئی فعل پسند بھی ضرور ہوگا۔

اور یہہ فرمایا کہ کبھی کوئی اپنی بی بی کو غلام کی طرح نہ مارے [illegible] عورت [illegible] بھی
اکثر [illegible] آنحضرت [illegible] اس قول سے کہ نہیں چھوڑا میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ جو زیادہ
ضرر پہونچانے والا مردوں پر عورتوں سے - اس سے عورت کی حقارت مقصود نہیں
بلکہ مردوں کو انکی بے جا اطاعت اور زیادہ اختلاط سے جو بے دینی کی حد تک پہونچا کر
انسان کے لئے موجب فتنہ ہوجائے ڈرایا گیا ہے اور تمثیلاً ان کے فریفتہ کرنے کے اثر
کی نسبت ایسا کہا گیا ہے یعنی کہ انکی فریفتگی کا اثر ایک فتنہ ہے - جس سے کئی مصیبتیں
پیدا ہوتی ہیں اور یہہ اس مثل کے موافق ہے کہ تین چیزیں زر - زمین - زن فتنہ کی
چیزیں ہیں - یہہ ایک تمثیل ہے اور اس سے کوئی شخص نہیں سمجھہ سکتا کہ اس مثل میں زن اور
زمین کی حقارت مقصود ہے - صرف ان کے نتیجہ اور اثر سے تعلق ہے -

غرض کہ امثال و حکمت میں کسی شے کو اسکے اثر وغیرہ کے لحاظ سے فتنہ وغیرہ کہدینا
یہہ کوئی اعتراض کا موجب نہیں ہوتا - حضرت مسیح نے خود تمثیلوں میں لوگوں کو سور اور کتے اور
بندر اور بھیڑیا وغیرہ کہا ہے - لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا - کہ وہ فی الواقعہ سور اور کتے [illegible] تھے وہ صرف
ان کی طبایع کی خاصیت یا اثر کے لحاظ سے ایسا کہدیا گیا ہے - تو تمثیلوں میں کسی خاص غرض
کے لحاظ سے کسی شے کی نسبت کوئی لفظ کہدینا یہہ ظاہر ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا کہ فی الواقعہ
[illegible] مقصود اس چیز کی [illegible] ہے -

ایسا ہی اگر حضرت رسول کریم نے عورت کو حبائل الشیطان (شیطان کے پھندے)
فرمایا ہے تو ان سے بھی انکی حقارت مقصود نہیں - ہاں انکی فریفتگی کے اثر کو ان الفاظ
سے استعارہ کیا ہے کہ جس طرح شیطان انسان کو مکر حیلے کے پھندے ڈال دیتا ہے اسی
طرح عورتوں کا حسن ایک قسم کا جادو ہے جس میں انسان پھنس کر نہ دنیا کا رہتا ہے نہ دین کا
پس انسان کو عورتوں کا فریفتہ نہیں ہونا چاہئے -

اور آپکا یہہ قول کہ بانی اسلام نے عورت کو کتے اور گدہے کے بیچ میں جتلایا ہے [illegible]

ہم نہیں جانتے اسپر اعتراض کرنا آپکی کس سرشت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہ ایسا فصیح و بلیغ فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم آپ اسکو محل اعتراض میں کس طرح لے آئے۔ اسمیں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّا شئتم وقدّموا لانفسکم واتقوا اللّٰہ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ قدموا انفسکم اولاد صالح کے لئے مباشرت کرو۔ واتقوا اللّٰہ اور اللہ سے ڈرو۔ اسبارہ میں حد اعتدال سے نہ بڑھو نہ خلاف وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیت نے اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد افعالی کو خلاف قانون قدرت و آئین فطرت ثابت کر کے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے نجات کا رستہ بتلا دیا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنے کھیتی کے کئے جاتے ہیں زمین کے اس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے جس کو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک صاف کر کے محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اسکی تخم ریزی کر کے غلہ کی پیدایش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہ صفات نہ ہوں۔ لفظ کھیتی کا ہندوستانی زبان میں بھی نہیں بولا جاتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے تمثیل دیگئی ہے تو انہیں بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجایز حرکت سے بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر۔ مجامعت فی الحیض[۱] وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں وہ حرث کے نتیجہ کے

---

[۱] حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے صرف لغوی معنے مقصود ہیں یعنی عورتوں سے ملاپ جس کو ہیو منا روا سمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعی حرام ہے۔ یسئلونک عن المحیض قل ھو اذیٰ۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض حتیٰ یطھرن۔

کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ایوب ۱۵ باب ۱۴ میں لکھا ہے کہ انسان کون ہے جو پاک ہو سکے اور وہ جو عورت
سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے اور عورت کی نجاست اور ناپاکی میں یہاں تک غلو کیا گیا ہے
ارشاد کیا گیا ہے کہ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ چونکہ بائبل کے رو سے عورت کی سخت توہین
اور تحقیر ہوتی ہے اس لئے پیش بندی کے طور پر پشالیق صاحب نے چند ایک اسلامی مفروضہ
بیہودہ خاص مواقع اور حالتوں میں خاص خاص غرض کے لئے کہے گئے ہیں اعتراض کر دیا ورنہ سمجھا
کہ دیا چاہ کن را چاہ در پیش ہے میں الزام اسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا اور پھر
یہ کہنا کہ مسلمان زیادہ بیویاں کر کے عورتوں کا دل جلاتے ہیں انکی غیرت کو کھوتے ہیں۔ یہ بھی اعتراض
آپکا بیجا نہیں ہے بلکہ خدا پر ہے جسنے تعدد ازدواج کو تمام انبیا کی شرایع میں روا رکھا۔ یا حضرت
ابراہیم ؑ پر جس کی تین بیویاں تھیں یا حضرت یعقوب ؑ پر جس کی چار بیویاں تھیں۔ یا اپنے
خداوند یسوع مسیح کے جد امجد داؤد ؑ پر جنکی ۹۹ عورتیں تھیں اور انپر کفایت نہ کی ایک عورت
کے ساتھ زنا کیا۔ یا سلیمان ؑ پر جنکی سات سو جوروآں اور تین سو حرمیں تھیں۔ بہرحال آپکا
یہ اعتراض اسلام پر ذرا بھی موزون نہیں اگر موزون ہے تو بائبل مروجہ پر۔ اسلام نے
اس بارہ میں جو کچھ کیا وہ یہ کیا کہ آپکی کتب مقدسہ کی اس رسم کی اصلاح کر کے سخت ضرورت کے
موقع پر تعدد ازدواج کو چار میں محدود کیا اور چار میں محدود کرنے کے بعد عدل کی ایسی سخت
شرط لگائی جس سے عورتوں کی بیجا غیرت کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی۔ پس قرآن شریف پر آپکا
اعتراض کرنا ذرا بھی نہیں جچتا۔ اگر اعتراض کرنا ہے تو اس طرح کرو کہ بائبل مروجہ نے عورتوں
کو ناپاک اور گنہگار کہہ کر انکو ذلیل کیا۔ کثرت ازدواجی رائج کر کے انکے دلوں کو جلایا۔ انکی
غیرت کو کھو کر انکی زندگی کو وبال کیا کنواریوں عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے ان کو شہوت رانی کا ایک آلہ بنا رکھا
اور حضرت امام حسن ؓ کی نسبت جو آپکا اعتراض ہے یہ قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں
بعض مورخوں کا واہی تباہی خیال یا بے جا مبالغہ ہے۔ جس کو اگر مسلمان لوگ تسلیم نہ کریں
تو ان کے لئے کوئی مجبوری نہیں۔ کیونکہ قرآن و سنت یعنی ماخذ سے اسکا کوئی معتبر ثبوت
نہیں لیکن بائبل مقدس سے جس میں داؤد ؑ کی سو جوروآں اور سلیمان ؑ کی ہزار جوروآں منبع
ہیں آپ کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور نساءکم حرث لکم پر جو آپنے اعتراض کیا ہے

ہم نہیں جانتے اسپر اعتراض کرنا آپکی کس سرشت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے خیال میں تو یہہ ایسا فصیح و بلیغ فقرہ ہے کہ اصل مطلب بیان کرنے کے لئے اس سے بڑھکر کوئی فقرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ معلوم آپ اسکو محل اعتراض میں کس طرح لے آئے۔ اسمیں اعتراض کیا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّٰی شئتم وقدّموا لانفسکم واتقوا اللّٰہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں یعنی نسل انسان کی تولید کا محل۔ سو تم اس کھیتی میں جب یا جس طرح چاہو۔ جاؤ۔ مگر محض شہوت رانی نہ ہو۔ بلکہ قدموا لانفسکم اولاد صالح کے لئے مباشرت کرو۔ واتقوا اللّٰہ اور اللہ سے ڈرو۔ اس بارہ میں حد اعتدال سے نہ بڑھو نہ خلاف وضع فطرت کوئی کام کرو۔

اب نہیں معلوم اس میں اعتراض کیا ہے۔ بلکہ اس آیت نے اپنے مفہوم میں سوائے طریقہ مخصوصہ مباشرت کے باقی ہر ایک قسم کی شہوت پرستی۔ بدکاری اور بد افعالی کو خلاف قانون قدرت و آئین فطرت ثابت کر کے بنی نوع انسان کو ہزاروں قسم کے دکھوں اور بیماریوں سے نجات کا رستہ بتلا دیا ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جس کے معنے کھیتی کے کئے جاتے ہیں زمین کے اس مخصوص قطعہ پر بولا جاتا ہے جس کو ہر ایک قسم کے خس و خاشاک سے پاک صاف کر کے محض زراعت کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اسکی تخم ریزی کر کے غلہ کی پیدایش کی امید کیجاتی ہے۔ دوسرے کسی قطعہ زمین پر جس میں یہہ صفات نہ ہوں۔ لفظ کھیتی کا ہندوستانی زبان میں بھی نہیں بولا جاتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ جب عورتوں کو کھیتی سے تمثیل دیگئی ہے تو انہیں بجز اس عضو مخصوص کے جو منبع نسل انسانی قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے ہر ایک قسم کی ناجایز حرکت سے بنی نوع انسان کو روکا گیا ہے۔ کیونکہ وطی فی الدبر۔ مجامعت[1] فی الحیض وغیرہ دوسرے جس قدر اسطرح کے افعال خلاف فطرت انسانی ہیں وہ حرث کے نتیجہ کے

---

[1] حیض میں جو مباشرت لکھی ہے اس سے صرف لغوی معنے مقصود ہیں یعنی عورتوں سے ملنا جلنا جس کو یہود نا روا سمجھتے تھے ورنہ قرآن شریف کے موافق حیض میں مجامعت قطعی حرام ہے۔ یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی۔ فاعتزلوا النساء فی المحیض حتی یطھرن۔

مفہوم میں ہرگز نہیں آسکتے۔ بلکہ اس لفظ حرث کو اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے رنڈی بازی وغیرہ کی بھی ضمناً ممانعت کردی۔ کیونکہ انکے رحم بھی منبع نسل انسانی نہیں رہتے بلکہ زمین شور کے حکم میں آجاتے ہیں اور اس جگہ لفظ ارض وغیرہ بجاے حرث کے استعمال نہیں کیا۔ تا کسی کو خلاف وضع فطری کا گمان بھی نہ آئے اور اگرچہ ایک لحاظ سے حرث بھی زمین ہی ہے اور جنس فقہ۔ اقسام کے قطعات زمین پہاڑی۔ ٹیلے سطح یہ۔ سخت اور شور ہوتے ہیں۔ وہ سبھی جنسیت کے لحاظ سے زمین ہیں مگر حرث اس قطعہ کو کہا جائیگا جو زراعت کے قابل ہو بس دیکھو کہ ایک حرث کے لفظ کے اختیار کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کسقدر فلاسفی رکھی ہے کہ جس سے سب امور خلاف وضع فطری اور رنڈی بازی وغیرہ سے بھی ضمناً ممانعت ہوگئی مگر سہ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ۔ عیب نماید ہنرش در نظر۔

آپنے جو آیت نساء کم حرث لکم کو لکھکر عورتوں کو آلہ شہوت رانی کا قرار دیا ہے اور خلاف وضع فطری امور کی طرف آپ کا خیال گیا۔ اگر آپ میں عربی دانی کا مادہ یا علمی لیاقت ہوتی تو ہرگز ہرگز اعتراض نہ کرتے۔ بلکہ اس علمی لفظ پر قربان ہو ہو کر قرآنی فصاحت و بلاغت اور الہی فلاسفی کی داد دیتے۔ مگر آپنے تو اعتراضات کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ خواہ حق ہوں خواہ ناحق۔ آپ کو انصاف سے کیا کام۔

ہمکو تو کلام ربانی کی اس آیت کے پڑھنے سے ایک عجیب حقیقت اور فلاسفی معلوم ہوتی ہے۔ نہیں معلوم آپ کیوں اسے محل اعتراضات میں لے آئے جس حالت میں حرث کا لفظ صرف اس قطعہ زمین پر بولا جاتا ہے جو خاص پیداوار کے لئے مخصوص کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے استعارہ کے طور پر یہ لفظ استعمال کرکے عورت کے حقیقی اور بحری تعلق کو ظاہر کردیا ہے۔ تو اس سے خلاف فطرت اور خلاف مفہوم حرث کے کچھ اور معنے لینے شریروں کا کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر آپکو چشم بینا عطا ہوتی تو اسی ایک لفظ سے قرآن شریف کی عظمت اور شان آپکو نظر آتی کہ جسنے اس امر کے لئے ایسا جامع لفظ بولا کہ اسکے استعمال سے ہر ایک قسم کی بدکاری۔ خلاف فطرت۔ لواطت رمشت زنی اور رنڈی بازی وغیرہ کی راہ بند کردی اور جس کے لفظ لفظ نے انسان کو ٹھوکروں سے بچایا۔ مگر

زیب نہیں ہے اُنکے جنکو چشمِ بینا عطا ہو۔ چمگادڑ کو روشنی سے کیا کام؟

آنحضرت صلعم کی معصومیت

مصنف اُمّہات نے اپنی کتاب کے ٹائیٹل پیج پر ایک حدیث کے یہ کلمات لکھے ہیں جو آنحضرت صلعم نے اپنی اُمّت کو سکھائے ہیں ۔ اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت خدایا میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا ہے۔ اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ گویا آنحضرت صلعم سخت گناہگار تھے۔ لیکن اس قسم کی تعلیمات اور تعلیمانہ کلمات سے جو محض اُمت کی تلقین کے لئے ہوتے ہیں۔ سوائے احمق کے کون شخص گمان کرسکتا ہے کہ اس سے کسی بانی مذہب کا یہ مقصود ہے۔ کہ میں نے واقعی شرعی یا اخلاقی گناہ کئے ہیں۔

حضرت مسیح نے انجیل میں اپنے حواریوں کو ایک دعا سکھائی ہے جس میں لکھا ہے کہ اے خدا تو ہمارے گناہوں کو بخش (لوقا ۱۱ باب ۴) تو کیا اس سے عیسائی یہ سمجھتے ہیں۔ کہ اُنکی اس دعا سے جو وہ واقعی آپ بھی مانگتے ہونگے حضرت عیسیٰ گناہگار سمجھے جاسکتے ہیں حاشا وکلا یہ سب تعلیمی کلمات ہوتے ہیں جو پیشوایان اُمّت اپنی قوم کو طرف دعا و مناجات سکھانے کے لئے تلقین کرتے ہیں۔

پھر انبیاء کا گناہوں سے استغفار مانگنا سوائے ایک پاگل آدمی کے کون سمجھ سکتا ہے کہ وہ واقعی مجرم یا اخلاقی گناہگار تھے۔ بس بات یہ ہے کہ بقول نزدیکاں را بیش بود حیرانی جتنا خدا تعالیٰ کا قرب انسان کو بڑھتا چلا جاتا ہے وہ لوگوں کے نزدیک وہ کیسا ہی مقدس اور معصوم آدمی ہو اُسی قدر وہ اپنے تئیں خدا کے دربار میں اور اُسکے تقدس کے مقابل نکارہ ناقابل۔ ناچیز اور عاصی و مخطی خیال کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میری یہ حالت ناقصہ (جسکو وہ گناہگارانہ حالت تعبیر کرتا ہے) خدا کے دربار میں دعا سے جاتی رہے اور اسکو بڑھکر درجہ علیا اور حالت کاملیت حاصل ہو۔ استغفار کا مادہ ہے غفر۔ غفر کے اصلی معنے عربی زبان میں چھپانے اور ڈھانکنے کے ہیں۔ اسکا

نمسے اللہ تعالیٰ کی دربار میں ہمیشہ یہی التجا کرتے ہیں کہ ہماری موجودہ حالت ناقصہ (خواہ بمقابلہ عام لوگوں کے وہ کیسی ہی حالت کاملہ ہو) ہٹائی جائے اور اس سے اعلیٰ درجہ کاملیت عطا فرمایا جائے۔ خدا کی عظمت و عزت جلال اور تقدیس کے سامنے ان کو اپنی موجودہ حالت گناہگار اور بری نظر آتی ہے اور اسی لئے وہ بے اختیار خدا کے دربار میں اپنی ناقصہ حالت کو ذلت اور گناہ سے تعبیر کر کے اس سے مغفرت مانگتے اور اعلیٰ علیین پر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ اہل اللہ خاص مقرب انبیاء اور اولیا اپنی بشری حالت اور بشری حجب کو بھی وصال الٰہی کا حائل اور گناہ قرار دیا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان بشری حجب اور انسانی مقتضیات سے نجات پاکر محویت میں فنا ہو جائیں اور فنا فی اللہ کا درجہ پائیں۔ انکی اس اضافی حالت ناقصہ کو ذلت یا گناہ قرار دینے سے یہ سمجھ لینا کہ وہ واقعی اپنے شرعی گناہ سے استغفار مانگتے تھے۔ اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے حافظ شیرازی کا ایک شعر ہے جس میں وہ اپنے وجود بشری کو حجاب اور ایک بڑا گناہ قرار دیتے ہیں تو اس سے واقعی اور شرعی گناہ سمجھ لینا سوائے شیطانی آدمیوں کے اور کسی کا کام نہیں۔ حافظ ؎

تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز
نشاط جرم ایں وجود تست کہ جزو ے گناہ نیست

ہمارے خیال میں جو شخص خدا سے مغفرت نہیں طلب کرتا۔ خواہ وہ کیسا ہی مقدس اور اعلیٰ درجہ کا خیال کیا جائے۔ جب مغفرت کی ضرورت نہیں سمجھتا تو وہ شیطان اور مردود آدمی ہے خدا کے دربار میں کسی شخص کو مغفرت مانگنے سے چارہ نہیں۔ ہاں ہر ایک شخص کی مغفرت کا درجہ علیحدہ ہے ؎ عاصیاں از گناہ توبہ کنند ۔ عارفاں از عبادت استغفار۔ گناہگار گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔ خدا کے عارف اپنی عبادت سے توبہ کرتے ہیں۔ اور اپنی عبادت کو گناہ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم سے اس کی دربار مقدس کے لائق یہ عبادت ادا ہوئی نہیں۔ غرض کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی حالت اور درجہ کے موافق خدا سے مغفرت طلب کرتا ہے اور اس سے بہتر حالت کے حاصل کرنے کی درخواست کرتا ہے اور یہی استغفار کی فلاسفی ہے۔ پس ڈاکٹر احمد شاہ کا اس طلب مغفرت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر ایک شخص شرعی گناہگار ہو کر

مغفرت طلب کرسکتا ہے صریح حماقت اور اعلی درجہ کی جہالت ہے۔

خدا تعالیٰ کے انبیا عمدی بشری گناہوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں اور کیوں نہ رکھے جاتیں انمیں اور عام لوگوں میں یہی تو فرق ہے کہ انکا ایمان اور ایمانی طاقت بڑی پُرزور ہوتی ہے۔ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء کی جڑ زمین میں قایم اور اسکی شاخ آسمان میں ہوتی ہے اُن کے اعمال کا عمدہ درخت کبھی بُرے پھل لا ہی نہیں سکتا اور عام لوگونکی ایمانی طاقت ویسی قوی نہیں ہوتی اسی لئے اُن سے گناہ ممکن نہیں مسلمان اس بات سے قطعی منکر ہیں کہ کوئی نبی کبھی کوئی شرعی گناہ عمداً کرسکتا ہاں خطائے بشری اُن سے ممکن ہے مگر اُس خطا میں بھی اللہ تعالیٰ انکو رہنے نہیں دیتا۔ فوراً آگاہ کر دیتا اور صواب کی جانب ہدایت کر دیتا ہے۔ پس مولوی محمد حسین بٹالوی کا یہ کہنا بھی واقعی سچا ہے کہ آنحضرت صلعم سے کبھی کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا جس میں آپ نے اپنی شریعت کا عمداً خلاف کیا ہو یا کوئی ایسی خطا بھی کی ہو جس کی فوراً منجانب اللہ اصلاح نہ کی گئی ہو۔ لیکن مسٹر نیومان کا شوق ہرگز پورا نہ ہوا۔ وہ ہرگز اپنی کتاب میں ثابت نہیں کر سکے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی اپنی شریعت کے برخلاف کیا۔ خواہ وہ شریعت آنحضرت صلعم کی ذات خاص سے متعلق تھی۔ یا عام طور پر سب لوگوں کے لئے جس میں آنحضرت صلعم بھی شامل تھے یا کوئی ایسی خطا اجتہادی کی ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رہنے دیا ہو اور اسکی اصلاح نہ کی ہو۔

ایک نفسانی آدمی الہیات کی باریکیوں سے واقف نہیں ہو سکتا ورنہ اس بات کا سمجھنا کوئی بڑی بات نہیں تھی کہ انبیا کا مغفرت مانگنا اور عام لوگوں کا مغفرت مانگنا ان دونوں میں کیا فرق ہے اور کہ انبیاء لوگ باوجود تقدس تام پھر بھی اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کی تقدیس کے مقابل بُرا اور ناقص اور گناہگار خیال کرتے ہیں اور اس کسر نفسی کو جو بالکل سچے دل سے اور بلا تصنع ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے حضور اور قرب اور وصال حاصل کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ انبیاء لوگ اگر عبادات نافلہ میں بھی کمی ہو جائے یا اجتہادی امر میں کچھ سہو یا غلطی ہو جائے یا اباحتی امور میں ذرا افراط تفریط کر جائیں تو اپنی عالی مرتبہ اور تقرب اور تقدس کے لحاظ سے اسکو بھی گناہ اور ذنب ہی قرار دیتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہم اس سے بھی بہتر حالت میں ہوں اور کمالات میں ترقی کرتے جائیں اسی وجہ سے وہ اپنی اچھی حالت کو بھی بمقابلہ بہت اچھی ہونے کے بُری سمجھتے اور بہت اچھی کو بمقابلہ بہتر کے ناقص

خدا اس ترک کبھی اسکو ذنب کبھی خطا اور کبھی ظلم سے تعبیر کرتے ہیں اور سب سے بہتر کام کرنا اپنا فرض جانتے
تھے۔ لیجزیهم الله احسن ما عملوا ویزیدهم من فضله والله یرزق من
یشاء بغیر حساب ۔

انجیل میں ایک جگہ حضرت مسیح فرماتے ہیں۔ کہ کوئی نیک نہیں مگر ایک اور اپنے نیک ہونے
اور اچھے ہونے کا انکار اپنے منہ سے سخت بیزاری ظاہر کرتے ہیں تو کیا اس سے یہ سمجھ لینا چاہیے
کہ حضرت مسیح سچ مچ برے اور ناپاک آدمی تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ امر حق یہی ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ
کی علی تقدیس اور اعلیٰ پاکیزگی اور عظمت اور جبروت کے سامنے اپنے تئیں ہیچ کارہ ناچیز اور گناہگار
سمجھا اور حقیقی تقدیس خدا ہی کے لئے روا رکھی اور اپنے تئیں بھی گناہگار اور ناپاک آدمی سمجھا
ورنہ اصل میں وہ سچ مچ کے نور خدا کے مقدس اور مقرب آدمی تھے اور یہاں تک مسلمانوں کا
اعتقاد ہے شرعی گناہ تو کبھی قریب بھی نہیں پھٹکتے۔

اور اشتعالک صاحب شاید آپنے بائبل مجموعہ میں جو اب بانداز دیکھا ہوا ہے کہ کسی نے
زنا کیا کسی نے قتل کیا کسی نے بت پرستی کی کسی نے بت پرستی کی کسی کو کھایا کوئی ننگا اور مدہوش
زمین پر پڑا رہا کسی نے بچھڑا پوجا۔ ان حالات کو دیکھکر آپکا خیال ہوگا کہ سچ مچ انبیاء عام لوگوں کی
طرح مرتکب ذنوب ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کو اپنے چال چلن کا بدترین نمونہ دکھایا کرنے میں ہو یاد
رکھیں کہ مسلمان لوگ ان باتوں کے ہرگز قائل نہیں۔ اور ان گناہوں کو جو انبیاء کی نسبت گھڑے گئے
ہیں سب یار لوگوں کی بناوٹ اور تحریف خیال کرتے ہیں۔ ان کے ضمیر کے موافق یہ کبھی نہیں
ہوسکتا کہ جن گناہوں سے بہت سے عام لوگ بھی بچ سکتے ہیں۔ انبیاء لوگ جنکو دنیا کے لئے
نیک اعمال اور تقوی و طہارت کا ایک نمونہ بنانا چاہئے تھا۔ ہرگز بچ نہ سکیں اور ان میں اتنا
بھی نور بصیرت نہ رہے کہ معمولی بازاریوں کی طرح زنا اور بدکاریوں کے مرتکب ہوجائیں وکلا
یہ سب جھوٹ اور بلکہ الزامات ہیں جو مروجہ بائبل نے ان مقدس انبیاء کی نسبت جڑے ہیں
اہل اسلام کے اعتقاد کے بموجب یہ سارے انبیاء دنیا و آخرت کے نور اور صداقت سے بھرپور
تھے انہوں نے کبھی کوئی شرعی گناہ نہیں کیا نہ بدکاری کے نزدیک ٹھہرے۔ ہاں بعوائد الانسان
مرکب من السہو والنسیان کے اعتبار سے وغیرہ میں خطائے بشری انسے ممکن ہے

سو ان خطاؤں میں بہی اللہ تعالیٰ انکو ہمیشہ کے لئے نہیں رہنے دیتا بلکہ پورا اصلاح کر دیتا ہے۔ اور
ما مضیٰ سے درگذر اور آیندہ صواب کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔
چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے ہماری مقدس رسول سید المطہرین امام المقدسین کی نسبت
جھوٹا الزام گناہگار ہونے کا لگایا ہے۔ اس لئے مزید معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے خدا کے بیٹے
کے چال چلن اور گناہگاری کی حالت کا بہی کسی قدر بیان کیا جائے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ جنکے
بعض قدر بہتانات آنحضرت صلعم کی نسبت جڑے ہیں وہ سب واہی روایات پر مبنی اور ناقابل
تسلیم ہیں مگر آپکی انجیل نصوص ظاہریہ سے مسیح کو گناہگار بناتی اور خدا کا مجرم ٹھیراتی ہے
جس کی تسلیم سے کسی عیسائی کو چارہ نہیں۔ یہہ مضمون مولوی محمد قمر الدین صاحب کی
کتاب ایک سچے مسیحی کی مناجات میں مفصل درج۔ وہاں سے دیکھنا چاہیئے۔ بالفعل
اسی قدر بیان کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر احمد شاہ نے جو اپنی عیاشانہ طبع سے اپنی اُمہات کے صفحہ ۲۵
میں آنحضرت صلعم پر عیاشی کا الزام لگایا۔ ہم یہہ الزام بالکل غلط اور باطل ہے۔ بیشک اگر
آنحضرت صلعم کسی عورت سے ناجایز تعلق پیدا کر لیتے یا اُس میں کثرت ازدواج کا عام رواج نہ ہوتا یا
انبیاء سابقہ کی یہہ سُنت نہ ہوتی یا کسی فاحشہ عورت سے خلاط رکھتے اُس سے عطر ملوایا کرتے
یا نامحرم عورتوں کے مال خورد برد کیا کرتے۔ پرائی عورتوں سے خدمت لیا کرتے تو البتہ شایق صاحب
کا یہہ قول آنحضرت صلعم کی نسبت درست ہوتا۔ لیکن جبکہ آپ صلعم نے پاک دامن اور عفیفہ بیویوں
سے تعلقات نکاح پیدا کئے اور ایسی عورتوں کے ساتھہ جو وصف تقوے سے موصوف نہیں
اور جنکی اوصاف میں قانتات۔ تائبات۔ صالحات۔ عابدات۔ سائحات
وارد ہوئے ہیں اور آیہ تطہیر اُنکی شان میں آئی ہے۔ اول خدیجہ عابدہ زاہدہ پردہ دار نہایت
درجہ کی صالحات اُن میں سے بہت سی عالمہ فاضلہ دین کے احکام کو پھیلانے والی تہیں ایسی
عورتوں کے حق میں بدگمانی شایق صاحب کی اوباشانہ طبیعت اور عیاش مزاج کا نتیجہ ہے
ہاں عاشق مزاجی کا طعن اگر درست ہو سکتا ہے تو ڈاکٹر احمد شاہ صاحب کے خدا کے
بیٹے یسوع مسیح پر جنکا شب و روز غیر عورتوں سے اختلاط تہا یا اُنکی دادیوں اور نانیوں پر جو مشہور
فاحشہ اور کسبی عورتیں تہیں (دیکھو بائبل) اُنکے خدا کے بیٹے کے جد امجد داؤد م پر جو باوجود

۹۹ عورتیں رکھنے کے پھر بھی بدکاری سے نہ ٹلے اور اُوریا کی عورت بنت تبیع سے زناکیا اسکے خاوند کو قتل کرایا۔ بنت سبع کو گھر میں داخل کیا سیاحضرت سلیمان ۴پر جس کی ۷۰۰ عورتیں اور تین سو حرم تھیں اور باوجود نبی ہونے کے عورات کی محبت میں بت پرستی بھی شروع کردی پس عیاشی کا طعن آپکے بزرگوں پر چسپاں ہے نہ کہ سید المعصومین امام المطہرین حضرت محمد رسول اللہ صلعم پر۔

آیات گھڑنا

آپ نے اپنی کتاب اُمہات میں بار بار کہا ہے کہ آنحضرت صلعم جابجا اپنے مطلب کے موافق آیات گھڑ لیا کرتے اور انکو خدا کی طرف منسوب کردیا کرتے۔

اس کے جواب میں یہہ گذارش ہے کہ آپکا یہہ وہم سراسر غلط پر مبنی اور باطل ہے۔ قرآن شریف میں سیکڑوں آیات و احکام ایسے ہیں جو ہوائے نفس کے سخت مخالف اور آنحضرت صلعم کے لئے ایک قید شدید ہیں۔ پس آنحضرت صلعم کی نسبت آیات گھڑ لینے کا الزام صرف آپکی بدظنی کا نتیجہ ہے۔

بسلسلہ ازواج ہی کے معاملہ میں دیکھو۔ غور کرو کہ آنحضرت صلعم کے لئے یہہ حکم کہ لایحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک کیسی شدید قید ہے کہ تجکو آیندہ نہ کوئی اور عورت کرنے اور نہ ایک کو طلاق دیکر اُس کی جگہ دوسری بدل لینے کا اختیار رہے۔ اگر آنحضرت صلعم آپ آیات گھڑ لیتے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ وہ اپنے لئے ایسا حکم صادر کرتے۔ وہ صاف کہدیتے کہ تجکو جتنی جورواں کرنا چاہے۔ حلال ہیں۔ پر اُمت کو چار سے زیادہ حلال نہیں۔

پھر اس آیت میں جہاں اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو عورات کی وہ قسمیں گنوائی ہیں جو آنحضرت صلعم پر حلال ہو سکتی ہیں ایک یہہ قید لگادی ہے کہ الاتی ھاجرن معک وہ ہی عورتیں حلال ہیں جنہوں نے تیرے ساتھہ ہجرت کی ہو۔ اب دیکھئے کہ آنحضرت صلعم کی نسبت

رشتہ دار وں سے نکاح کرنے میں یہہ قید زیادہ لگی ہوئی ہے کہ جنہوں نے آنحضرت صلعم کے ساتھ ہجرت
کی ہوئی ہو۔ حالانکہ اور مسلمانوں کو رشتہ دار عورات سے نکاح کرنے میں یہہ قید نہیں ہے۔

پھر آیت تخییر جس میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عورتوں سے کہدے۔ کہ
اگر تم دنیا اور زینت دنیا کی خواہاں ہو۔ تو میں بخوشی خاطر تمکو رخصت کروں اور اگر دین کی خواہاں
ہو تو اسی فقر و فاقہ پر صبر کرو۔ اور دنیا کی بہبودی تمکو حاصل نہ ہوگی۔

اب سوچو اور غور کرو کہ آنحضرت صلعم کو ایسے حکم دینے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ تو سارے
عرب کے بادشاہ تھے عورتوں کو زیورات لباس و خوراک انکی حسب مرضی دیدینا کونسی بڑی بات
تھی۔ مگر نہیں آپ صلعم نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو صاف صاف پہونچایا اور آپ کی ازواج کو بھی
ہرگز ان آیات کی بناوٹ یا افترا کا وہم تک نہ ہوا۔

ایک اندھا آنحضرت صلعم کے پاس قرآن شریف کی بعض آیات دریافت کرنے آیا
آپ صلعم اسوقت روسائے قریش کی طرف مخاطب تھے۔ اندھے کا بات کاٹنا برا معلوم ہوا
اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا۔ عبس و تولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ۔ چین بجبین ہوا
اور منہ پھیرا۔ اس بات سے کہ اسکے پاس اندھا آیا۔ اب اس الزام کو اپنے حق میں آپ ہی
لے لینا سوائے پاگل کے اور کوئی شخص بناوٹ پر محمول نہیں کر سکتا۔

ایک آیت میں آیا ہے کہ اگر یہہ نبی جھوٹ افترا کرے تو ہم اسکا داہنا ہاتھ پکڑ کر اسکی
رگ دل کاٹ دیں۔ اور پھر اسکا کوئی مددگار نہ ہو۔

سورۂ مزمل میں آدھی تہائی یا دو تہائی رات تک رات کو جاگتے اور تہجد پڑھنے کا
شدید حکم ہے وہ پرلے درجہ کی مشکل ریاضت اور سخت مجاہدہ ہے۔ کوئی شہوت پرست
اور حوائج نفسانی کا پابند آدمی اپنے حق میں ایسی قید نہیں رکھہ سکتا۔ آپ صلعم نے ساری عمر

اس سب سے پہلے حضرت رسول کریم نے آیت تخییر حضرت عائشہ رضہ کو سنائی تھی۔ اور کہا تھا کہ اپنے
ماں باپ سے مشورہ لے لینا یہہ اس لیے کہ تاجو کچھہ ہو ماں باپ کی صلاح سے ہو۔ دنیا و زینت دنیا کو اختیار کر کے
ہلاک نہ ہو جائیں مگر حضرت عائشہ رضہ کی ہمت دیکھو انہوں نے صاف فرمایا کہ مجھے ماں باپ سے مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں
میں نے اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ باقی عورات نے بھی ایسا ہی کیا۔

کبھی رات کا جاگنا اور عبادت کرنا نہیں چھوڑا۔

ماہ رمضان کے روزے رکھنے جو بعض وقت سخت سی سخت گرمیوں میں آپڑتے ہیں
کف ر کے ساتھ لڑنا اور جہاد کرنا جس میں بمقابلہ تمام اقوام مخالف کے اپنی جان جانے کا
سب سے پہلے خطرہ تھا۔ پانچ وقت نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا اور یہاں تک لوگوں کی بہبودی کا حریص اور
قوم کا ہمدرد ہونا کہ آپکی نسبت یہہ نازل ہوا۔ لعلك باخع نفسك الا يكونوا مؤمنين
کیا تو اپنی جان کو ہلاک کردیگا اس بات سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ یہہ سب شدید احکام
اور مشکل مجاہدات جو ہوائے نفسانی اور شہوت پرستی کے سخت مخالف ہیں آپ اپنی نسبت ایک
شخص کا آپ ہی وارد کر لینا کوئی عقل سلیم تجویز نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر جعلی اور بناوٹ
اور احکام گھڑلینے کا خیال کسی کی طرف منسوب ہوسکتا ہے۔ تو وہ آپکے انبیاء موسیٰ
داؤد وغیرہ کی نسبت ہوسکتا ہے۔ جنہوں نے ایسے ایسے احکام دیئے اور ایسے ایسے جنگ
کئے کہ یہہ سب خدا کی طرف سے ہرگز نہیں ہوسکتے۔ پھر حضرت مسیح کی نسبت جس نے اپنی قوم
سے ڈر کر محض خودغرضی کی بنا پر قانون فطرت کے برخلاف یہہ ہدایت دی۔ کہ جو تمہارے داہنے
گال پر طمانچہ مارے۔ بائیں گال بھی اسکی طرف پھیر دو وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ کسی طرح آپکی قوم ان پر رحم کرے
اور ستانا چھوڑ دے۔ مگر اُنہوں نے بھی اسکا پیچھا نہ چھوڑا۔ تاوقتیکہ صلیب پر چڑھا کر ملعون نہ بنا دیا
پھر اپنے شاگردوں سے جھوٹا وعدہ کیا کہ میں بادشاہ بن جاؤں گا۔ اور تم بارہ تختوں پر خلافت کرو گے
آسمانی بادشاہت کے قریب آنے کا یہاں تک وعدہ کیا کہ یہہ نسل ابھی گذرنے نہ پائے گی۔
کہ یہہ سب کچھ ہو جائیگا۔ ان میں بعض وغیرہ مرنے نہ پائینگے کہ ابن آدم کو اپنے جلال میں
آتے ہوئے دیکھیں گے (متی ۲۴ باب ۳۳-۳۴)۔

چنانچہ رسول بھی یہی یقین کرتے رہے کہ یہہ آخری زمانہ ہے اور اب مسیح آنے والا ہی
(عبرانی ۹ باب ۲۶) انطاؤس ۶ باب ۱۵ وغیرہ۔ لیکن ۱۹ صدیاں گذر گئیں ابن آدم کا اترنا
ہنوز دہلی دور کا مصداق ہے۔ اپنے تئیں بڑا ثابت کرنے کے لئے دوسرے پاک نبیوں کو
چور اور بٹ مار کہا (یوحنا ۱۰ باب ۸) یونس نبی کے ساتھ اپنی جھوٹی مشابہت دی۔ حالانکہ
یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے تھے اور برابر تین دن اور تین رات جب کہ مسیح مردہ قبر

میں رہا۔ اور صرف دو رات اور ایک دن (مرقس ۱۵ باب ۴۲)۔ اپنی غرض کے لئے سبت
کی حرمت توڑی (متی ۱۲ باب ۱) یرمیاہ نبی نے جھوٹی آیت گھڑکر شاہ صدق سے کہا کہ تو
امن سے مرے گا (یرمیاہ ۳۴ باب ۵)۔ حالانکہ یہہ بادشاہ قید میں مرا۔ اسکی آنکھیں
نکالی گئیں۔ اسکے بیٹے اسکے سامنے قتل کیئے گئے (یرمیاہ ۵۲ باب ۱۱)۔

پھر حضرت مسیح نے فرمایا کہ جو مجھپر ایمان لاتا ہے۔ مجھہ سے بڑے بڑے کام کرے گا۔ لیکن غلط
حواریوں سے کہا کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوتا۔ تو اس پہاڑ سے کہتے کہ وہاں چلا جا۔ تو
چلا جاتا۔ اور تمہاری کوئی بات ناممکن نہ ہوتی۔ (متی ۱۷ باب ۲۰) اگر تم میں رائی کے برابر بھی
ایمان ہو تو جب تم اس توت کے درخت کو کہو کہ جڑ سے اکھڑ کر دریا میں لگ جا تو تمہاری
مانے گا (لوقا ۱۷ باب ۶) اب یہہ ایسی باتیں ہیں کہ جو نہ یوں یا عیسائیوں سے آجتک وقوع
میں نہیں آئیں یقیناً یہہ سب خود ساختہ اور بناوٹی ہیں۔ اور لاف گزاف سے پُر ہیں

پھر حضرت مسیح فرماتے ہیں کہ جو کچھہ تم میرے نام سے مانگو گے۔ میں وہی کرونگا تاکہ
باپ بیٹے میں جلال پاوے (یوحنا ۱۴ باب ۱۳)۔ یہہ بھی سب غلط ہے۔ کبھی ایسا نہ ہوا۔ نہ ہو سکتا
ہے۔ پھر پولوس نے کہا کہ پاکوں کے لئے سب چیز پاک ہیں پر ناپاکوں کے لئے کچھہ پاک نہیں۔ یہ آیت
بھی یقیناً پولوس کی گھڑی ہوئی ہے۔ خدا کی طرف سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ اپنی غرض کے لئے
اور سب کچھہ حلال کرنے کے لئے اپنی طرف سے یہہ حکم وضع کر لیا گیا۔ نجات کے لئے اعمال
کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہہ بھی اعمال نیک سے بچنے اور تقوی و طہارت سے نجات پانے
کے لئے اپنی طرف سے حواریوں نے بنا لیا۔ ورنہ حضرت مسیح تو توراۃ کی تعمیل کا ہی حکم دیتے
ہے اور آپ تعمیل کرتے۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

عیسائیوں کے مذہب میں خونریزی

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ نے آغاز کتاب میں آنحضرت صلعم پر خونریزی کا الزام لگایا ہے حالانکہ
قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے ہرگز پہل نہیں کی۔

بلکہ اس آیت قرآنی کے موافق کہ وہم بدء وکم اول مرۃ اُس وقت صرف اُنکے حملوں
کی مدافعت کی۔ جب کہ انکی شرارتیں اور فساد حد سے بڑھ گئے اور پردیس میں بھی آکر مسلمانوں کو امن
نہ لینے دیا۔

اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ شایق صاحب کا شوق پورا کرنے کے لئے اُن کی
بائیبل کی کسی قدر خونریزیاں بھی اُنکی نظر کے سامنے لائی جائیں تاکہ انکو انصاف کے ساتھ
موازنہ کرنے کا موقع ملے۔

پیدایش ۳۴ باب ۲۵ میں دیکھو کس فریب اور دھوکے سے سکم اور حمور اور انکے
شہر والے بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ دیکھو گنتی ۳۱ باب۔ انہوں نے مدیانوں سے لڑائی
کی۔ جیسا کہ خداوند نے موسی کو فرمایا تھا۔ اور سارے مردوں کو قتل کیا۔ آوی اور رقم اور صور
اور حور اور ربع کو جو مدیانوں سے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا۔ مدیان کی عورتوں اور
بچوں کو اسیر کیا۔ مواشی و مال و اسباب کو لوٹا۔ شہروں اور قلعوں کو پھونک دیا۔ موسیٰ اُن پر
اس لئے غصے ہوا کہ عورتوں کو کیوں جیتا رکھا۔ حالانکہ یہہ تو گناہ کا باعث ہیں۔ کل باب
دیکھنا چاہیئے۔

گنتی ۳۳۔۵۵ پر اگر تم زمین کے باشندوں کو اپنے آگے سے دفع نہ کروگے تو یوں
ہوگا کہ جنہیں تم رہنے دوگے تمہاری آنکھوں میں خار ہونگے۔ اور کانٹوں کی مانند تمہارے
پہلوؤں پر چبھیں گے۔

استثنا ۳ باب ۴۔ اور ہم نے اُسی وقت اُس کے سب شہر لے لئے وہاں ایک شہر بھی
نہ رہا جو ہم نے اُن سے نہ لے لیا۔ ساٹھ شہر۔ اور حوب کا سارا ملک ۲ باب ۳۴۔ مردوں
عورتوں اور بچوں کو حرام کیا۔

استثنا ۱۲ باب ۳۔۴۔ اُن کے بتوں کو توڑ ڈالیو۔ گھنے باغوں میں آگ لگائیو۔
اُن کے معبودوں کی گھڑی ہوئی مورتوں کو جکٹا چور کیجیو۔

استثنا ۲۰ باب میں خدا فرماتا ہے کہ زیادہ طاقت اور اسباب والے دشمنوں سے
مت ڈرو۔ تمہارا خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تمہاری طرف سے دشمنوں کے ساتھ لڑے گا اور

تمہیں بچاویگا۔ اگر دشمن اپنا ملک آپ حوالہ نہ کردے تو اسکا محاصرہ کر۔ اور جب وہ ملک قبضہ میں آجائے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو قتل کر۔ مگر عورتوں۔ لڑکوں۔ مواشی کو اور جو کچھ اُس شہر میں ہو اسکا سارا لوٹ اپنے لئے لے اور وہ لوٹ کا مال کھاؤ اور مقبوضہ شہروں میں کسی سانس لینے والی کچھ چیز جیتا مت چھوڑ۔ تاکہ اُن کا مکروہ کام تم میں اثر نہ کرے۔

استثناء باب ۷-۲ جب خدا وند تیرا خدا سات قوموں کو تیرے حوالہ کرے تو اُنہیں مار ڈالیو حرم کیجیو۔ اُن سے عہد نہ کریو۔ اُنپر رحم نہ کریو۔ گنتی ۳۱-۱۶-۲۱ باب میں سخت درجہ کی خونریزی کا ذکر ہے۔

یشوع ۵ باب ۱۴-۲۱ الٰہی فرشتہ یشوع کا لشکر ہوکر آیا۔ تب اُس نے تمام لوگوں کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا بوڑھا۔ کیا بیل۔ کیا بھیڑ اور گدھا۔ سب کو ایک لخت ہلاک کیا۔ تہ تیغ کیا۔ حرم کیا۔

یشوع ۶ باب ۲۴ سب کچھ پھونک دیا۔ مگر سونا اور روپا۔

یشوع ۷ باب ۵ مجرم آدمیوں کا جلایا جانا۔ یشوع ۸ باب ۲۵-۱۸ باب ۲۲ ۲۹ × ۱۰ باب ۴۰ سنگسار کرکے جلانا۔ اور پھر اُسپر پتھروں کا تودہ لگایا۔ قتل عام کرنا۔ بادشاہوں کو پھانسی دیکر پتھراؤ کرنا۔ بادشاہوں کو فنا کرنا۔ بلکہ خدا کے حکم سے کوئی ذی روح باقی نہ رکھنا ایک بادشاہ بھاگ کر یاعیل کے خیمے میں آیا۔ اُس نے فریب سے اُس کے سر میں میخ گاڑدی قاضی ۴ باب ۲۱- پھر قاضی ۵ باب ۲۴- اس وحشیانہ حرکت سے مبارک ٹھیرے۔

قاضی ۵ باب ۳۰ داؤد نے کنواریوں کو سپاہیوں کے لئے رکھا۔ قاضی ۹ باب ۴۹ سکم کے برج میں آگ لگا کر لوگوں کو جلا دیا۔ قاضی ۸ باب ۱۶ سپاہ کو روٹی نہ دینے سے بیشمار لوگ قتل کئے گئے۔

۲ سموئیل ۱۲ باب ۳۱- داؤد نے ربہ کے بادشاہ کا تاج اُتار اپنے سر پر رکھا۔ لوگوں کو آروں اور کلہاڑوں اور لوہے کی دھاری گاڑیوں کے نیچے کیا اور انیٹوں کے جلتے پژاوہ میں جلادیا۔ ۱ تواریخ ۲۰ باب ۳ ۱ سلاطین ۱۰ باب ۱۱ ہو نے اخی کے سارے گھرانے کو بالکل نابود کیا۔ ۲ سلاطین ۱۵ باب ۱۶ مناحم نے تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔

۲ سلاطین ۲۳ باب ۱۶ قبروں سے ہڈیاں نکلوا کے الہی حکم سے جلائیں۔

عہد عتیق کے خونی اور آتش فشاں جہاد مختصر طور پر نقل کر کے ہمنے ڈاکٹر صاحب کے سامنے رکھدیئے ہیں۔ اب انصاف اُنپر ہے کہ آیا اسلام کا جہاد جو نہایت اعتدال پر مبنی اور قانون قدرت کے بالکل موافق ہے۔ قابل اعتراض ہے یا مسیحی مذہب کا آتش فشاں جہاد جس میں یہہ قہر الہی ہو کہ مکانوں کو ڈہانا شہروں کو آگ لگا دینا۔ باغوں اور ہرے درختوں کو جلانا۔ قتل عام کرنا۔ مردوں بیں میخ گاڑنا۔ آروں کلہاڑوں سے چیرانا۔ تنوروں میں جلانا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑنا کسی جاندار کو زندہ نہ چھوڑنا اور اسپر بھی قوت غضبی کا فرد نہ ہونا۔ تو قبر سے ہڈیاں نکلوا کر جلوا کر جی ٹھنڈا کرنا۔ ہائے ستم جس مذہب میں یہہ ظلم اور یہہ غضب الہی ہو اور اس مذہب کا بانی بھی کہے کہ میں دنیا میں صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (انجیل متی) اور جس کے پاس تلوار نہ ہو کپڑے بیچ کر بہم پہونچاؤ۔ کیا اُس مذہب کا کوئی آدمی اسلامی جہاد پر اعتراض کر سکتا ہے جو نہایت ہی اعتدال اور انصاف پر مبنی اور بالکل قانون قدرت کے موافق ہے کون شخص ہے جو ان احکام کو سنکر تھرا نہیں اُٹھتا۔ تو اُن سے عہد ست باندہو۔ اُن پر رحم کیجیو۔ بخلاف اسکے وہ رحمت اللعالمین صلعم اور آپکے خلفاء جانشین جب کہیں لشکر روانہ کرتے سب سے پہلے سردار لشکر کو یہی کہتے کہ ملک مقبوضہ کی عورتوں۔ بچوں۔ بوڑہوں خانقاہوں عبادت گاہوں سے تعرض مت کرنا۔ کھیتوں کو مت جلانا۔ پھلدار درختوں کو مت کاٹنا اور صرف انہیں سے بدلا لینا جو تمکو ستائیں یا مقابلہ کے لئے پیش آئیں۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ انبیاء سابقہ کے یہہ دنیاوی جنگ تہے بالکل غلطی کر رہے ہیں دنیاوی جنگوں کو کتاب الہی میں ذکر کرنے سے کیا کام جب تک اُن کے ساتہہ دینی تعلق نہ ہو۔ کیا اگر یہہ دینی جنگ نہ تہے تو بالکل فضول تہے جنکا ذکر خواہ مخواہ کتاب ربانی میں کیا گیا۔ اگر یہہ جنگ ان قوموں کے گناہوں کی سزا تہی تو پھر دنیاوی جنگ نہیں۔ بلکہ اُنکو دینی جنگ سمجہنا چاہئے۔ اور پھر کیا اگر دین کے لئے جنگ ناجایز ہو تو دنیا کے لئے جایز ہو سکتی ہے۔ اور توریت میں تو صاف موجود ہے کہ یہہ سب کچہہ خداوند نے فرمایا۔ خداوند کے حکم سے ہوا۔

پھر حضرت موسیٰؑ کے افعال کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی (استثناء ۲ باب ۱۰)

حضرت داؤد نے وہی کام کئے جو خدا کی نگاہ میں اچھے تھے (۱ سلاطین ۱۴ باب ۸) (۱ سلاطین ۱۵ باب ۵)
یشوع بن نون روح قدس کی دانائی سے معمور تھا (استثنا ۳۴ باب ۹) پھر انجیل میں بھی ان جہانگیروں
کی تعریف کی گئی ہے جہاں لکھا ہے کہ انہوں نے ایمان سے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ اور راستی کے کام
کئے اور وعدوں کو حاصل کیا۔ لڑائی میں بہادر بنے اور غیروں کی فوجوں کو ہٹا دیا (عبرانی ۱۱ باب
۳۲ - ۳۵) تو کیا یہہ تمام مدح و ثنا جو بائیبل ان نبیوں کی کرتی ہے۔ محض لغو و رائیگان
ہے۔ جبکہ وہ کام خداوند تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کرتے رہے۔ نہیں نہیں۔ وہ بالکل
خداوند کی مرضی پر چلے اور اسکے حکم سے سب کام کئے۔

آنحضرت صلعم کی گذران کا بیان۔

باوجودیکہ آنحضرت صلعم دنیا اور دین کے بادشاہ تھے ایسی حالت میں اگر چاہتے تو دولت کے خزانے
جمع کر لیتے۔ عورتوں کو عمدہ عمدہ زیور بنوا دیتے۔ اعلےٰ درجہ کی امیرانہ غذائیں کھایا کرتے۔ مگر
قرآن شریف سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں کو صاف کہدیا۔ کہ میرا تمہارا تعلق محض
دینداری کے لحاظ سے ہے یعنی میں تم سب کو دین کی معاونت و مسایل دین کی اشاعت
کے لئے نکاح میں لایا ہوں۔ دنیا کے مال و اسباب و زیورات وغیرہ کے لئے نہیں۔ سو اگر تمکو
دین کی خوبیاں مطلوب اور فقر و فاقہ منظور ہے تو میرے نکاح میں رہو۔ ورنہ تم میں سے جو جو
دنیا و دنیا کے اسباب اور زیورات وغیرہ کی خواہاں ہے۔ اسے میں حسن سلوک اور خوشدلی کے
ساتھہ رخصت کر دیتا ہوں۔ یہہ تو نص قرآنی سے ثابت ہے مگر اعلےٰ درجہ کی صحیح احادیث
نبویہ صلعم سے تواتر کے ساتھہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم کی گذران نہایت سادی اور فقر و فاقہ
میں ہوا کرتی تھی۔ یہہ نہیں کہ آپکو کچھہ میسر نہیں ہوتا تھا۔ آپ تو تمام عرب کے بادشاہ تھے بلکہ آپکی
طبیعت میں دنیاوی لذتوں کی محبت ہی نہ تھی۔ کل محبت آپکو دین کی اشاعت میں
اور پوری لذت خدا کی یاد میں ملتی تھی (ولذکر اللہ اکبر) ان احادیث صحیحہ کو جو تواتر کی حد تک
پہونچ چکی ہیں۔ اور ان واہی تباہی روایات سے جو ڈاکٹر صاحب نے بیان کی ہیں بدرجہا معتبر و مستند

ہیں اور اناجیل سے بڑھکر مسلسل و معتبر۔ مخالفین اسلام کو سخت شرمندہ ہونا چاہئیے اور غور کرنا چاہئیے کہ کیا وہ شخص جس کی زندگی باوجود میسر ہوسکنے طعام دنیاوی کے اس فقر و فاقہ میں گذری ہو وہ شہوات نفسانی کا پابند ہوسکتا ہے اور اسکی نسبت کسی قسم کی بدظنی کی جاسکتی ہے۔

بخاری اور مسلم میں بالاتفاق لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے گھر والے دو دن برابر بھی جو کی روٹی سے آسودہ نہیں ہوتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم نے دنیا سے کوچ فرمایا۔ عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلعم اور آپکے گھر والے کئی کئی راتیں خالی پیٹ سو رہا کرتے تھے اور جب کھانا کھاتے تھے تو اکثر اوقات کھانا آپکا جو کی روٹی ہوا کرتا تھا۔

سہل بن سعد رضہ سے کسی نے پوچھا کہ آنحضرت صلعم نے کبھی میدہ کی روٹی بھی کھائی تھی۔ وہ بولا تو کیا ان باتوں سے پوچھتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے تو فوت ہونے تک میدہ کو آنکھ سے بھی نہیں دیکھا۔ کھانا تو کیا۔ پھر سائل نے اُسی سہل بن سعد سے پوچھا کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں تمہارے آٹا چھاننے کی چھلنیاں بھی ہوا کرتی تھیں اُسنے کہا کوئی نہیں۔ سائل نے پوچھا کہ پھر تم جو کی روٹیاں بغیر چھاننے کے کس طرح کھاتے تھے۔ اسنے کہا پھونک لگا دیتے تھے۔ جو کچھ اُس پھونک سے موٹا موٹا آٹا ہوتا اُڑ جاتا باقی گوندھ لیتے۔

حضرت انس بن مالک آپکے خاص خادم بتلاتے ہیں کہ آنحضرت صلعم مثل امیروں کے بڑے بڑے خوانچوں پر بیٹھکر کھانا نہیں کھایا۔ اور نہ کبھی چینیوں کی رکابی میں کھایا ہے اور نہ کبھی آپکے لیے پتلی پتلی چپاتیاں کسی نے پکائیں۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے اپنے اُستاد قتادہ سے پوچھا کس چیز پر آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام روٹی رکھکر کھایا کرتے تھے۔ اُس نے بتلایا۔ اُسی چمڑے کے دستر خوان پر۔ حضرت ابو ہریرہ رضہ ایک جماعت کی طرف گذرے اُن لوگوں کے آگے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ اُنھوں نے ابو ہریرہؓ کو بھی کھانے کے لئے بلایا۔ اُنہوں نے انکار کیا اور فرمایا رسول اکرم صلعم نے دنیا سے کوچ کیا اور جو کی روٹی سے بھی اپنا پیٹ نہیں بھرا۔

رسول اللہ صلعم کے حضور میں انس جو کی روٹی اور بگڑی ہوئی چربی لائے۔ اُسوقت آپکی ایام گذاری کی یہ حالت تھی کہ آپ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی کے ہاں سے اپنی زرہ گرو رکھکر گھر والوں کے لئے کچھ جو لائے تھے۔ انس رضہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلعم کے گھر والوں کے

پاس کوئی وقت ایک صاع گیہوں یا اور کوئی غلہ نہ رہتا تہا۔ اور آپکی بیبیاں نو تہیں۔ ابو طلحہ رض نے فرمایا۔ ہم لوگونے رسول اللہ صلعم سے بھوک کا شکوہ کیا اور ہم لوگونکے پیٹوں پر ایک ایک پتھر بندہا ہوا تہا اُسکو دکہایا۔ تو آپنے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکہائے۔ ایک بار لوگونے بھوک کا شکوہ کیا تو آپنے اُن لوگوں کو ایک ایک خرما دیا۔

حضرت عمر رض نے فرمایا میں رسول اللہ صلعم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کھجور کی کھری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان آپکی پہلوئے مبارک میں پڑ گئے ہیں اور ایک تکیہ چمڑے کا لگائے ہوئے ہیں جس میں کھجور کا چھلکا بھرا ہوا تہا۔ میں نے یہہ حال دیکھکر عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلعم دعا فرمایئے کہ اللہ آپکی اُمت کو فراخی نصیب کرے۔ دیکھیے فارس و روم کو کیسی فراخی ہے اور وہ خدا تعالی کو پوجتے بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا اے عمر رض تو ابھی اسی خیال میں ہے یہہ کفار لوگ وہ ہیں جن کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا گیا۔ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ کفار کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ ابو ہریرہ رض نے فرمایا میں ۷۰ اصحاب صفہ کو دیکہا کہ اُن میں کوئی ایسا نہ تہا جسکے پاس چادر ہوتی۔ بس کسی کے پاس فقط تہبند تھی کسی کے پاس کمبلی۔ اُسکو اپنی اپنی گردنوں میں باندہے رہتے۔ وہ تہبند اور کملی کسی کے پنڈلیوں تک پہونچتی کسی کے ٹخنوں تک۔ اور وہ شخص ستر کھل جانے کے ڈر سے اُن کو سمیٹے رہتا تہا۔

ابو ذر رض نے کہا کہ مجکو میرے دوست (حضرت رسول اللہ صلعم) نے سات باتوں کا حکم دیا۔ (۱) مسکینوں کی محبت رکھنا۔ اُن سے قریب رہنا (۲) اپنے سے کمتر شخص کو دیکھنا اور جسکے پاس دنیا کا سامان بڑہا ہوا ہو اُسکو نہ دیکھنا (۳) ناتے والوں کو ملائے رکھنا اگرچہ وہ نہ ملنا چاہیں (۴) کسی سے کچھ نہ مانگنا (۵) حق کہہ دینا اگرچہ کسی کو بُرا لگے (۶) دین کی بارے میں کسی سے نہ ڈرنا۔ اچھی بات کہہ ہی دینا اور بُری بات سے روک ہی دینا۔ کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا (۷) لاحول ولا قوۃ بہت کہا کرنا۔

اخلاق نبوی

انس رض فرماتے ہیں میں نے دس برس نبی صلعم کی خدمت کی۔ آپنے مجکو کبھی اُف بھی نہیں کہا

اور نہ کبھی یہہ فرمایا تو نے فلاں کام کیوں کیا اور نہ کبھی یہہ فرمایا۔ تو نے فلاں کام کیوں نہ کیا۔

رسول اللہ صہ سے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں مانگی گئی کہ آپ نے نہیں فرمایا ہو۔

رسول اللہ صہ سے ایک شخص نے دو پہاڑوں کے درمیان بھیڑ بکریاں مانگیں آپ نے اُسے دلوا دیں۔ پھر وہ تو اپنے لوگوں میں پہونچکر کہنے لگا۔ ای لوگو! جلدی مسلمان ہو جاؤ خدا کی قسم محمد صلعم تو اتنا دیتے ہیں کہ اپنے محتاج ہونے سے بھی نہیں ڈرتے۔

رسول اللہ صہ بے حیائی کی بات نہ بولتے۔ نہ لعنت کرتے اور نہ کسی کو گالی دیتے۔ غصہ میں بس یہہ فرماتے۔ اُسکو کیا ہوا ہے اسکی پیشانی خاک آلودہ ہو۔

ایک بار لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صہ آپ مشرکوں کے لئے بد دعا کیجئے۔ فرمایا میں اس کام کو نہیں بھیجا گیا ہوں۔ بلکہ میں تو رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں (مسلم)۔

نبی صلعم کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمگین تہے۔ آپ کو جب کوئی چیز ناپسند ہوتی تو صحابہ رض آپ کے تیور سے پہچان لیتے (متفق علیہ)۔

بی بی عائشہ رض فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلعم کو اس طرح پر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ آپکا منہ کھل جائے۔ اور کوا نظر آنے لگے۔ بس آپ مسکرایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی باتیں نہیں فرماتے تہے۔ آپکی باتیں ایسی ہوتی تہیں کہ کوئی انکو گننا چاہتا۔ تو گن لیتا۔

رسول اللہ صہ جب گہر میں تشریف لاتے تو گہر والوں کی خدمت میں مشغول ہو جاتے پھر نماز کے وقت تشریف لیجاتے۔ (بخاری)۔

رسول اللہ صہ کو جب کسی دو کاموں میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ اُنمیں کا آسان ہی کام اختیار فرماتے۔ اور گناہ کا کام ہوتا تو سب سے زیادہ دور رہتے۔ اور آپ نے کبھی کسی سے اپنا (ذاتی) بدلہ نہیں لیا۔ ہاں خدا کے مجرم کی سزا ضرور دیا کرتے (متفق علیہ)۔

رسول اللہ صلعم نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہ مارا۔ نہ غیر کو نہ اپنی بی بی کو۔ نہ خادم کو۔ اللہ کی راہ میں جہاد البتہ کیا۔ (مسلم)

انجیل متی کے پہلے باب کی غلطیاں

چونکہ ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے مسلمانوں کی انکی بعض روایات ضعیفہ کے نہ ماننے پر مضحکہ کیا ہے۔ حالانکہ وہ روایات کلام الہی نہیں جو کالوحی من السماء اور قطعی سمجھی جائیں اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ میں ڈاکٹر صاحب کو انکی الہامی کتاب کی چند ایک غلطیاں بطور نمونہ دکھاؤں تاکہ ان کی ساری شیخی کرکری ہو جائے اور عشاء ربانی کے نشہ سے ہوش میں آئیں اور سمجھ لیں کہ جب ہماری خاص کتاب مقدس میں صریحی اغلاط موجود ہیں۔ تو ہم دوسروں کی معمولی روایات پر کیوں اعتراض کرتے ہیں جنکو وہ لوگ خود بھی وقعت اور اعتبار کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

سو واضح ہو کہ انجیل متی کے پہلے باب ہی میں اسقدر غلطیاں ہیں کہ اُن کے بیان کے لئے ایک علیحدہ کتاب تیار ہوتی ہے لیکن بطور مشتی نمونہ از خروارے چند ایک غلطیاں ظاہر کی جاتی ہیں۔ چنانچہ منجملہ اول غلطی یہہ ہے کہ متی ۱ باب ۱۷ میں لکھا ہے کہ سب پشتیں ابراہیم سے داؤد تک چودہ ہیں۔ اور داؤد سے اُسوقت تک کہ بابل کو اٹھ کر چلے گئے چودہ میں ہے۔ اور بابل کو اُٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشتیں ہیں۔ حالانکہ انجیل سے گن کر دیکھ لو۔ یہہ تینوں قسمیں چودہ چودہ پشتوں کی سراسر غلط ہیں۔ کیونکہ اگر حضرت ابراہیم و داؤد کو بھی شامل کریں۔ تب پہلی قسمت میں ۱۴ ہوتی ہیں اور دوسری قسمت میں یکنیا کو شامل کر لیں۔ تب چودہ پوری ہوتی ہیں لیکن تیسری قسمت میں سب نام حضرت عیسیٰ کو ملا کر صرف ۱۳ ہوتے ہیں۔

دوم یہ کہ دوسری قسمت میں جو حضرت سلیمان سے شروع اور یہو یقینا پر ختم ہوتی ہے متی ۱۴ پشتیں تبلاتا ہے۔ حالانکہ اول تواریخ ۳ باب سے ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان سے یکنیا تک ۱۸ پشتیں ہوتی ہیں اور اسی باب میں نیوٹن صاحب افسوس کی راہ سے کہتے ہیں کہ دین عیسوی میں تین اور ایک کو ایک ماننا پڑتا تھا۔ اب ۱۸ اور ۱۴ کو بھی ایک ہی گننا

پیتا - کیونکہ کتب مقدسہ میں تو غلطی کا امکان ہو نہیں سکتا - سوم یہ کہ متی ا باب ۸ میں عوزیا کو یورام کا بیٹا لکھا ہے اور تین نام رہ گئے حالانکہ وہ اسکے پوتے کا بیٹا ہے دیکھو تواریخ ۲ باب ۲۱-۲۳) چہارم یہ کہ متی ا باب ۱۱ میں یہوکینیا کو یوسیاہ کا بیٹا لکھتا ہے حالانکہ وہ اسکا پوتا تہا - اور یہاں بھی ایک نام رہ گیا - پنجم یہہ ہے کہ متی نے یہوکینیا کے بہائی لکھے ہیں حالانکہ عہد عتیق کی کتابوں سے اسکا کوئی بہائی ثابت نہیں ہوتا - وہ اپنے باپ کا صرف اکلوتا بیٹا تہا (اتواریخ ۳ باب ۱۵) ششم یہہ کہ متی نے زروبابل کو شلتائیل کا بیٹا لکھا ہے - حالانکہ وہ اسکا بھتیجا اور فدایاہ کا بیٹا تہا - ہفتم متی نے ابیوہ کو زروبابل کا بیٹا لکھتا ہے - حالانکہ اُنکی بیٹوں میں سے کسی کا نام نہ تہا - ہشتم یہہ کہ متی ا باب ا میں مسیح ؑ کو داؤد کی نسل سے لکھتا ہے - لیکن لوقا ا باب ۳۶ میں مریم کو الیسبات کی رشتہ دار لکھا ہے جو زکریا کاہن کی بی بی اور ہارون کی بیٹیوں میں تہی (لوقا ا باب ۵) جس سے ظاہر ہے کہ مریم اور یوسف لیوی کے فرقہ سے تھے - جو کہ کہانت کے لئے مخصوص تہا (گنتی ۱۰ ا باب ۲۰-۲۴) یشوع ۱۳-۱۴ باب اور حالانکہ داؤد یہوداہ کے فرقہ سے تھے - نہ کہ لیوی کے فرقہ سے اور ہر فرقہ کی لڑکی اپنی ہی باپ کے فرقہ میں بیاہی جاتی تہی (شمار ۳۶ باب ۸-۹) -

پس مسیح ؑ یا داؤد ؑ کی نسل سے نہ تھے تو متی نے غلط لکھا ہے - یا الیسبات مریم کی رشتہ دار نہ تہی - تو لوقا نے غلط لکھا) نہم یہ کہ جب مسیح ؑ یوسف کے نطفہ سے ہی نہ تہا - بلکہ کنواری مریم کے پیٹ سے بوساطت روح القدس پیدا ہوا - تو یوسف سے حضرت مسیح ؑ کو تعلق ہی کیا تہا - کہ اُنکا شجرہ لکہا گیا - اور خواہ مخواہ جبراً یوسف کا بیٹا قرار دیا جاکر داؤد ؑ کی نسل میں داخل کیا گیا - حالانکہ حضرت مسیح ؑ داؤد کی نسل ہونے سے بہی انکاری ہیں (متی ۲۲ باب ۴۵) -

(۱۰) دہم یہہ کہ الوہیت کے لئے نسب نامہ کا ہونا تعجب ہے - عبرانیوں کے خط ۵ و ۷ باب میں حضرت مسیح ؑ کو ملک صدق (پیدائش ۱۴ باب ۱۸-۲۰) کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جب ملک صدق کا باوجود انسانیت محض کوئی نسب نامہ نہیں ہے تو باوجود کامل الوہیت یسوع کا نسب نامہ کیونکر جائز ہوگا -

یہ چند غلطیاں اختصار کے طور پر پہلے باب متی کی بیان کی گئیں۔ اگر مفصل بیان کریں تو ایک کتاب تیار ہوتی ہے۔ انہیں اغلاط کی طرف خیال کر کے ڈاکٹر احمد شاہ کی مولانا مولوی علاؤالدین اپنی کتاب ہدایت المسلمین مطبوعہ ۱۸۵۷ کے صفحہ ۷۷ میں لاچار ہو کر زبان مبارک سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے۔ خاندانی نسب ناموں میں سے اور کچھ بائبل میں سے لیکر نام لکھ دیئے۔

اگر سارے ابواب متی پر ریمارکس کئے جائیں تو اغلاط کا ایک طومار جمع ہو جائے۔ ڈاکٹر احمد شاہ کی خاطر یہ چند اغلاط نقل کر دئے گئے۔

متی ۳ باب میں حضرت عیسیٰ کو حضرت یحییٰ نے خوب پہچان لیا اور باتیں کر کے بپتسمہ دیا۔ اور متی ۱۱ باب ۲ و ۳ میں یحییٰ نے قید خانہ سے اپنے شاگردوں کو بھیجا تا کہ مسیح سے پوچھیں کہ آنے والا تو ہی ہے یا کسی اور کی راہ تکیں متی ۲۷ باب ۹ میں۔ یرمیاہ کا غلط حوالہ بجائے زکریا دیا اور متی ۲۳ باب ۳۵ م۔ زکریا بن یہویدع (۲ تواریخ ۲۴ باب ۲۰) کی جگہ زکریا بن یارخیاہ لکھا ہونا۔ متی ۲ باب ۲۳ میں مسیح کا اگلی کتابوں میں ناصری کہلانا۔ حالانکہ عہد عتیق میں کہیں نہیں۔ انجیل متی کے یہ سب اغلاط مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ایسا ہی انجیل لوقا کا یہ مبالغہ کہ مسیح کے اگر سارے حالات لکھے جاتے تو کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سماتیں (انجیل لوقا کا آخر باب) اور اسماء ول یوحنا ۵ باب ۷ میں تثلیث کی آیت تراشکر شامل کتاب کرنا۔ انجیل میں قریب لاکھ سہو کاتب کا پایا جانا۔ جن میں سے کسی ایک کی نسبت بوثوق نہیں کہہ سکتے۔ کہ صحیح کون ہے۔ پھر انا جیل کے باہم سخت اختلافات و تناقض ان باتوں کی طرف اگر شائق صاحب بنظر انصاف غور کریں تو پھر ساری عمر اسلام کے برخلاف لکھنے کا نام نہ لیں۔ اور گبری کی فکر پڑ جائیگی۔

عیسائیوں کے خدا کے بیٹے نے بیاہ کیوں نہیں کیا

اول تو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ عیسائیوں کے خدا یا خدا کے بیٹے نے بیاہ نہ کیا ہو۔ کیونکہ انجیل میں اُن کے بیاہ یا ازدواج کا ذکر نہ ہونا۔ اس بات کا ثبوت نہیں کہ انہوں نے بیاہ کیا ہی نہیں۔ انجیل میں [illegible]

کا ذکر نہایت ہی مختصر ہے۔ ۳۳ برس کی عمر تک کا تو اسکا کچھ حال معلوم ہی نہیں کہ کن خیالات میں گذرا
باقی تین سال کی نبوت یا خدائی کا حال یہ ہے کہ انجیل میں اسکا ایک شمہ بھی نہیں بیان کیا گیا۔ ابھی
اسکا اسقدر حال بیان سے رہ گیا ہے۔ کہ اگر مفصل ذکر کیا جاتا تو کتابیں جو بنائی جاتیں تو جہان
میں نہ سما سکتیں (یوحنا کا آخری باب) پس اندریں حالت نہیں معلوم۔ کہ عیسائیوں کے خدا نے
اپنے حمد فداں کیں اُن کے ساتھ کیا کیا سلوک کیا۔ کس قدر ان سے کام اُٹھائے۔ جنکا حال
ہمی کو کچھ بھی معلوم نہیں۔ اگر کوئی عیسائی اپنے ابن اللہ کا حامی ضد و اصرار ہی کرے۔ کہ
یسوع نے کوئی بیاہ نہیں کیا بلکہ ساری عمر مجرد ہی رہا تو بھی کوئی مخالف اُسکو خوبی کی بات ہرگز ہرگز
نہیں قرار دے سکتا۔ بدو وجہ (۱) شاید عیسائیوں کا خدا نامردی ہو جو انبیاء سابقین کی سنت
سے محروم رہا۔ کیونکہ اگر وہ مرد ہوتا۔ تو جہان کھاتا پیتا۔ بول براز کرتا اور سب حوائج انسانی اُسے
لاحق تھے۔ اگر بیاہ بھی کر لیتا تو اسکی خدائی کی شان میں کیا بٹا لگ جاتا۔ کھانے پینے سونے بول براز
کرنے سے اسکی خدائی میں کیا فرق آگیا ہے۔ جو بیاہ کرنے سے آجاتا۔ پس جب تک کہ عیسائی لوگ
انجیل کی نص سے یہ ثابت نہ کر دیں کہ اُن کا خدا واقعی مرد تھا۔ اور قوائے تناسل اسکی قائم تھے۔
ہو یا باوجود قوت مردی وہ بیاہ شادی کرنے سے محروم رہا۔ تب تک ہرگز ہرگز یسوع کا بیاہ نہ کرنا عیسائیوں
کے خدا کی خوبی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خلق کا کمال یہی ہوتا ہے کہ ایک شخص مرد ہو کر اور قوائے
شہوانی رکھتے ہوئے پھر بیاہ نہ کرے۔ جس شخص کے قوائے شہوانی ہی مردہ و افسردہ ہوں۔ یا
مخنث ہو۔ تو اسکا بیاہ نہ کرنا کوئی فضیلت یا صفات حسنہ میں داخل نہیں ہے۔
(۲) دوسری وجہ شاید یہ ہو کہ عیسائیوں کے خدا کا عورتوں سے اختلاط و ربط ضبط بہ پیرایہ اخلاص
ثابت ہی ہے جیسے کہ مریم اور فاحشہ عورتوں سے بر ملا اُس کا بدن سے بدن لگانا اور عطر
پاؤں پر ملوانا اور اجنبی عورات سے پیار کرنا انجیل سے متواتر ثابت ہے۔ پس ایسی حالت میں اسکو
بیاہ کی ضرورت نہ ہو۔ کیونکہ کام تو اُن کا چلا ہی جاتا تھا۔ ایسی مفلسی کی حالت میں بیاہ کرنا
اُن کے لئے وبال جان تھا۔
عیسائی بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ساری عمر بیاہ نہیں کیا۔ یہ
کس قسم فخر کی بات ہے۔ تمہارے پیغمبروں نے بہت سی ازواج کیں یہ کس قدر ثبوت ہے

اس کے جواب میں میں ترکی بہ ترکی اسی قدر کہنا چاہتا ہوں - کہ تمہارے خدا کے بیٹے کا بیاہ
نہ کرنا (بشرطیکہ تم ثابت کردو - کہ وہ قوت مردی رکھتا تھا) کوئی تعریف کا موجب نہیں ہوسکتا -
بلکہ بقول ڈاکٹر احمد شاہ صاحب **زر نیست عشق ٹیں ٹیں** کا مصداق ہے -
اس بیچارے کو ساری عمر سر رکھنے تک کے لئے تو جگہ ہی نہ تھی - غریب خدائی کا دعوی کر بیٹھا
ایک دفعہ اس کے منہ سے نکل گیا جس کی وجہ سے یہودی مخالف ہوگئے - اس دعوی کو چھوڑتا تو
خفت تھی - جان کے لالے پڑ گئے - یہودی تنگ کرنے لگے - حتے کہ اسکو ساری عمر سر رکھنے کے
لئے جگہ نہ ملی - اندرینصورت وہ بیاہ کیا کرتا - اسے بیوی رکھنے کا کیا ہوش تھا - علاوہ اس کے
انجیل کے بیان کے موافق عورات خدمت کرنے والی تو موجود ہی تھیں - پھر بیاہ کرنا یا ضرورت تھی
ہزارہا بھگت اور گسائیں بیاہ نہیں کرتے - عورتیں انکی یونہی خدمت کرتی رہتی ہیں -

اجی تمہارا خدا یا خدا کا بیٹا بیاہ کیا کرتا - بیاہ کرنا تو مردوں کا کام ہے - اور ہمارے رسول اکرم
صلعم تمام مردوں کے مرد اور بہادروں کے سردار تھے - جنہوں نے ملک کے دستور اور سنت انبیا کے
موافق ۹ - ۱۰ ازواج کے ساتھ بیاہ کیا - اور حسن معاشرت اور تدبیر منزل کا اعلیٰ نمونہ دکھایا
عادات - معاملات - محاسن اخلاق - اشاعت دین - اثر تعلیم - جہاد بالکفار - ہر ایک امر میں آپ کا
پایہ بلند بالکہ بلند سے بلند ہے - جس کا ایک شمہ بھی عیسائیوں کے خدا کے بیٹے کو نصیب نہیں -

---

عیسائی قوم کا شیطان کو سجدہ کرنا

انجیل میں حضرت مسیح کا قول ہے - کہ تم دنیا میں دولت مت جمع کرو - بلکہ مال اپنے لئے آسمان
پر جمع کرو (متی ۶ باب ۱۹) اور اپنا سارا مال محتاجوں کو دیدیا کرو - (متی ۱۹ باب ۳۰) اور اونٹ
کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا اس سے آسان ہے کہ کوئی دولتمند آسمان کی بادشاہت میں داخل
ہو اور نجات کا وارث ہو (متی ۱۹ باب ۲۴) حضرت مسیح کے ان اقوال سے [illegible] کہ کوئی
دولتمند آدمی نجات کا وارث ہو ہی نہیں سکتا تا وقتیکہ سارا روپیہ [illegible] دیکر [illegible]
نہ بن جائے - پس یہ عیسائی قومیں جو اسقدر دولتمند ہیں اور [illegible] کی غلام ہیں

ہیں صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز آسمان کی بادشاہت میں داخل نہونگے - کیونکہ یہ لوگ حضرت مسیح کی مرضی اور منشا پر نہیں چلتے اور اسوجہ سے اُس دن ڈاکٹر احمد شاہ جیسے بہتیرے یسوع کو کہینگے کہ اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی - اور تیرے نام سے دیووں کو نہیں نکالا - اور تیرے نام سے بہت سی کرامات نہیں ظاہر کیں - پر اُسوقت یسوع انہیں صاف جواب دیگا کہ اے بدکارو میرے پاس سے دور ہو جاؤ (متی ۷ باب ۲۳) -

جس وقت پہاڑ پر شیطان خدا کے بیٹے یسوع کا امتحان لینے گیا ہے اور اُسکو گمراہ کرنے کی فکر میں ہوا - اُسدن اُسنے یسوع کو دنیا کی ساری بادشاہتیں اور شان و شوکت دکھائی تھی اور اُس نے کہا تھا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو میں یہ تمام دولتیں تجھے دیدونگا - جو حقیقت میں ایک بڑی پیشگوئی تھی - اور اسبات کی طرف اشارہ تھا - کہ جب عیسائی قوم اُسکو سجدہ کریگی تو دنیا کی تمام دولتیں اُنکو دیجاوینگی - اور وہ حقیقی خدا کو چھوڑ شیطان کی ساجد ٹھیرینگے - سو حقیقت میں ایسا ہی ہوا - جب سے یسوعی قوم نے مسیح کے احکام کو چھوڑ دیا ہے اور شیطان کو سجدہ کر کے دولت کی غلام بن گئی ہے - تب سے اُنپر دنیا کی دولت کے ذخائر کھل گئے ہیں اور دولت اور شان و شوکت اور دنیا کی بادشاہت اُنکے قبضہ میں آگئی ہے - لیکن آسمانی بادشاہت میں اُن کا داخل ہونا اس سے بھی محال ہے کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو - فتفکروا یا اولی الالباب ۔

انجیل کی تعلیم کا اثر

اگرچہ مصنف اُمہات کے سارے اقوال اور ساری منطق ہی بالکل لا یعنی اور قابل حیرت ہے بس سب سے عجیب انگیز لکھا ہوا مقولہ ہے جو اُنہوں نے اپنی کتاب کے آخر میں درج کیا ہے کہ اسلام اپنی اصلاح اسلام سے مخالفت کر کے کر سکتا ہے برخلاف دین عیسوی کے کہ جہاں تک اُسکی پیروی کی جائے - جہاں تک اُسکے احکام کو مانا جائے اصلاح ہوتی جاتی ہے - کیونکہ وہ ہی اصلاح کا منبع ہے -

حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ عیسائیت میں نہ کچھ احکام ہیں نہ کوئی شریعت ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب نے شریعت کے احکام ماننے والوں کو لعنتی قرار دیا ہے۔ نیکی کرنے برائی سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں تقوی طہارت کا اس مذہب میں نام نشان تک نہیں۔ پولوس کے مقولہ "پاکوں کے لئے سب کچھ پاک ہے" کے موافق اگر عیسائی انسان کا گوہ بھی کھا لیں تو اُن کے لئے جائز ہے۔ خدا کے حلال، حرام سے اُن کو کوئی تعلق نہیں اور بالکل انکی وحشیانہ زندگی ہو سکتی ہے۔

جہاں عیسائیت کا قدم پڑتا ہے۔ تقوی اور طہارت خداترسی اور اتقا کوسوں دور بھاگتا ہے اور شراب خواری۔ زناکاری وغیرہ کی کثرت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور پادری ایزک ٹیلر صاحب نے بھی اس امر کا بڑے زور سے اعتراف کیا ہے کہ عیسائی مذہب کے لئے تین لعنتیں لازم ملزوم ہیں۔ یعنی جہاں عیسائی مذہب جاتا ہے۔ یہ تین لعنتیں لازم ملزوم ہوتی ہیں۔ شراب خواری۔ زناکاری۔ اور فساد بازی۔ جس ملک کے رہنے والوں نے کبھی شراب کا منہ تک نہ دیکھا ہو۔ عیسائیوں کی برکت سے وہاں بھی یہ اُم الخبائث موجود۔ جو شخص بڑا ہی محتاط ہوگا۔ وہ بھی ہاضمہ کی کمزوری کے لئے ضرور تھوڑی سی مے پی لیتا ہوگا۔ یا عشائے ربانی سے محظوظ ہوتا ہوگا۔ پس عیسائی مذہب کو تہذیب شائستگی اور اصلاح سے تعلق ہی کیا ہے۔ ہم نے تو آجتک کبھی نہیں سنا کہ عیسائی مذہب میں بھی حقیقی تہذیب۔ یا تقوے وطہارت یا زہد و اتقا کا دخل ہو اور حقیقت میں جب مسیح سارے گناہ اُٹھا چکا اور گناہوں کی سب سزا بھگت چکا۔ تو اب گناہ سے بچنے اور تقوے اور طہارت کی عیسائیوں کو ضرورت ہی کیا ہے۔ جہاں اسلام جاتا ہے۔ تقوے۔ طہارت۔ زہد اتقا۔ خداترسی۔ خداپرستی اُن لوگوں کی جزو جزو میں رچ جاتی ہے۔ جہاں عیسائیت کا قدم جاتا ہے بدکاری بدچلنی۔ شراب خواری۔ ناخداترسی۔ قماربازی۔ دنیاداری رشوت ستانی تمام دست بستہ ہو کر آگے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس عیسائی مذہب کو اصلاح سے تعلق ہی کیا اصلاح کی صورت ہے اصول نیک۔ جب عیسائیوں میں اعمال نیک کی حاجت ہی نہ نہ اعمال بد سے بچنے کی ضرورت ہے تو اصلاح اس مذہب سے ایسی گئی کہ جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

ہاں دنیا کی دولتمندی اور اقبال پر آپ کو گھمنڈ ہوگا - تو اس کے جواب میں میں عرض
کرتا ہوں کہ ملکداری اور دنیا کی سیاست وحکمرانی کی عقل الگ چیز ہے اور سچی اصلاح سچی تہذیب
سچا تقوی وطہارت امر دیگر۔ سادہ وقابت پرستوں آتش پرستوں اور بری سے بری مذہب والے کا انتظام سلطنت
ونظام سیاست اعلی سے اعلی رہا ہے اور رہ سکتا ہے لیکن اس سے ضرور نہیں کہ ان لوگوں میں حقیقی تہذیب کا بھی کچھ اثر ہو - پس اگر عیسائی
قومیں دنیا کی دولتمندی واقبال میں بڑھ گئیں تو یہ کہاں سے ثابت ہوگیا کہ اس سے وہ تقوی وطہارت اور حقیقی تہذیب میں
بھی آگے بڑھ گئیں بلکہ دنیا کی دولت و اقبالمندی تو حضرت مسیح کے قول کے بموجب آسمانی بادشاہت سے بے نصیب ہونے کا نشان
ہے اور حضرت مسیح نے صاف فرمایا ہے کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا اس سے بھی مشکل
ہے کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ کا داخل ہو - پس اس قول کے بموجب دولت دنیا آخرت سے محرومی اور سگ دنیا کا موجب معلوم
ہوتی ہے نہ کہ حصول تقوی اور حقیقی تہذیب کا باعث ہو - اگر آپ کو مسیح کی پیاری تعلیم پر گھمنڈ ہے تو اس کے جواب میں
بھی یہ عرض کر دیتا ہوں کہ تمہارے خداوند یسوع مسیح کی وہ تعلیم بھی اسرار انسانی فطرت کے برخلاف ہے اور دنیا کی اصلاح
تو ایک طرف رہ گئی کوئی شخص اس پر عمل ہی نہیں کر سکتا - چنانچہ ابھی کسیقدر بیان کیا جاتا ہے - لیکن اصلاح کی جو یہ امید ہے سو
تو یہاں کی بات تو یہ ہے کہ جہاں عیسائی مذہب کا قدم جاتا ہے وہاں سے تقوی طہارت خداپرستی خداشناسی ذکر الہی یاد عقبے
بالکل کافور ہو جاتی ہیں اور اس کے برخلاف دنیاپرستی شرابخواری - زناکاری حد سے زیادہ غفلت - عاقبت فراموشی اس زور سے
آ کر داخل ہوتی ہیں کہ گویا بند بندھا ہوا ایک دفعہ ہی ٹوٹ گیا - چنانچہ یہ بات آنکھوں کے سامنے موجود ہے اس پر دلیل و گواہ کی حاجت
نہیں اور دنیاپرستی اور شرابخواری وغیرہ آئی ہی کیوں - یہ تو اس مذہب کا خاصہ ہی ہے کیونکہ مسیح کی لعنتی قربانی اور صلیبی موت
اور خودکشی اور کفارہ کی بنا پر کی تعلیم کسی نیکی کے کرنے اور برائی سے بچنے کی ضرورت ہی نہیں رہنے دیتی - پاکوں کے لئے سب کچھ پاک
ہو کر حرام حلال کی قید اٹھ جاتی ہے اور انسان شتر بے مہار ہو کر پورا وحشی بن جاتا ہے - مسیح کو گناہوں کا اٹھانیوالا سمجھنا کا خیال
نیکی کی طرف جھکنے اور بدی سے بچنے ہی نہیں دیتا - جب مفت میں خدا کے فرزند بن گئے آسمانی بادشاہت میں پہونچنا ہی خالق
ہو چکی پھر تقوی طہارت اور اعمال حسنہ وغیرہ کی کیا ضرورت - میں یقین کرتا ہوں کہ اس مضمون کے پڑھنے کے بعد کسی
شائق صاحب کے منہ سے ہرگز نہ نکلیگی کہ عیسائیت سے بھی کچھ اصلاح یا نیکی ہو سکتی ہے - جس مذہب میں جب انبیاء کی
حالت کی اصلاح نہیں ہو سکی اور وہ زنا قتل - شرابخواری - بت پرستی اور اخلاق شنیعہ سے بچ نہ سکے تو دوسرے لوگوں کی
اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے - اگر اصلاح سے آپ کی یہ غرض ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم پر لوگ عمل کرنے لگ جاتے ہیں تو اس کے جواب میں
میری گذارش ہے کہ حضرت مسیح کی تعلیم ہے کیا؟ کیا یہی کہ تم کسی حالت میں اور کسی صورت میں انتقام نہ لو - دشمنوں کا مقابلہ

آنحضرت کی تو یہ دری اور تدبیر منزل کا یہ حال تہا کہ نو بیویوں سے اچھی نباہ کیا اور سبکو خوش رکھا۔ مگر حضرت مسیح نے ایک بیوی سے بھی نباہ کر کے
دنیا کو کوئی نمونہ نہیں دکھایا۔ آنحضرت صلعم کی حلم تحمل اور اخلاق کا یہ حال تہا کہ کبھی آپ نے کسی شخص کو گالی نہیں نکالی نہ بد زبانی کی مگر حضرت مسیح
نے اپنی قوم کو لوگوں کو گالیاں نکالیں ہیں بد حرامکار کہکر پکارا سانپ کے بچے وغیرہ خطاب دیا اور کوئی کسر اٹہا نہ رکہی۔ آنحضرت صلعم کی تواضع
و انکسار یہاں تک تہا کہ آپنے فرمایا کہ لا تفضلونی علی یونس مجھے حضرت یونس پر فضیلت مت دو۔ مگر حضرت مسیح نے اپنے تئیں سب انبیا
سے بہتر بتلایا کلہم انبیا کو چور اور بٹ مار بتایا دیکھو یوحنا ۱۰ باب ۷۔ آنحضرت صلعم کی ورع و تقوا یہاں تک تہی کہ آپنے کبہی اجنبی عورت کے ہاتہ میں ہاتہ نہیں
ملایا نہ خلوت میں کسی عورت کے ساتہ کبہی بات چیت کی مگر حضرت مسیح کا بیگانہ عورتوں سے تعلقات رکھنا وغیرہ انجیل سے ثابت ہے۔
آنحضرت صلعم کی وفات اور رفع عزت کے ساتھ ہوا مگر انجیلی مسیح کا رفع عزت سے نہیں ہوا بلکہ وہ لعنتی ہو کر مرا اور ملعون ہو گیا۔ عبادت کا یہ حال ہے کہ
آنحضرت صلعم ساری ساری رات خدا کی عبادت اور تہجد میں گذار دیا کرتے۔ تہجد میں آپکے پاؤں مبارک ورم کر جاتے۔ مگر حضرت مسیح کی عبادت و شب بیداری
کے متعلق کچھ ثابت نہیں۔ آپ صلعم کی عفو کا یہ حال تہا کہ باوجود قدرت اور طاقت کے اپنے اپنے دشمنوں کو معاف کیا سا اہل مکہ جنہوں نے ایک
عمر آپکو دکہ دیئے تہے جب آپنے ان پر فتح پائی تو لا تثریب علیکم الیوم کہکر انکو تمام قصور معاف کر دیئے۔ مگر حضرت مسیح کی نسبت
ہرگز ثابت نہیں کہ کبہی انہوں نے قدرت پا کر کسی دشمن کو معاف کیا ہو۔ آنحضرت صلعم کی استقلال و استقامت کے پاؤں میں کبہی ذرہ
جنبش نہیں آئی مگر حضرت مسیح ہمیشہ پریشان رہے اور صلیب کے وقت بہی گہبرا گئے۔ حضرت رسول کریم کی تعلیم کا اثر ایسا تہا کہ
آپکے لوگ وحشی سے انسان اور انسان سے با اخلاق انسان اور با اخلاق انسان سے با خدا انسان بن گئے اور سارا عرب آپکے جیتے جی
مسلمان ہو گیا اور صحابہ کرام آپکے بعد دنیا کے بادشاہ ہو گئے۔ مگر حضرت مسیح کی تعلیم کا اثر فتاک بہی نہوا بارہ حواری بیچارے ضعیف الاعتقاد
اور بے ایمان ہی رہے انہیں سے ایک نے تو ۳۰ روپیہ رشوت لیکر مسیح کو پکڑوا دیا۔ باقی صلیب کے وقت فرار ہو گئے۔ آپ کی
تدبیر اور رائے ایسی صائب کہ تمام دشمنوں اور مخالفین کی تدبیریں انکے سامنے کچھ ہیچ در ہیچ ہو گئیں آپکی دیانت۔ امانت
تقوٰی۔ عصمت و عفت اور اعلی اخلاق کے دشمن بہی قائل ہیں۔ آنحضرت صلعم کا توکل ایسا تہا کہ سارا عرب بلکہ دنیا کے تمام
اور جمیع اہل مذاہب آپکے مخالف تہے مگر کبہی آپنے پروا نہیں کی۔ غار میں جب حضرت ابوبکر صدیق نے کہا کہ حضرت وہ دشمن
آپہنچے تو آپنے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا غم مت کہا و اللہ ہمارے ساتہ ہے۔ آپکو اپنی صداقت پر ایسا یقین
تہا کہ کبہی جنبش ظہور میں نہ آئی اور اسی طرح آپکے تمام اخلاق اعلے سے اعلے تہے جنکی نظیر کسی بشر میں ہرگز پائی
نہیں جاتی۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

تمت

براہین احمدیہ چہار جلد کامل

یہہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے جسکی قیمت پہلی اڈیشن پر ۲۵ روپیہ تھی اور پہر نایابی کی وجہ سے ۱۰۰ روپیہ تک ملتی تھی اور اب کہیں ملتی ہی نہیں۔ اس کتاب میں آنحضرت رسول کریمؐ کی نبوت پر بیشمار دلایل قاطع اور براہین ساطعہ لکہی گئی ہیں جسکی مانند میں کسی مخالف کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اسمیں آریہ برہمو عیسائی سناتن دہرم دہریہ نظام کلی وغیرہ کے تمام اعتراضات کا مفصل دندان شکن جواب دیا گیا ہی اور دنیا کے تمام مذاہب کے مقابل اسلام کو ایک چمکتا ہوا مذہب ثابت کیا ہے۔ غرض کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد محال ہے کہ کوئی شخص اسلام کو خدا کی طرف سے ہونے میں تامل کرے باوجود بہت بڑے حجم کے قیمت صرف تین روپیہ رکہی گئی ہے قیمت علیحدہ علیحدہ جلد اول ۸ جلد دوم ۱۲ جلد سوم ۱۲ جلد چہارم ۱۸

اُردو لغات فیروزی

سنہری جلد حجم پورے ۱۳۰۰ صفحہ قریبًا ۵۰ ہزار الفاظ کی ڈکشنری

قیمت مجلد صرف عہ

اگرچہ انگریزی زبان کی ڈکشنریاں موجود ہیں جیسے فیلن صاحب کی ڈکشنری فاربس صاحب کی ڈکشنری لیکن نہایت افسوس کی بات ہی کہ اردو زبان میں اردو زبان کی ایک لغات بہی پائی نہیں جاتی اسقدر ضروری تو یہہ زبان کہ ہندوستان کی سرکاری کچہریوں قانونوں اور وغیرہ میں مستعمل اور ایک مکمل لغات اردو کا بہی نہ ہو اجائے تعجب بنابریں یہہ ضخیم اردو لغات انگریزی ڈکشنریوں کی طرز پر تیار کیگئی ہے جس میں زبان اردو کے کل الفاظ اصطلاحات ضرب الامثال محاورات قانونی الفاظ اصطلاحات ضرب الامثال محاورات قانونی الفاظ علمی اصطلاحات وغیرہ موجود ہیں ڈسٹرکٹ انسپکٹرون مدرسوں مجسٹریٹوں بیرسٹروں وکیلوں مختاروں اور تمام شائقین کی ضروریات کی متکفل ہو گئی ڈسٹرکٹ کمیٹیاں اور میونسپل کمیٹیاں بہی اپنے حلقہ کے سکولوں کے لئے منگا رہی ہیں کوئی سکول اور کوئی مدرس کوئی قانون دان بغیر اسکے نہیں رہنا چاہئے۔ اس کتاب کی نسبت اعلی افسروں کی رائیں جو ہمیں وصول ہوئی ہیں طبع ثانی میں کتاب ہذا کے ساتہہ ہی طبع کرکے شایع کیجائینگی۔

کل خط و کتابت بنام منیجر انوار الاسلام سیالکوٹ کے ہونی چاہئے۔

اطلاع

عرصہ قریباً پانچ چھ سال سے ظفروال ضلع سیالکوٹ میں انجمن
حمایت اسلام قایم ہے۔ جہاں دینی و دنیاوی تعلیم بوجہ احسن ہوتی
ہے اور کسی قدر یتیم بچے بھی وہاں تعلیم پاتے ہیں۔ سب صاحبوں
کی خدمت میں گذارش کیجاتی ہے کہ چندہ ماہوار سے انجمن مذکورہ کو مدد
دیکر ثواب دارین کے مستحق بنیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار

غلام قادر ساکن پنڈوریاں پوڑیاں چک نمبر ۱۳۲ املک باہ

انوار الاسلام

ماہواری رسالہ

... علماء و ... ان ملت ... الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت والا میں نہایت ادب سے گذارش
کیجاتی ہے کہ آریہ عیسائی برہمو وغیرہ اقوام کے حملے اسلام پر دیکھکر یہ رسالہ شایع کیا گیا ہے اور غنیمت ہیں
اہل اسلام کے لئے بڑی شرم و ندامت اور ذلت بے غیرتی کی جگہ تھی کہ آریہ اور عیسائیوں کے تو کئی درجن رسالے
... حمایت باطل میں شایع ہوتے اور مذہب حق یعنی اسلام کی طرف سے انکا مستقل جواب دینے والا
ایک رسالہ بھی نہ ہو بنابریں ہم نے یہ خدمت اسلام اپنے ذمہ اٹھائی ہے امید ہے کہ سب صاحب جنکو اپنے
خدا اور پیارے رسول ... سے ذرا بھی محبت ہے وہ اس رسالہ کی ترقی کو اپنا ایمان سمجھینگے
آجکل ... جہاد یہی ہے کہ اسلام پر جو حملے کئے جاتے ہیں ان کو دفع کئے جائیں اور قلم سے جنگ کیا جائے سو مبارک ہیں وہ لوگ جو
اس مقدس جہاد میں شریک ہوں۔ قیمت سالانہ معہ محصولڈاک عہ/ نمونہ کا پرچہ مفت

الملتمس مینجر رسالہ انوار الاسلام سیالکوٹ